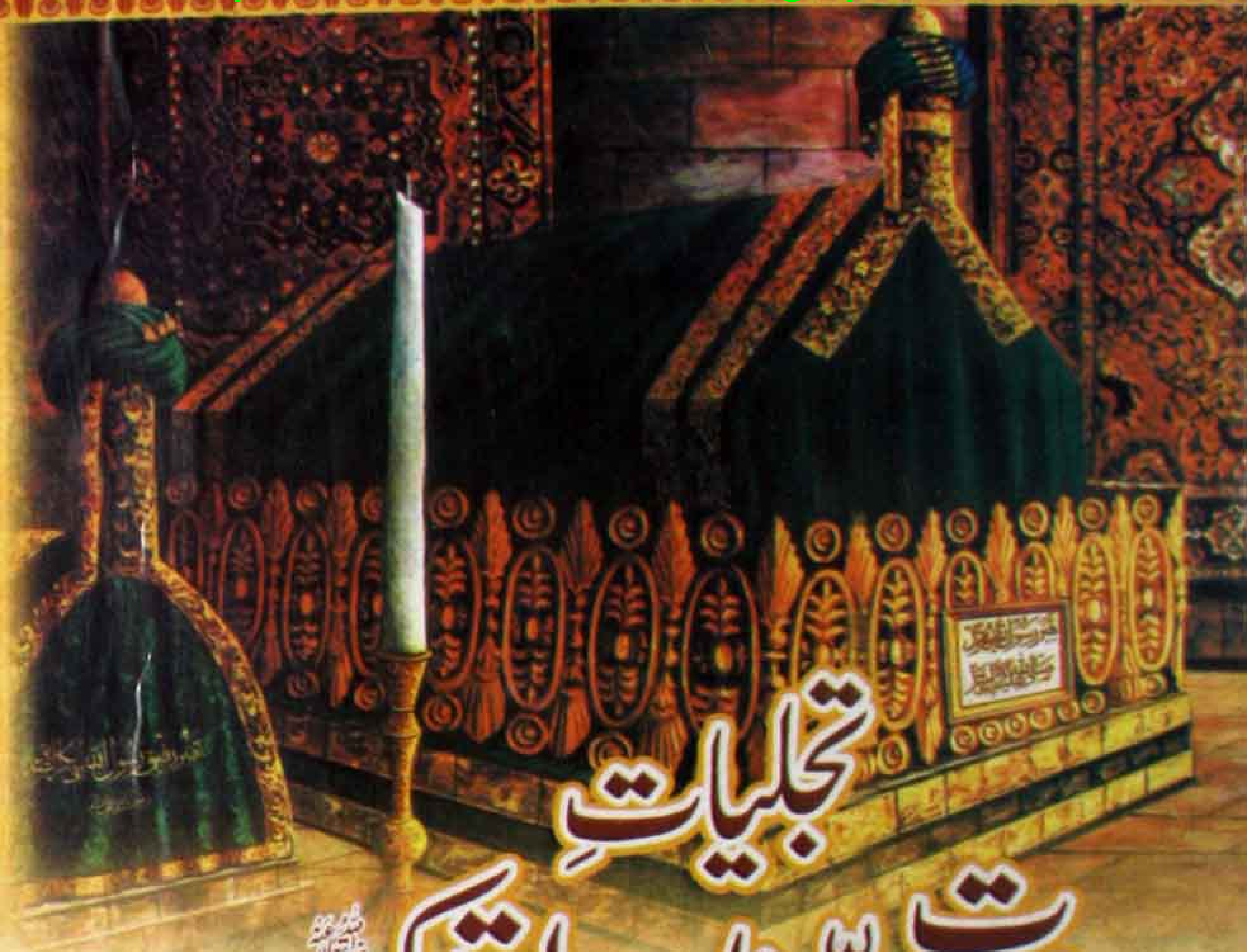


تجلیاتِ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد یوسف کیفی ایم۔اے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (الزمر ۳۳)

تجلیاتِ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ

مصنف:

محمد یوسف کیفی ایم۔اے

صدر شعبۂ علومِ اسلامیہ

پاکستان انگلش اسکول و کالج ○ کویت

مکتبہ انوارِ مجیدیہ

بیت الرحمٰن۔ رحمٰن آباد۔ برکی ○ لاہور کینٹ

نام کتاب	ــــــــ	تجلیاتِ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
مصنف	ــــــــ	محمد یوسف کیفی ایم۔اے
تعداد صفحات	ــــــــ	۳۲۰
باراول	ــــــــ	شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ/ اگست ۲۰۰۸ء
کمپوزنگ	ــــــــ	ورڈز میکر
باہتمام	ــــــــ	سیّد محمد شجاعت رسول قادری
مطبع	ــــــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	ــــــــ	نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور
کمپوزر کوڈ	ــــــــ	1N-132
قیمت	ــــــــ	180 روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ انور مجیدیہ رحمان آباد برکی لاہور 6560880

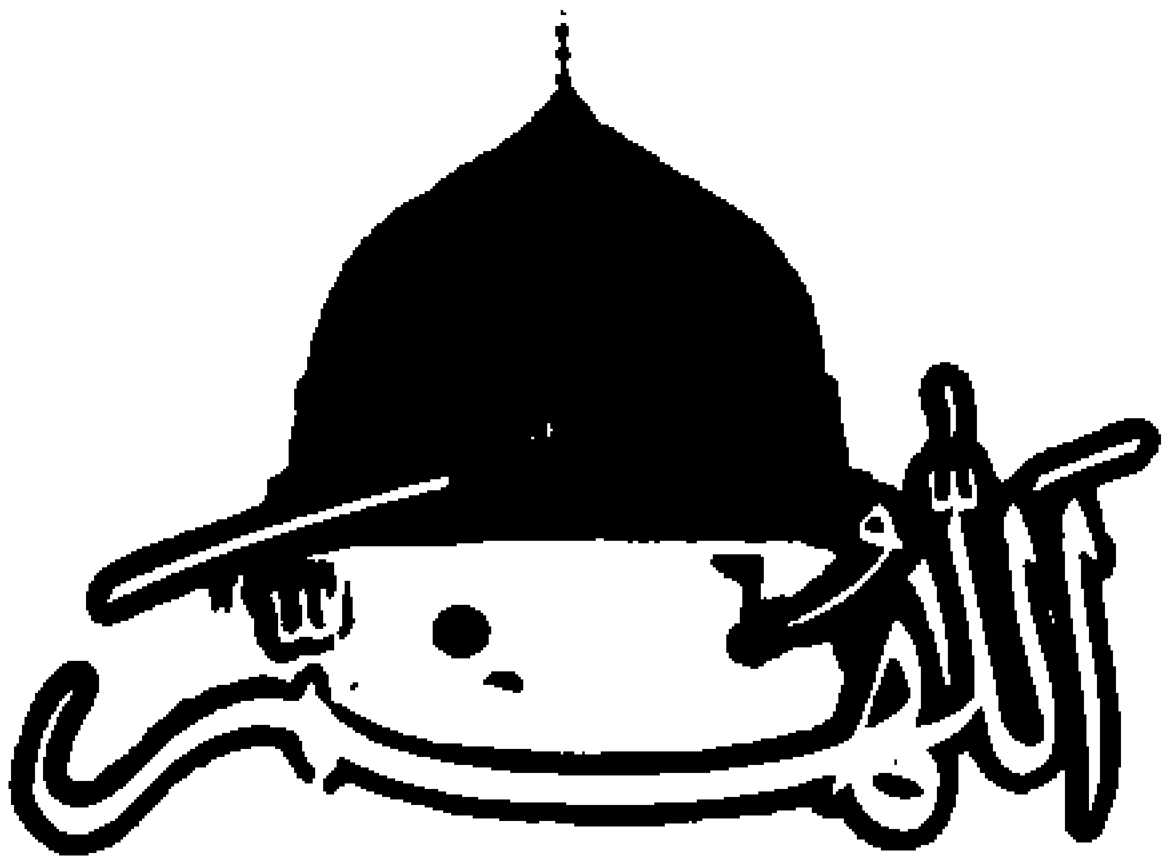
نوریہ رضویہ پبلی کیشنز داتا گنج بخش روڈ لاہور 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد 041-2626046

محمد یوسف کیفی ایم اے جلیب الشیوخ کویت

00965-4330600-00965-6744552

بسم اللہ الرحمن الرحیم



صَلِّ علٰی سیّدنا و مولانا محمّدٍ و علٰی آلہٖ
وصحبہٖ وبارِکْ وسلِّم

مولای صلّ وسلّم دائماً ابداً
علٰی حبیبک خیر الخلق کلّھم

محمّدٌ سیّد الکونین والثّقلین
والفریقین من عربٍ وّمن عجم

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

حسنِ ترتیب

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٖ

☆☆☆☆

یَاصَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَاسَیِّدَ الْبَشَر
مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِیْر لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَر
لَایُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّهٗ
بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(حضرت شمس الدین محمد حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ)

اے پیکرِ حسن اور اے سرتاج انسانیت! یقیناً (چودھویں کا) چاند آپ ہی کے نور افشاں چہرے سے درخشاں (ہوا) ہے (پوری انسانیت بھی ایک زبان ہو کر) آپ کے اوصاف و کمالات بیان کر پائے؟ یہ ممکن ہی نہیں! اس (بے پناہ) داستان کو یوں مختصر کرتا ہوں کہ خدا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات بزرگ و برتر ہے۔

☆☆☆

عرض ناشر

محترم قارئین ذی وقار! سلام مسنون! آپ کی خدمت اقدس میں اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یار غار حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مبارک و مقدس زندگی کے حالات و واقعات ''تجلیات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' کی شکل میں پیش کرنے کی یہ ادارہ (نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور) سعادت حاصل کر رہا ہے اور یہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مبارک حالات اور مبارک زندگیوں کے سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں جن کو تاریخ اسلام میں نہایت بلند مقام حاصل ہے۔

؎ صحابہ وہ کہ جن کی ہر صبح، صبح عید ہوتی تھی
نبیؐ کا قرب حاصل تھا نبیؐ کی دید ہوتی تھی

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا بلند ترین اور مکمل ترین نمونہ ہے۔ کم و بیش چودہ سو برس سے دنیا بھر کی لاکھوں مساجد میں ہر جمعہ کے روز ان کا نام خطبہ میں لیا جاتا ہے اور ان کی افضلیت اور فضیلت کا اقرار کیا جاتا ہے۔ ان کے ایمان کی روشنی میں صراطِ مستقیم دیکھنے کی توفیق طلب کی جاتی ہے اور ان کو نصیب ہونے والی ہدایت سے استفادے کی دعا مانگی جاتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ''یار غار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' پر ہماری کوشش آپ کو ضرور پسند آئے گی۔ ہم اپنی اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں اس کا فیصلہ آپ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور قارئین کرام و ناظرین کو حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی راہ پر چل کر منزل مراد تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین یارب العالمین!

طالب دعا
سید محمد شجاعت رسول شاہ قادری
لاہور، پاکستان

شرفِ انتساب

بنام

امام الانبیاء نبی اکرم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وحضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دربارِ فضیلت میں ایک نیاز مند مسلمان کا نذرانہ

محبت!

میرے آقا کے جتنے بھی اصحاب ہیں

اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

وجملہ خواجگانِ نقشبند

از حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تا خواجہ ومخدوم من فخر المشائخ قدوۃ العارفین، زبدۃ السالکین، قبلہ سیدی مرشدی حضرت خواجہ صوفی عزیز الرحمٰن صدیقی نقشبندی مجدّدی مدظلہ العالی دربار عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مجیدیہ، رحمٰن آباد بر کی لاہور

اور

اپنے والد گرامی چراغ دین ولد فضل دین رحمۃ اللہ علیہ اور اپنی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے نام!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کا پہلا سبق مجھے انہی سے ملا۔ انہی کی دعاؤں کے صدقے احقر یہ کتاب لکھنے کے قابل ہوا۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ جو بھی اس کتاب کا مطالعہ فرمائے میرے والدین ماجدین کی روح طیبہ کے لئے دعا فرما کر مجھ عاجز وحقیر پر احسان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ میرے والدین کریمین کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بابرکت قدموں میں جگہ عطا فرمائے۔

رب ارحمهما كما ربيني صغيرا

آمین بجاہ النبی الامین الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

فقیر حقیر سراپا تقصیر

محمد یوسف کیفی (ایم اے)

بہ حُسنِ تصرف

قطب العارفین، غوث المحققین، برہان الولایت المحمدیہ، محبوبِ صمدانی، قیومِ زمانی، امام ربانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جن کی نگاہِ تصرف کے صدقے یہ کتاب بخیر و خوبی انجام پذیر ہوئی۔

بہ فیضانِ کرم

زُبدۃ الاصفیاء، مخزنِ علم و حکمت، مرجع علماء و صوفیاء، واقفِ اسرارِ شریعت و رموزِ طریقت، منبع رشد و ہدایت، اوتادِ زماں، خزینۃ العرفان، اُوحدِ زماں، ثانی علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ حضرت الحاج خواجہ صوفی عبدالمجید صدیقی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

کیونکہ ع دین و دنیا میں جو پایا اُنہی سے پایا

جن کا ہر فرمان ۔ گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

کے مصداق تھا۔

بہ فیضانِ نظر

فخر المشائخ والعلماء، قدوۃ العارفین، زبدۃ السالکین، پیرِ طریقت رہبرِ شریعت، زینت القراء قبلہ حضرت الحاج خواجہ صوفی عزیز الرحمٰن صدیقی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

یہ سب آپ کی نگاہِ کرم کا فیض ہے کہ احقر راقم الحروف یہ چند حروف لکھنے کے قابل ہوا۔

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆ نگاہِ اوّلیں ☆

پند ہا دادیم حاصل شد فراغ: مَاعَلَیْنَا یَا اَخی اِلَّا البلاغ

کتاب ہمیشہ سے تنہائی کے لمحات کی ساتھی رہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کی کتب کو یورپ میں دیکھ کر حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا دل سیپارہ ہوتا تھا اور آج کے دور میں اسے طاقِ نسیاں دیکھ کر ہمارا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ نفسانفسی کے اس دور میں علم اور طالبِ علم کے درمیان ایک مستقل بُعد پیدا ہوتا جا رہا ہے۔

سائنس کی بے جا ترقی نے ہمیں غیر مہذب تہذیب کے قریب تر اور اسلامی تہذیب سے دور تر کر دیا ہے۔ دین اسلام سے دوری نے نئی نسل کو ایسی روش پر ڈال دیا ہے جس سے واپسی کا سفر سہل نظر نہیں آتا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ ذہنی انتشار، بے راہ روی، کردار میں کجی ہماری ذاتی شخصیت کی ناپختگی کا نتیجہ ہے۔ یقین کی ریتلی زمین پر ہم اپنے قدم جمانے سے قاصر ہیں۔ پھر بھی دل سے یہ خواہش ابھرتی ہے۔

آؤ ہم ریت پر وہ نقش قدم چھوڑ چلیں
جن کی آتی ہوئی نسلوں کو ضرورت ہوگی

''تجلیاتِ سیّدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' ایک ایسی کتاب ہے جو آنے والی نسلوں کی ضرورت کے پیشِ نظر ترتیب دی گئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ زندگیاں ایسی میزان ہے جس میں ہر انسان اپنے اعمال کا وزن کر کے عرفانِ حق کی بلندیوں کو چھو سکتا ہے کیونکہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم وہ جلیل القدر ہستیاں ہیں جن کو تاریخ میں

نہایت اہمیت حاصل ہے۔ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: پل صراط پر سب سے زیادہ ثابت قدم وہ ہوگا جو میرے اہل بیت اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ محبت رکھتا ہوگا اور پھر یہ کہ تاریخ اسلام کی اساس و بنیاد کی خشتِ اوّلین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی۔ لہٰذا ہر اس صاحب قلم کے لئے جو اس موضوع پر کچھ خامہ فرسائی کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے ان مقدس سادات اور انہی پاک نفوس کے حالات سے آغاز کرنا چاہئے۔

عجب نہیں کہ خدا تک تیری رسائی ہو
تری نگہ سے پوشیدہ ہے آدمی کا مقام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات زندگی میں سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے سوانح حیات' ان کے اخلاق و فضائل' خدمات اسلام اور ان کے عہد میں ان کے سیاسی و انتظامی معاملات' فہم و فراست' حسن تدبر' علمی کارناموں کو اولیت حاصل ہے۔ مثلاً آنحضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: ''اگر ابوصدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان میری تمام امت کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان غالب آئے گا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خصائص کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **الحق ینطق علی لسان عمر** (حق زبانِ عمر رضی اللہ عنہ پر کلام فرماتا ہے)۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد رسول مقبول ﷺ ہے۔ ''عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارش سے ستر ہزار ایسے اشخاص جنت میں داخل ہوں گے جن پر جہنم کا عذاب واجب ہو چکا ہوگا''۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تمام لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں' میں اور علی رضی اللہ عنہ ایک ہی درخت سے ہیں''۔

قارئین ذی وقار! زیر نظر کتاب انہی جلیل القدر ہستیوں کی عظیم الشان سیرت مبارکہ کے تذکرے سے مزّین ومرتب ہے۔

انشاء اللہ ہر صاحب ایمان کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کرنا باعث برکت اور ایمان کی مضبوطی کا سبب بنے گا۔ اس لیے اس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

قارئین محترم! میں نہ تو کوئی مشاق مصنف ہوں اور نہ ہی ادیب فقط ادنیٰ سا طالبِ علم ہوں۔ صوفیاء کرام' علما کرام' مشائخ عظام اور درویشوں سے روحانی تعلق اور نسبت مجھے چند حروف لکھنے پر مجبور کرتی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی اس بے پایاں عنایت کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے یار غار مصطفیٰ ﷺ حضرت سدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر یہ کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور عطائے الٰہی سے اس کا نام ''تجلیات سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' رکھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول عام بخشے اور ملت اسلامیہ کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید و فائدہ مند بنائے۔

احب الصالحین و لست منهم

لعل الله یرزقنی صلاحا

اہل علم حضرات اور علماء کرام اس کتاب میں کوئی سقم پائیں یا تشنگی محسوس کریں تو از راہ کرم مجھے اس سے آگاہ فرمائیں تاکہ میں اپنی اصلاح کے ساتھ اس کتاب کے آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی کر سکوں۔ چراغ سے چراغ جلتا رہے اور علم و عرفان کی روشنی پھیلتی رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہل بیتؓ اور صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ اللھم آمین

فقیر حقیر سراپا تقصیر

محمد یوسف کیفی (ایم اے)

☆تقریظ☆

معروف ماہر تعلیم، مشہور دانشور، ماہر معاشیات، تجربہ کار استاذ، ادب کے نقاد
جناب سلمان پذیر احمد صاحب پرنسپل پاکستان انگلش سکول و کالج جلیب الشیوخ کویت

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

میری یہ بڑی سعادت ہے کہ میں آج ''تجلیات سیّدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' پر تقریظ لکھ رہا ہوں جو میرے سکول و کالج کے سینئر استاذ اور صدر شعبۂ اسلامیات جناب محمد یوسف کیفی صاحب کی تالیف ہے۔ یہ خلیفہ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ کے احوال پر مشتمل ایک مکمل، جامع اور مستند کتاب ہے۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''خیر القرون قرنی'' سے استدلال فرماتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ لفظ ''قرنی'' میں خلافت کی ترتیب مضمر ہے۔ یعنی ''ق'' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق خلیفۂ اول، ''ر'' سے مراد حضرت عمر فاروق، ''ن'' سے مراد حضرت عثمان غنی اور ''ی'' سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ فاضل مصنف نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کو ''فضائل صحابہ'' کے عنوان میں نقل فرمایا ہے۔ ''علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین'' ۔جس کا لب لباب یہ ہے کہ تم پر میرا اور میرے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا اتباع لازمی اور ضروری ہے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں نامور اور مقتدر علماء کرام بشمول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی، شاہ معین الدین احمد ندوی، مولانا عبدالشکور لکھنوی، علامہ مفتی جلال الدین امجدی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے مختلف ادوار میں بڑی مستند اور عجیب وغریب تالیفات چھوڑی ہیں جو علمی لحاظ سے حدِ کمال تک پہنچی ہوئی ہیں اور ہمارا عظیم دینی سرمایہ ہیں۔

دور حاضر میں انسان کی مصروفیت بڑھ گئی ہے اور بڑی بڑی کتابوں کے مطالعہ کے لئے وقت نہیں ملتا۔ اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ ان جلیل القدر ہستیوں (خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم) کے بارے میں مختصر، مستند اور جامع انداز میں کتاب تالیف کی جائے تا کہ قاری ایک دو نشستوں میں ہی ان بابرکت حضرات کے مبارک تذکرے سے کما حقہ استفادہ کر سکے اور کم وقت میں زیادہ معلومات حاصل ہو سکیں۔ اس کتاب کے مصنف جناب محمد یوسف کیفی صاحب نے ہر خلیفۂ راشد کی حیات طیبہ کو بڑے پیارے اور خوبصورت انداز میں تحریر کیا ہے اور یہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔ تحریر کے دلنشین انداز بیان وحسن اسلوب اور الفاظ کی جامعیت نے کتاب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کتاب دینی اور تاریخی اہمیت کی حامل، جامع اور مستند حوالوں سے ترتیب دی گئی ہے اور یہ مصنف کتاب کا خاصہ ہے کہ ہر واقعہ نہایت عرق ریزی، جانفشانی اور عام فہم زبان میں تحریر کرتے ہیں۔ میرے علم کے مطابق یہ ایک ایسی جامع اور نافع تالیف ہے جو اپنی خصوصیات میں انفرادیت کا درجہ رکھتی ہے۔ انشاء اللہ ہر خاص و عام اس کی قدر کریں گے اور عند اللہ شرف قبولیت کے ساتھ شائع ہوتی رہے گی۔ اس کتاب سے پہلے ان کی چار کتابیں ''سیرتِ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' تذکرہ نقشبندیہ مجددیہ مجیدیہ'' عبرتناک قرآنی قصے'' اور ''شوق ناتمام'' قارئین کرام سے داد تحسین حاصل کر چکی ہیں اور اس حصول سعادت پر بھی محترم جناب محمد یوسف کیفی صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں اور میں اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ رب ذوالجلال ان کی مساعی مخلصانہ کو قبول فرما کر سعادت دارین نصیب فرمائے اور متاع دین و دنیا اور آخرت میں کامیابی و کامرانی اور سرفرازی سے نوازے اور اللہ تعالیٰ محمد یوسف کیفی صاحب کو عمر دراز اور صحت کاملہ عطا فرمائے اور ان کی اس تصنیف لطیف کو ملت اسلامیہ کے لئے مفید بنائے اور قارئین کے مستقبل کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ ان کے ایمان کو تازگی بخشے۔ آمین۔

دعا گو۔ سلمان نذیر احمد

پرنسپل پاکستان انگلش سکول ۔ کالج کوئٹہ۔

☆اظہار تشکر و امتنان☆

☆ خالق کائنات اللہ رب العزت وحدہ لا شریک کا وصف بیان کرنے اور سرورِ کائنات ﷺ پر صلوٰۃ والسلام بھیجنے کے بعد والدین کریمین کے نام جو میری پیدائش اور تربیت کا وسیلہ بنے۔ اللہ تعالیٰ ان کے آخرت میں درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

☆ سیدی مرشدی فخر المشائخ حضرت الحاج خواجہ صوفی عزیز الرحمٰن صدیقی نقشبندی مجددی مدظلہ العالی کے نام جن کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی سے مجھے یہ کتاب تالیف کرنے کا حوصلہ ملا۔ جملہ رفقائے محترم اور کرم فرماؤں بالخصوص جناب الحاج صوفی شکر الدین صاحب' جناب الحاج صوفی محمد لطیف صاحب' جناب ڈاکٹر محمد مشتاق قادری صاحب' جناب حاجی محمد انور شاہد صاحب' جناب امجد علی نامی صاحب' جناب محمد یوسف بختاور صاحب' جناب محمد عارف بٹ صاحب' جناب حافظ امداد اللہ محمود صاحب' جناب عبدالستار صاحب' جناب فضیلۃ الشیخ السید یوسف ہاشم الرفاعی مدظلہ العالی' جناب محمد عرفان عادل صاحب' جناب حاجی مرزا محمد انور صاحب' پروفیسر مس عمرانہ افضل صاحبہ' جناب سیّد سلمان پذیر احمد صاحب' جناب محمد منیر قادری صاحب' جناب امجد علی خان صاحب کے نام جن کی حوصلہ افزائی اور قدر شناسی کی بنا پر مجھے یہ کتاب تالیف کرنے میں آسانی پیدا ہوئی اور حوصلہ ملا۔

☆ ہم جناب حافظ محمد شبیر صاحب مرکزی امیر منہاج سوشل ویلفیئر سوسائٹی کویت کے تعاون کے بھی بے حد شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دارین کی ہر نعمت

سے نوازے۔ آمین، ثم آمین۔

☆ تمام قارئین کرام، ناظرین اور ''تجلیات حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنیوالے خوش نصیبوں کے نام جو اس کتاب سے استفادہ کر کے عمل صالح کی راہ پر گامزن ہو کر اپنی زندگیوں کو سنواریں گے اور آخرت میں بھی کامیاب و کامران ہوں گے۔ (انشاء اللہ)

☆ تمام موجود اور مرحوم علماء کرام، سیرت نگاروں، مصنفین اور ادیبوں کے نام جن کی کتب اور تحریروں سے میں نے خوشہ چینی کی۔

☆ پسران باسعادت محمد شہباز صاحب، سہیل اختر صاحب، ڈاکٹر محمد نعیم صاحب، محمد ابراہیم صاحب، دختران نیک اختران، رفیقۂ حیات اور برادرم محمد یٰسین صاحب کے نام جو اس کتاب کی تیاری میں مدد و معاون ثابت ہوئے۔

آخر میں بندہ تمام حضرات کی کرم فرمائیوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہے جنہوں نے اپنا قیمتی وقت حرج کر کے اس کتاب کی ترتیب و تصنیف اور تزئین و آرائش میں میری ہر ممکن مدد فرما کر تجلیات حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' سے اپنی دلی محبت کا ثبوت فراہم کیا۔

پھول وعظ و نصیحت کے چنتا رہا
کوئی سمجھا رہا تھا میں سنتا رہا

☆ مالی تعاون و اشتراک

ہم

جناب محمد یوسف صاحب (ابو قاسم)

جناب قاسم نعمان صاحب

جناب رضوان یوسف صاحب

کے شکر گزار ہیں کہ جن کے خصوصی تعاون و اشتراک سے کتاب ہذا کی طباعت میں سہولت میسر آسکی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دین و دنیا کے کاموں میں آسانیاں اور ان کے علم و عمل، جان و مال، کاروبار اور گھروں میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

☆برائے ایصال ثواب (والدین کریمین جناب ابوقاسم محمد یوسف صاحب)

i- عنایت علی والد محترم ومرحوم

ii- اللہ رکھی والدہ محترمہ ومرحومہ

اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو منور فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور تمام مومنین ومومنات کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

اے خدائے ہر بلند و پستی
شش چیز عطا بکن ز ہستی
ایمان و امان و تن درستی
علم و عمل و فراخ دستی

(سیدابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ)

دعا گو:

فقیر حقیر سراپا تقصیر:

محمد یوسف کیفی (ایم اے)

☆☆☆☆☆☆☆

ہے دعا یاد مگر حرفِ دُعا یاد نہیں
میری فریاد کو اندازِ نوا یاد نہیں
میں نے پلکوں سے درِ یار پہ دستک دی ہے
میں وہ سائل ہوں جسے کوئی صدا یاد نہیں

(ساغر صدیقی)

☆صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناقب☆

(احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں)

☆۱- حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر جو ان کے بعد ہوں گے اور پھر جو ان کے بعد ہوں گے''۔

حضرت عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر فرمایا یا تین زمانوں کا۔ (پھر فرمایا) پھر تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ وہ خیانت کریں گے حالانکہ وہ امین نہیں بنائے جائیں گے۔ وہ نذر مانیں گے مگر پوری نہیں کریں گے اور جسمانی اعتبار سے وہ خوب موٹے تازے ہوں گے''۔ (اس حدیث کو امام بخاریؒ اور طحاویؒ نے روایت کیا ہے)۔

☆۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا:
میری امت کے بہترین لوگ اس قرن (یعنی زمانہ) میں ہیں جو میرے قریب ہے، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں، ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن میں سے کسی ایک کی گواہی اس کی قسم پر سابق ہوگی اور اس کی قسم اس کی گواہی پر سابق ہوگی (یعنی قسم بھی توڑیں گے اور گواہی کی

پرواہ بھی نہیں کریں گے)''۔

(اس حدیث کو امام مسلمؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۳-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: (یارسول اللہ!) کون سے لوگ بہتر ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے بہتر لوگ اس زمانہ کے ہیں جس میں' میں موجود ہوں۔ اس کے بعد دوسرے زمانے کے اور اس کے بعد تیسرے زمانہ کے''۔

(اس حدیث کو امام مسلمؒ اور احمدؒ نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۴-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت کے بہترین لوگ اس زمانہ کے ہیں جس میں' مَیں مبعوث ہوا ہوں۔ پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں۔ (راوی کا بیان ہے) اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسرے زمانہ کا ذکر کیا یا نہیں پھر ایک ایسی قوم آئے گی جو موٹاپا کو پسند کریں گے وہ گواہی طلب کیے جانے سے پہلے گواہی دیں گے''۔

(اس حدیث کو امام مسلمؒ اور احمدؒ نے روایت کیا ہے)

۵-حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میری امت میں میرے زمانۂ بعثت کے لوگ بہتر ہیں۔ پھر ان سے متصل زمانہ کے لوگ بہتر ہیں۔ راوی کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ تیسرے زمانہ کا ذکر فرمایا یا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو بغیر طلب کیے گواہی دیں گے' امانت میں خیانت کریں گے اور ان میں موٹاپا عام ہوگا''۔

(اس حدیث کو امام ترمذی' ابوداؤد اور احمد نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۶-حضرت عبداللہ بن مولہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب میں اہواز میں چل رہا تھا تو اچانک میں نے اپنے سامنے خچر پر سوار ایک آدمی دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا: اے اللہ میرے زمانے کے لوگ اس امت سے جا چکے ہیں۔ اے

اللہ! مجھے بھی ان سے ملا دے۔ میں نے کہا: میں بھی تمہاری دعا میں داخل ہونا چاہتا ہوں تو وہ آدمی کہنے لگا اور میرا یہ دوست بھی (یعنی اسے بھی ان سے ملا دے) اگر یہ اسی طرح کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر ان لوگوں کا زمانہ بہتر ہے جو میرے زمانہ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ پھر ان لوگوں کا زمانہ بہتر ہے جو اس کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری مرتبہ ایسا فرمایا یا نہیں (مجھے یاد نہیں) پھر ان کے بعد ایسی قوم آئے گی جن میں موٹاپا بہت زیادہ پایا جائے گا وہ شہادت کے لئے خون بہائیں گے لیکن اس کی تمنا نہیں کریں گے۔ (راوی کہتے ہیں) جب میں نے (قریب جا کر) دیکھا تو وہ شخص (صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے''۔

(اس حدیث کو امام احمد اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے)

۷- بنتِ ابی جہل سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے اور پینے کے لئے پانی طلب فرمایا: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک پیالے میں پانی لے کر آئی اتنے میں ایک آدمی جس نے دو سبز رنگ کے کپڑے پہنے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔ راوی کہتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے بہترین میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر وہ جو اس کے ساتھ ملے ہوئے ہیں''۔

(اس حدیث کو امام طبرانی اور شیبانی نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۸- حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے بہترین زمانہ وہ ہے جس زمانہ میں، میں ان کی طرف مبعوث ہوا۔ پھر ان کا زمانہ جو اس کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور پھر ان کا زمانہ جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں''۔

(اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۹- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بہترین زمانہ وہ ہے جس زمانہ میں، میں موجود ہوں۔ پھر دوسرا پھر تیسرا پھر چوتھا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی ذرہ برابر پرواہ نہیں کرے گا''۔

(اس حدیث کو امام طبرانی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۱۰- حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس مسلمان کو جہنم کی آگ ہرگز نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے (یعنی میرے صحابی) کو دیکھا''۔

(اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے روایت کیا اور اسے حسن کہا ہے)

☆ ۱۱- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے حالت ایمان میں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کے لئے خوشخبری ہے اور اس کے لئے دو بار خوشخبری ہے جو مجھ پر بن دیکھے ایمان لایا۔

(اس حدیث کو امام ابن حبانؒ نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۱۲- حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! تم اس وقت تک بھلائی میں رہو گے جب تک تمہارے درمیان وہ شخص باقی ہے جس نے مجھے (حالت ایمان میں) دیکھا اور میری صحبت اختیار کی۔ (پھر فرمایا:) خدا کی قسم! تم اس وقت تک بھلائی میں رہو گے جب تک تم میں وہ شخص باقی ہے جس نے اسے دیکھا جس نے مجھے دیکھا اور اس کی صحبت کو اختیار کیا جس نے میری صحبت کو اختیار کیا (یعنی میرے صحابہ اور تابعین)''۔

(اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۱۳- حضرت عبدالرحمٰن جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے۔ اس دوران دو گھوڑ سوار نمودار ہوئے۔ پس جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

انہیں دیکھا تو فرمایا: دو کندی مذحجی (قبیلے کا نام) ہیں یہاں تک کہ جب وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو وہ مذحج سے آئے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوا تا کہ آپ کی بیعت کر سکے۔ پس جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ آدمی کہنے لگا: یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا رائے ہے اس شخص کے بارے میں جس نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے لئے مبارکباد ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ وہ آدمی چلا گیا اور دوسرا آدمی آگے بڑھا یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ کو پکڑا تا کہ اسے بیعت کر سکیں تو وہ آدمی عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! آپ کی کیا رائے ہے اس شخص کے بارے میں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور تصدیق کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نہ کی ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسے دو دفعہ مبارک ہو۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ پھر وہ آدمی وہاں سے چل دیا''۔ (اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا)۔

☆ ۱۴- حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے میرے اللہ! میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بخش دے اور اسے بھی بخش دے جس نے انہیں دیکھا جنہوں نے مجھے دیکھا۔ راوی کہتے ہیں میں نے کہا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان ''ولمن رانی'' (اور جس نے مجھے دیکھا) سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے انہیں (یعنی صحابہ کرام کو) دیکھا (یعنی تابعین کرام)

(اس حدیث کو امام طبرانی اور ابونعیم نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۱۵- حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب پڑھی۔ پھر ہم نے سوچا کہ اگر یہیں بیٹھے

رہیں۔ یہاں تک کہ عشاء بھی آپ ﷺ کے ساتھ پڑھیں (تو یہ بہتر ہوگا) وہ کہتے ہیں کہ ہم بیٹھے رہے پھر آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا: تم ابھی تک یہیں ہو؟ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی اور پھر ہم نے سوچا کہ ہم یہیں بیٹھے رہیں تاکہ عشاء کی نماز بھی آپ ﷺ کے ساتھ پڑھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا یا فرمایا: تم نے ٹھیک کیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور آپ ﷺ اکثر چہرۂ اقدس آسمان کی طرف اٹھاتے تھے پھر فرمایا: تارے آسمان کے لئے بچاؤ ہیں اور جب تارے ختم ہو جائیں گے تو جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے وہ (یعنی قیامت) آسمان پر آ جائے گی اور میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے ڈھال ہوں اور جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر بھی وہ وقت آئیگا جس کا ان سے وعدہ ہے اور میرے صحابہ میری امت کے لئے امان ہیں اور جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آئیگا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے''۔

(اس حدیث کو امام مسلمؒ اور احمدؒ نے روایت کیا ہے)

☆ ۱۶- حضرت ابو بریدہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ میں سے جو صحابی زمین کے کسی خطے پر فوت ہوگا تو قیامت کے دن اس خطۂ زمین کے لوگوں کے لئے نور اور رہنما بن کر اٹھے گا''۔

(اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۱۷- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی آدمی کو اس طرح نہ ڈھونڈا جائے جس طرح گمشدہ چیز کو تلاش کیا جاتا ہے لیکن وہ نہیں ملتی''۔

(اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۱۸- حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ میری امت کے لئے امان ہیں اور جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آئیگا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے‘‘۔

(اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۱۹- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کی مثال ستاروں کی طرح ہے۔ جن سے راستے کی تلاش کی جاتی ہے پس تم میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جس کے قول کو بھی پکڑو گے ہدایت پا جاؤ گے‘‘۔

(اس حدیث کو امام عبد بن حمید نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۲۰- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس اختلاف کے بارے میں پوچھا جو میرے بعد ہوگا تو مجھ پر وحی کی گئی: اے محمد! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میرے نزدیک ستاروں کی مانند ہیں۔ بعض بعض سے روشنی میں افضل ہیں اور (ان میں سے) ہر ایک کو (ہدایت کی) روشنی حاصل ہے۔ پس جس نے ان کے اختلاف میں سے کچھ لے لیا (یعنی کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کے قول و فعل کو اچھا سمجھ کر اس پر عمل کیا) تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے‘‘۔

(اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۲۱- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جابیہ کے مقام پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان اس طرح تشریف فرما تھے جیسے میں تمہارے درمیان کھڑا ہوں اور فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال رکھنا اور پھر جو ان کے بعد لوگ ہوں گے‘ ان کا‘ اور پھر جو ان کے بعد ہوں گے۔ پھر جھوٹ عام ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ ایک شخص خود بخود گواہی

دے گا حالانکہ اس سے گواہی نہیں لی جائے گی اور وہ قسم کھائے گا حالانکہ اس سے قسم نہیں لی جائے گی''۔ (اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۲۲- حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تم لوگوں میں ایسے ہو جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نمک کے بغیر کھانا اچھا نہیں ہوتا۔ پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: اس قوم کا کیا حال ہوگا جس کا نمک ہی چلا گیا''۔

(اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ اور احمد نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۲۳- حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر ہم سے خطاب کیا اور فرمایا کہ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا: خبردار! میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اچھا سلوک کرنا اور پھر جوان کے بعد آئیں گے...... آگے طویل حدیث ہے''۔

(اس حدیث کو امام ابن حبان، حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۲۴- حضرت قبیصہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے دروازے پر ہمیں خطاب کیا اور فرمایا: بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان قیام فرما ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، پھر جوان کے بعد ہوں گے اور پھر جوان کے بعد ہوں گے۔ پھر جھوٹ اور جھوٹی شہادتوں سے بچنا''۔

(اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۲۵- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: وہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھلائی کرو۔ پھر جوان کے بعد ہوں گے۔ جو شخص جنت کے وسط میں گھر بنانا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ جماعت کو لازم پکڑے اور جس کو اس کی نیکی خوشی میں ڈال دے اور اس کی برائی اس کو پریشانی میں مبتلا کر دے وہ حقیقی مومن ہے''۔

(اس حدیث کو امام بزار اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۲۶- حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ' جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ اور جب قدر کا ذکر کیا جائے تو بھی خاموش ہو جاؤ۔

(اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۲۷- حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ کیا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے تھے تو انہوں نے فرمایا: ہاں اور ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بھی بڑا تھا"۔

(اس حدیث کو امام ابونعیم نے روایت کیا ہے) اور ایک روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں میرا لحاظ کرنا کیونکہ وہ میری امت کے بہترین لوگ ہیں"۔

(اس حدیث کو امام ابونعیم اور قضاعی نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۲۸- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جب لوگوں کی ایک بڑی جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو؟ پس وہ لوگ کہیں گے: ہاں تو انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جب لوگوں کی ایک بڑی جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی صحبت پائی ہو؟ تو وہ کہیں گے: ہاں! تو پھر انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک کثیر جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی صحبت پانے والوں کی صحبت پائی ہو؟ تو وہ کہیں گے کہ ہاں! تو انہیں فتح دے دی جائے گی۔ (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

☆ ۲۹- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے تو انہیں کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت پائی ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہاں' تو انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر وہ جہاد کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت پائی ہو؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! تو انہیں فتح حاصل ہو جائے گی''۔

(اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا)۔

☆ ۳۰- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں وہ لشکر کو جنگ کے لئے روانہ کریں گے' لوگ کہیں گے کہ دیکھو ان میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی صحابی بھی ہے؟ پھر ایک شخص مل جائے گا اور انہیں اس کی برکت سے فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر ایک دوسرا لشکر روانہ کیا جائے گا لوگ کہیں گے: کیا ان میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہو؟ پھر اس کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہو جائے گی' پھر ایک تیسرا لشکر روانہ کیا جائے گا اور یہ کہا جائے گا دیکھو کیا ان میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو دیکھنے والے کو دیکھا ہو' پھر ایک چوتھا لشکر روانہ کیا جائے گا پھر کہا جائے گا دیکھو تم ان میں سے کوئی ایسا شخص دیکھتے ہو' جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دیکھنے والوں میں سے کسی ایک شخص کو دیکھا ہو پھر ایک شخص مل جائے گا اور اس کی برکت سے فتح حاصل ہو جائے گی''۔

(اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۳۱- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ضرور بالضرور لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ ان کے لشکروں میں سے ایک لشکر جہاد کے لئے نکلے گا پس کہا جائے گا کہ کیا کوئی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے؟

جس کے ذریعے تم نصرت طلب کرو تو فتح یاب ہو جاؤ' پھر کہا جائے گا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا صحابی کون ہے؟ کہا جائے گا کوئی نہیں۔ پھر کہا جائے گا کوئی تابعی ہے؟ کہا جائے گا کوئی نہیں۔ پھر کہا جائے گا کوئی تبع تابعی ہے؟ کہا جائے گا کوئی نہیں اور اگر وہ اس کے متعلق سمندر کے اس پار سے اس کے بارے میں سنتے تو ضرور اس کے پاس آ جاتے''۔ (اسے امام ابویعلی نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۳۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو۔ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو پھر بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر بھر یا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا''۔ (اسے امام بخاری' ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے)۔

☆ ۳۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو' میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو پھر بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر بھر یا آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا''۔

(اس حدیث کو امام مسلم' نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۳۴- حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور میرے بعد انہیں اپنی گفتگو کا نشانہ مت بنانا کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی۔ عنقریب اس کی گرفت

ہوئی''۔

(اس حدیث کو امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۳۵- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کرام کو برا بھلا کہتے ہیں تو تم (انہیں) کہو: تمہارے شر کی وجہ سے تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو''۔ (اسے امام ترمذی اور طبرانی نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۳۶- حضرت نسیر بن ذعلوق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا مت کہو پس ان کے عمل کا ایک لمحہ تمہاری زندگی کے تمام اعمال سے بہتر ہے''۔

(اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۳۷- حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کی عزت کرو پھر ان کی جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور پھر ان کی جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں پھر جھوٹ ظاہر ہوگا یہاں تک کہ آدمی قسم طلب کئے جانے سے پہلے قسم اٹھا لے گا اور گواہی طلب کیے جانے سے پہلے گواہی دے دے گا پس جو جنت کی وسعت کا طالب ہے تو اس پر لازم ہے۔ جماعت کو لازم پکڑے اور جدائی اور تفرقہ سے بچے۔ بے شک شیطان (تنہا) ایک (آدمی) کے ساتھ (ہوتا) ہے اور وہ دو سے بہت دور ہے اور کوئی آدمی ہرگز کسی (غیر محرم) عورت کے ساتھ خلوت میں نہ ملے کیونکہ ان میں شیطان ہے اور جس کو اس کی نیکی خوش اور برائی پریشان کرے تو وہی مومن ہے''۔

(اس حدیث کو امام نسائی، طبرانی اور طحاوی نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۳۸- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک لوگ کثیر تعداد میں ہیں اور

میرے صحابہ قلیل تعداد میں۔ پس میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا مت کہو اور جس نے انہیں برا بھلا کہا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو"۔

(اس حدیث کو امام طبرانی اور ابو یعلی نے روایت کیا)۔

☆ ۳۹- حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا میری وجہ سے دفاع کیا اور عزت کی تو قیامت کے دن میں اس کا محافظ ہوں گا اور جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دی اس پر خدا کی لعنت ہو"۔

(اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے)

☆ ۴۰- حضرت عویم بن ساعدہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے (اپنا پسندیدہ رسول) اختیار کیا اور میرے لئے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اختیار کیا۔ پس اس نے میرے لئے ان میں سے وزراء بنائے اور قریبی رشتہ دار اور انصار (مددگار) پس جس نے انہیں گالی دی تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کے کسی ہیر پھیر یا دلیل کو قبول نہیں کرے گا

(اس حدیث کو امام حاکم، طبرانی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے)۔

☆ ۴۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کی برائیاں بیان نہ کرو کہ ان کے لئے تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے۔ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے محاسن اور اچھائیاں یاد کرو۔ یہاں تک کہ تمہارے دل ان کے لئے آپس میں اکٹھے ہو جائیں"۔

(اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۴۲- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے دلوں کی طرف توجہ کی تو قلب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام لوگوں کے دلوں سے بہتر

پایا پس اسے اپنے لئے چن لیا (اور خاص کر لیا) اور انہیں اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ کے دل کو (صرف اپنے لئے) منتخب کرنے کے بعد دوبارہ قلوب انسانی کو دیکھا تو آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو سب بندوں کے دلوں سے بہتر پایا تو انہیں اپنے نبی مکرم ﷺ کا وزیر بنا دیا۔ وہ ان کے دین کے لئے جہاد کرتے ہیں (اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں آپ ﷺ کے دین کا مددگار بنا دیا) پس جس شے کو مسلمان اچھا جانیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک (بھی) اچھی اور جس شے کو مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بری ہے''۔ (اسے امام احمد' بزار' طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے)۔

☆ ۴۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بھی تمہیں کتاب اللہ کا حکم دیا جائے تو اس پر عمل لازم ہے۔ اس پر عمل نہ کرنے پر کسی کا عذر قابل قبول نہیں۔ اگر وہ (مسئلہ) کتاب اللہ میں نہ ہو تو میری سنت میں اسے تلاش کرو جو تم میں موجود ہو اور اگر میری سنت سے بھی نہ ہو تو (اس مسئلہ کا حل) میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال کے مطابق (تلاش) کرو فرمایا میرے صحابہ کی مثال یوں ہے جیسے آسمان پر ستارے' ان میں سے جس کا دامن پکڑ لو گے ہدایت پا جاؤ گے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف (بھی) تمہارے لئے رحمت ہے''۔ (اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا)

(اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا)۔

(عرفان السنۃ' (کتاب المناقب)' ص ۴۷۹ تا ۵۰۷)

☆ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم صاحب ولایت تھے ☆

☆ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے وزیر اور دست راست (دایاں ہاتھ) حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے وزیر اور دست چپ (بایاں ہاتھ) تھے۔ اور پھر امت میں

سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ و عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوئی۔

☆ اس کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ درجہ غوثیت پر فائز ہوئے اور امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و مولیٰ علی رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے۔ پھر امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے۔ پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو اور امامین محترمین رضی اللہ عنہ وزیر ہوئے۔ (الملفوظ جلد اول ص ۱۱۷)

☆ سلسلہ ولایت پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک سلسلہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے...... تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک سلسلہ علاوہ سلسلہ ''نقشبندیہ'' کے ''حواریہ'' تھا۔ اس کے امام حضرت سیدی ابوبکر حوار رضی اللہ عنہ تھے۔ (الملفوظ ج ۲، ص ۱۳)

ابوبکر جان ما است — عمر دیدگان ما است
عثمان زبان ما است — علی تاج برسر است
ابوبکر یار غار — عمر میر درّہ دار
عثمان شاہ سوار — علی فاتح لشکر است
ابوبکر ہچو کعبہ — عمر در طوافِ اوست
عثمان آب زمزم — علی حج اکبر است

(حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (غریب نواز) رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆☆

امت میں جس قدر ہوئے اہل اصطفا
ابدال و قطب و غوث سب احزاب اولیاء
تھے جتنے تابعین اور اصحاب مصطفیٰ
سب نے یہ صاف اپنا عقیدہ سنا دیا
صدیق ہی تھے بعد نبی افضل البشر

☆ واقعۂ افک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ☆

5 ہجری میں غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت قافلہ قریب مدینہ ایک پڑاؤ پر ٹھہرا تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ضرورت کے لئے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں۔ وہاں آپ رضی اللہ عنہا کا ہار ٹوٹ گیا اس کی تلاش میں مشغول ہو گئیں۔ ادھر قافلہ نے کوچ کیا' آپ رضی اللہ عنہا کا محمل شریف اونٹ پر کس دیا گیا اور قافلے کو یہی خیال رہا کہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا اس میں ہیں۔ قافلہ چل دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا آ کر قافلہ کی جگہ بیٹھ گئیں اور آپ رضی اللہ عنہا نے خیال کیا کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس ہوگا۔

قافلے کے پیچھے گری پڑی چیز اٹھانے کے لئے ایک صحابی رہا کرتے تھے۔ اس موقع پر حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اس کام پر مامور تھے۔ جب وہ آئے اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو بلند آواز سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پکارا۔ آپ صلی اللہ علیہ (رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) نے کپڑے سے پردہ کر لیا۔ انہوں نے اونٹنی بٹھائی۔ آپ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچیں۔ منافقین سیاہ باطن نے اوہام فاسدہ پھیلائے اور آپ رضی اللہ عنہا کی شان میں بدگوئی شروع کی بعض مسلمان بھی ان کے فریب میں آ گئے اور ان کی زبان سے بھی کوئی کلمہ بے جا سرزد ہوا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں اور ایک ماہ بیمار رہیں۔ اس زمانہ میں انہیں اطلاع نہ ہوئی کہ منافقین ان کی نسبت کیا بک رہے ہیں۔ ایک روز ام مسطح سے انہیں یہ خبر معلوم ہوئی اور اس سے آپ رضی اللہ عنہا کا مرض اور بڑھ گیا اور اس صدمہ میں اس قدر روئیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کے آنسو نہ

تھمتے تھے اور نہ ایک لمحہ کے لئے نیند آتی تھی۔ اس حال میں سیّد عالم ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی طہارت میں آیات قرآنی نازل ہوئیں۔ جن سے آپ کا شرف مرتبہ اتنا بڑھایا گیا اور آپ رضی اللہ عنہا کی طہارت و فضیلت از حد بیان ہوئی۔

☆ سید عالم ﷺ نے برسر منبر بقسم فرما دیا تھ۔ مجھے اپنے اہل وعیال کی پاکی وخوبی بالیقین معلوم ہے تو جس شخص نے ان کے حق میں بدگوئی کی ہے اس کی طرف سے میرے پاس کون معذرت پیش کر سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منافقین بالیقین جھوٹے ہیں۔ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا بالیقین پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سیّد عالم ﷺ کے جسم پاک کو مکھی کے بیٹھنے سے محفوظ رکھا کہ وہ نجاستوں پر بیٹھتی ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو بدعورت کی صحبت سے محفوظ نہ رکھے۔

☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی اس طرح آپ ﷺ کی طہارت بیان فرمائی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا تاکہ اس سایہ پر کسی کا قدم نہ پڑے تو جو پروردگار آپ ﷺ کے سایہ کو محفوظ رکھتا ہے کس طرح ممکن ہے کہ وہ آپ ﷺ کے اہل کو محفوظ نہ فرمائے۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک جوں کا خون لگنے سے پروردگار عالم نے آپ ﷺ کو نعلین اتار دینے کا حکم دیا جو پروردگار آپ ﷺ کے نعلین کی اتنی سی آلودگی کو گوارا نہ فرمائے۔ ممکن نہیں کہ وہ آپ کے اہل کی آلودگی گوارا کرے۔ اس طرح بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن نے قسمیں کھائیں۔

☆ صاحب ''سیرۃ الصدیق رضی اللہ عنہ'' کے بیان کے مطابق خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ایک سو اکیاسی احادیث مروی ہیں۔

اٹھاسی حدیثیں ایسی ہیں جن میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان ہے۔ سترہ حدیثیں ایسی ہیں جن میں مجموعی طور پر خلفائے ثلاثہ کے فضائل ہیں۔ چودہ حدیثوں میں خلفائے اربعہ کے فضائل مجموعی طور پر مذکور ہیں۔ سولہ حدیثوں میں

خلفائے اربعہ کے ساتھ اور صحابہ کرام بھی شریک فضائل ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس طرح (81 + 88 + 17 + 14 + 16 = 316) تین سو سولہ (۳۱۶) حدیثیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں روایت کی گئی ہیں۔ یہ تعداد تو ان حدیثوں کی ہے جو مخصوص نام کے ساتھ ہیں۔ جن ہزاروں حدیثوں میں مہاجرین، مومنین وغیرہ اہل ایمان و صلاح کے فضائل مذکور ہیں۔ وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں صادق آتی ہیں۔ (باب سوم، ص ۱۳۴۔۱۳۳)

☆ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''احادیث سے حضرت ابوبکر کی افضلیت کی چار وجوہات معلوم ہوتی ہیں۔ اول امت میں مرتبہ علیا پانا۔ صدیقیت اسی سے مراد ہے۔ دوم ابتدائے اسلام میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت۔ سوم نبوت کے کاموں کو اتمام تک پہنچانا۔ چہارم آخرت میں علو (بلند) مرتبہ''۔

(ازالۃ الخفاء جلد ۲)

☆ صوفیائے کرام نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ضمنیت کبریٰ کا مرتبہ حاصل تھا اور ان کی نسبت ابراہیمی تھی۔ قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب ''اواہ'' (دردمند) ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اسی لقب سے یاد کرتے تھے۔ (سیرۃ الصدیق، باب ۳)

☆☆☆☆☆

بحر بیکراں صدیق اکبر، صداقت کا جہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
زمانہ حشر تک کہتا رہے گا، تمہاری داستاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
تم ہی تو یار غار مصطفیٰ ہو، تم ہی تو جان جاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
تمہارے آستاں پر جھک رہی ہے، نگاہ دو جہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
تجھ سے رونق دین نے پائی عرب میں، شام میں
مقتداء ہے تو علی رضی اللہ عنہ کا، بوذر رضی اللہ عنہ و سلمان رضی اللہ عنہ کا

☆صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے متعلق ضروری عقائد☆

☆ عقیدہ نمبر 1: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت بڑی چیز ہے۔ اس امت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رتبہ سب سے بڑا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت حاصل ہوگئی۔ مابعد والوں میں بڑے سے بڑا بھی اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔

ف: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد غزوۂ بدر میں تین سو چودہ (۳۱۴) تھی اور حدیبیہ میں پندرہ سو، فتح مکہ میں دس ہزار، حنین میں بارہ ہزار، حجۃ الوداع یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری حج میں چالیس ہزار، غزوہ تبوک میں ستر ہزار، بوقت وفات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لاکھ چوبیس ہزار اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کتب حدیث میں روایات منقول ہیں۔ ان کی تعداد ساڑھے سات ہزار ہے۔

☆ عقیدہ نمبر ۲: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مہاجرین و انصار کا مرتبہ باقی صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ ہے اور مہاجرین و انصار میں اہل حدیبیہ کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے اور اہل حدیبیہ میں اہل بدر اور اہل بدر میں چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا رتبہ سب سے زیادہ ہے اور چاروں خلفاء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب سے فائق ہے۔

ف: مہاجرین ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کہتے ہیں جنہوں نے خدا اور رسول کے لئے اپنے وطن مکہ معظمہ کو چھوڑ دیا جن کی مجموعی تعداد ایک سو چودہ تھی اور انصار ان صحابہ کرام کو کہتے ہیں جو مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور

مہاجرین کو اپنے شہر میں جگہ دی اور ہر طرح مدد کی۔

☆ عقیدہ نمبر ۳: چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا افضل امت ہونا خلافت کی وجہ سے نہیں ہے۔ اگر بالفرض بجائے ان کے دوسرے حضرات خلافت کے لئے منتخب ہو جاتے تو بھی یہ حضرات افضل امت مانے جاتے۔

☆ عقیدہ نمبر ۴: خلیفۂ رسول مثل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معصوم نہیں ہوتا۔ نہ اس کی اطاعت ہر کام میں مثل رسول کی اطاعت کے واجب ہوتی ہے۔ بالفرض کوئی خلیفہ سہواً یا عمداً کوئی حکم شریعت کے خلاف دے تو اس حکم میں اس کی اطاعت نہ کی جائے گی۔ عصمت خاصۂ نبوت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو معصوم ماننا عقیدہ نبوت کے خلاف ہے۔

☆ عقیدہ نمبر ۵: خلیفۂ رسول کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ دین میں نئے احکام دے۔ نہ اس کو کسی چیز کے حلال و حرام کرنے کا اختیار ہوتا ہے بلکہ اس کا صرف یہ کام ہے کہ قرآن و حدیث پر لوگوں کو عمل کرائے۔ احکام شرعیہ کو نافذ کرے اور انتظامی امور کو سرانجام دے۔

☆ عقیدہ نمبر ۶: خلیفۂ رسول کا مقرر کرنا خدا تعالیٰ کے ذمہ نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ جس طرح امام نماز کا مقرر کرنا مقتدیوں کے ذمہ ہوتا ہے۔

ف: اہل سنت و جماعت جو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت کو منجانب اللہ مانتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ چاروں خلفاء مہاجرین میں سے ہیں اور مہاجرین میں اہل بیت خلافت کا ہونا اور جو ان میں سے خلیفہ ہو جائے اس کی خلافت کا پسندیدۂ خدا ہونا قرآن مجید میں وارد ہو چکا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے رسالہ تفسیر آیت تمکین از مولانا عبدالشکور لکھنوی)

اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا تینوں خلفاء کی خلافت کو منصوص کہنا بایں معنی نہیں ہے۔ خدا اور رسول نے ان کو خلیفہ کر دیا تھا بلکہ بایں معنی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خلافت دینے کا وعدہ فرمایا اور خلیفہ موعود کے متعلق کچھ علامات

اور کچھ پیشین گوئیاں ارشاد فرمائیں جو ان تینوں خلفاء میں پائی گئیں اور ان تینوں خلافتوں کے نہ ماننے کے بعد ان آیتوں کے صادق ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ علیٰ ہذا احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی ان تینوں خلفاء کے متعلق پیشین گوئیاں بہت ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق تو ان پیشین گوئیوں وغیرہ کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی آخری بیماری میں اپنی جگہ پر امام نماز بنا دیا تھا۔

☆ عقیدہ نمبر ۸: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کا نکاح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے ہوا' حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا' ان دونوں کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جن کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ یہ چاروں صاحبزادیاں بڑی برگزیدہ اور صاحب فضائل تھیں اور ان چاروں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رتبہ سب سے زیادہ ہے اور وہ اپنی ماؤں کے سوا سب جنتی بیبیوں کی سردار ہیں۔

☆ عقیدہ نمبر ۹: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس چچاؤں میں صرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے۔ ان دونوں کے فضائل بہت زیادہ ہیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مرتبہ خصوصیت کے ساتھ زیادہ ہے۔ ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہداء کا خطاب دیا تھا۔ جبکہ وہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ پھوپھیوں میں سے صرف حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشرف باسلام ہوئیں۔

☆ عقیدہ نمبر ۱۰: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاجرات یعنی ان کے باہمی جھگڑوں کا بیان کرنا حرام ہے مگر بضرورت شرعی و بہ نیت نیک اور جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہم کوئی جھگڑا ہوا تو ہمیں دونوں فریقوں سے حسن ظن رکھنا اور دونوں کا ادب کرنا لازم ہے۔ جس طرح دو پیغمبروں کے درمیان اگر کوئی بات اس قسم کی ہو جائے تو ہم کسی کو برا نہیں کہہ سکتے بلکہ دونوں پر ایمان لانا نص قرآنی سے ہم پر فرض ہے۔

(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم از مولانا عبدالشکور لکھنوی ص ۱۳-۸)

☆اہل بیت رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہمی تعلق☆

☆نسبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم............ایمان کا مرکز ومحور

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ایمان کا مرکز ومحور ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (سورۃ الفتح:۲۹)

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں۔ آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ وہ (صرف) اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلبگار ہیں''۔ (الفتح۔۲۹)

اس آیت کریمہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی شناخت کروائی جا رہی ہے لیکن تعارف اور شناخت کروانے کے لئے ان کی صفات کو سرفہرست بیان نہ کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان مقدس ہستیوں کی شناخت ''والذین معه'' کہہ کر کروائی ہے کہ ان تمام کی شناخت اور پہچان یہ ہے کہ یہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنگت اور صحبت والے ہیں۔ دوسرے لوگوں سے ان کی انفرادیت اور امتیاز یہ ہے کہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوئی ہے۔ الغرض! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، صحابہ تب بنے جب انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنگت ملی۔ اگر انہیں آپ کی سنگت نصیب نہ

ہوتی تو وہ اور سب کچھ ہو سکتے تھے۔ وہ عالم و فاضل، شہید، غازی، عبادت گزار، متقی اور پرہیزگار ہو سکتے تھے۔ بہت سی فضیلتوں، کمالات، درجات اور مراتب کے حامل تو ہو سکتے تھے مگر صحبت رسول ﷺ میسر نہ آنے کے سبب سے صحابیت کے شرف سے مشرف نہیں ہو سکتے تھے۔

رہبر خلق بن گئے جو تیری ﷺ راہ پر چلے
نازش کائنات ہیں تیرے غلام سب کے سب

☆ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے برابر کا تعلق

سورۃ الفتح کی مذکورہ آیت مبارکہ میں "والذین معہ" کے الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ اہل بیت پاک اور صحابہ کرام دونوں سے برابری کا تعلق رکھنا ضروری ہے جس نے حضور ﷺ کی سنگت اور نسبت والوں میں سے کسی ایک سے منہ پھیر لیا۔ خواہ وہ صحابہ کرام ہوں یا اہل بیت پاک، اس نے اپنا آدھا تعلق تاجدار کائنات ﷺ سے کاٹ لیا اور اپنے آدھے ایمان کو مفلوج کر لیا۔ لہٰذا اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کامل تعلق قائم اور ایمان سلامت رہے تو پھر اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام دونوں کا ادب و احترام اور محبت و تعظیم اپنے اوپر لازم کر لے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

راہ اعتدال کو چھوڑ کر افراط و تفریط کا راستہ اپنانے والوں کے لئے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا درج ذیل فرمان ایک تازیانے کی حیثیت رکھتا ہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے فرمایا کہ تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک مشابہت ہے۔ ان سے یہود نے بغض کیا۔ یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ پر زنا کی تہمت لگائی اور نصاریٰ ان کی محبت میں ایسے حد سے گزرے کہ ان کی خدائی کے معتقد ہو گئے۔ ہوشیار! میرے حق میں بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے۔

محب مفرط یفرطنی بمالیس فی و مبغض یحملہ شنانی علی

ان یبھتنی (مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد ۵۶۵)

ایک زیادہ محبت کرنے والا جو مجھے میرے مرتبے سے بڑھائے گا اور حد سے تجاوز کرے گا۔ دوسرا بغض رکھنے والا جو عداوت میں مجھ پر بہتان باندھے گا''۔

خود شیعہ مذہب کے نزدیک معتبر کتاب ''نہج البلاغہ'' میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔

☆ ''میرے معاملہ میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ ایک محبت کرنے والا' حد سے بڑھانے والا۔ وہ محبت اس کو غیر حق کی طرف لے جائے گی۔ دوسرا بغض رکھنے والا حد سے کم کرنے والا' وہ بغض اس کو خلاف حق کی طرف لے جائے گا اور سب سے بہتر حال میرے معاملہ میں میانہ رو جماعت کا ہے۔ پس اس میانہ رو جماعت کو اپنے لئے ضروری سمجھو اور (بڑی جماعت) سواد اعظم کے ساتھ وابستہ رہو کیونکہ اللہ کا ہاتھ اسی جماعت پر ہے اور خبردار! اس جماعت سے الگ نہ ہونا کیونکہ جو شخص جماعت سے الگ ہوگا وہ اسی طرح شیطان کا شکار ہوگا جس طرح ریوڑ سے الگ ہونے والی بکری بھیڑیئے کا شکار ہوتی ہے''۔ (ترجمہ وشرح نہج البلاغہ جلد اول ص ۳۸۳)

☆ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عمل سے دلیل

شیعہ مذہب کی معتبر کتاب ''کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمۃ'' میں عروہ بن عبداللہ سے مروی ایک واقعہ مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ تلواروں کے دستے پر چاندی چڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب میں آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار کے دستے پر چاندی چڑھائی تھی۔ (عروہ بن عبداللہ نے بھی شاید ہمارے دور کی طرح اپنے وقت کے مولویوں اور ذاکروں کو سن کر یہ رائے قائم کر لی تھی کہ اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مخالفت ہے) چنانچہ انہوں نے پوچھا کہ:

آپ بھی صدیق کہتے ہیں؟ یہ سن کر امام محمد باقر رضی اللہ عنہ جلال میں آ کر کھڑے ہو

گئے' قبلہ رخ منہ کر لیا اور فرمایا:

نعم الصدیق' نعم الصدیق' نعم الصدیق فمن لم یقل له الصدیق فلا صدق الله قولا فی الدنیا ولا فی الآخرة

(کشف الغمہ فی معرفۃ الآئمۃ' ۲.۳۵۹)

''ہاں وہ صدیق ہیں' ہاں وہ صدیق ہیں' ہاں وہ صدیق ہیں اور جو انہیں صدیق نہ کہے گا اس کی بات کو اللہ دنیا میں بھی جھوٹا کر دے گا اور آخرت میں بھی''۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو تکنا عبادت ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب میرے والد یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اکٹھے بیٹھے ہوتے تو میں دیکھتی کہ میرے والد اکثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ تکتے رہتے' ان کی نگاہ ہر وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر رہتی' ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ ابا جان! آپ خود اتنے بلند مرتبہ ہیں تو پھر آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو کیوں دیکھتے رہتے ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ ہر وقت تکتا رہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کی عزت کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**النظر الی وجه علی عبادة**'' (الصواعق المحرقہ' ۱۷۷)''(حضرت) علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو (فقط) دیکھنا (بھی) عبادت ہے''۔

قارئین کرام! انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (المستدرک الحاکم' ۱۴۲' کنز العمال ۶:۱۵۸' الصواعق المحرقہ' ۱۲۳)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ذکر علی عبادة

(کنز العمال ۶:۱۵۶)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کا ذکر عبادت ہے''۔

بے شک صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے درمیان بے حد قلبی محبت موجود تھی۔

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حبِ علی رضی اللہ عنہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ''غدیر خم'' میں قیام پذیر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دو مرتبہ فرمایا: ''تم نہیں جانتے ہو کہ میں ہر مومن کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ عزیز و پیارا اور بہتر ہوں؟'' سب نے کہا ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و اعاد من عاداہ''

''اے اللہ! جس کا میں دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ! اس سے محبت رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے''۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔

ھنیئا یا ابن ابی طالب اصبحت وامیست مولی کل مومن ومومنۃ (مشکوۃ المصابیح بحوالہ احمد)

''اے ابن ابی طالب! تم صبح و شام خوش رہو اور تمہیں ہر مومن مرد اور ہر مومن عورت کا دوست ہونا مبارک ہو''۔

کتب سیر و تاریخ میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں آپ کے پاس دو دیہاتی لڑتے ہوئے آئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کر دیا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ ہمارے درمیان کیا فیصلہ کرے گا؟

فوثب علیه العمر واخذ بتلبیبه وقال ویحك ماتدری من هذا ؟ هذا مولاك و مولی کل مومن من لم یکن مولاه فلیس مومن (الصواعق المحرقہ ۱۷۹)

''پس یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا گریبان پکڑ کر فرمایا'' جانتا ہے یہ کون ہیں؟ یہ تیرے اور ہر مومن کے مولیٰ ہیں اور جس کے یہ مولیٰ نہیں ہیں وہ مومن نہیں ہے''۔

☆ حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے عقد میں

سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب ایران فتح ہوا تو ایران کے آخری بادشاہ یزدگرد کی بیٹی حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا جنگی قیدی بن کر مالِ غنیمت میں آئیں۔ جب مالِ غنیمت تقسیم ہونے لگا تو اہل مدینہ اور اسلامی لشکر سوچنے لگا کہ دیکھتے ہیں ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹی شہر بانو کس خوش نصیب کے حصے میں آتی ہے۔ جب مالِ غنیمت تقسیم کرتے ہوئے شہر بانو کی باری آئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ یزدگرد کی بیٹی شہزادی ہے۔ اسے میں جس کی زوجیت میں دوں گا وہ بھی شہزادہ ہی ہوگا۔ لوگ سوچنے لگے کہ دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں شہزادہ کون ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے حسین رضی اللہ عنہ! ہمارے ہاں شہزادہ تو ہی ہے اور حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دے دیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ترجیح دی کیونکہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت پاک بھی دل و جان سے عزیز اور محبوب تھے۔

☆ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے اِذن عام

ایک مرتبہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کے دروازے پر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما دروازے پر کھڑے ہوئے حاضر ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ اتفاق سے ان کو حاضر ہونے کی اجازت نہ ملی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ یہ خیال کر کے کہ جب انہوں نے اپنے بیٹے کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی تو مجھے کب اجازت دیں گے، واپس آ گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اس خیال سے واپس چلے گئے ہیں تو آپ فوراً حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے آپ کے تشریف لانے کی اطلاع نہ تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں اس خیال سے واپس آ گیا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو اجازت نہیں دی تو مجھے کب دیں گے؟'' یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

انت احق بالاذن منه وهل ابنت الشعر في الراس بعد الله الا انتم (الصواعق المحرقہ ۱۷۹)

''تم اس سے زیادہ اجازت کے مستحق ہو اور یہ بال سر پر اللہ تعالیٰ کے بعد کس نے اگائے سوائے تمہارے (یعنی تمہاری بدولت ہی راہ راست پائی اور تمہاری برکت سے اس مرتبے کو پہنچا)''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اذا جئت فلا تستاذن (الصواعق المحرقہ:۱۷۹)

''آپ جب تشریف لایا کریں تو بغیر اجازت کے آ جایا کریں''۔

☆ قارئین محترم! مذکورہ تمام واقعات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت پاک کے درمیان کسی قسم کی عداوت یا رنجش نہیں تھی بلکہ ان کے درمیان باہم محبت و الفت کا رشتہ تھا۔ بے شک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اطہار کا ادب و احترام اور محبت و مودّت عین ایمان ہے۔ دونوں میں کسی ایک کو بھی

چھوڑنا بالواسطہ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی ہے اس لئے یاد رکھ لیجئے کہ خواہ کوئی ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھے یا ہاتھ باندھ کر' رفع یدین کرے یا نہ کرے' یہ اپنا اپنا مسلک ہے اس سے ایمان پر زد نہیں آتی البتہ اسلام کی حد کو کبھی توڑنے کی کوشش نہ کیجئے' یہ حد صحابہ کرام اور اہل بیت پاک کے ادب و احترام کی حد ہے۔ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف کفر منسوب کرتا ہے یا گالی دیتا ہے وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ کفر منسوب کرنا یا گالی دینا چاہے ظاہراً یا باطناً ہو' اشارے یا کنایہ سے ہو' بالواسطہ ہو یا بلاواسطہ ہو کیونکہ ایسے شخص کا رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے کوئی تعلق نہیں کہ وہ بالواسطہ طور پر اپنی اس گستاخی و زبان درازی کا نشانہ ذات مصطفیٰ ﷺ کو بنا رہا ہے جو یقیناً کفر ہے۔

اسی طرح وہ شخص جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف تو عمر بھر کرتا رہے' عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے نعرے لگاتا رہے مگر اپنے دل میں اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت نہ رکھے' اس کے دل میں اہل بیت کے بارے میں بغض ہو اور اہل بیت رضی اللہ عنہم اطہار کا ذکر سن کر اس کے دل میں گھٹن آئے اور اس کی روح پر کدورت چھا جائے' اس کا بھی اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ شخص بھی بے ایمان ہے اور جہنم کا ایندھن ہے۔

☆ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا ارشاد

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں فرماتے ہیں: (ترجمہ) ''یہ دونوں امام ہیں' عادل انصاف کرنے والے' دونوں حق پر تھے۔ حق پر ہی ان کا انتقال ہوا۔ ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو''۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ امام اور خلیفہ برحق تھے۔ وہ عادل اور منصف تھے۔ وہ حق پر تھے اور وفات تک حق پر رہے۔ وہ قیامت کے دن مستحق رحمت الٰہی ہیں۔ ظاہر ہے خلیفہ برحق وہی ہو سکتا ہے جو غاصب و خائن نہ ہو اور رحمت الٰہی کا مستحق بھی وہی ہوتا ہے جو ایمان و تقویٰ میں کامل و مکمل ہو۔ غرضیکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ان تمام مطاعن کا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کئے جاتے ہیں قلع قمع ہو گیا۔

☆ حضرت امام حسن عسکری علیہ الرحمۃ کا فیصلہ

امام عسکری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضور سیّد عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (ترجمہ) ''بالیقین اللہ تعالیٰ نے تم کو بمنزلہ میرے سمع و بصر کے کیا ہے اور میرے ساتھ تم کو وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہوتی ہے۔ (تفسیر حسن عسکری مطبوعہ ایران ۱۶۴/۱۶۵ سورہ بقرہ)

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے اس تفسیری نوٹ سے واضح ہوتا ہے کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ ''فنا فی الرسول'' کے درجہ پر فائز تھے۔ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کو جو محبت وعقیدت تھی وہ یک جان و دو قالب کی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ اہل عشق و محبت ہی حضور علیہ السلام کے مذکورہ بالا کلمات طیبات کی عظمت کا احساس کر سکتے ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی ''سمع و بصر'' اور جان و دل قرار دے کر آپ رضی اللہ عنہ کے افضل امت ہونے کی ایسی نشاندہی فرمائی جس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

☆ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

امیر المومنین سیّدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے مکتوب بنام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں تحریر فرمایا: (ترجمہ) ''اور اسلام میں سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اخلاص رکھنے میں سب سے بڑھ کر جیسا کہ تم نے سمجھا خلیفہ صدیق ہیں اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق ہیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم تحقیق ان دونوں کا مقام اسلام میں بڑا ہے اور بہ تحقیق ان کی وفات سے اسلام کو سخت زخم لگا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت نازل فرمائے اور ان کو ان کے اچھے کاموں کا ثواب عطا فرمائے''۔

(شرح نہج البلاغہ علامہ ابن میثم مطبوعہ ایران جز و ۳، بحوالہ یاران مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تفسیر قمی مطبوعہ ایران میں ۱۵۸ زیر آیت ''ثانی اثنین اذھما فی الغار'' میں علی بن ابراہیم بن ہاشم قمی تلمیذ حضرت امام حسن عسکری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:

(ترجمہ) ''جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور اس کے اصحاب کی کشتی کو سمندر میں کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے بھی دکھلایئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی آنکھوں کو ہاتھ سے چھوا تو اس نے بھی ان کو دیکھا جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تو صدیق ہے''۔

☆ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشادات

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہم سب کے سردار، ہم سب سے بہتر اور حضور علیہ السلام کو ہم سب سے پیارے تھے''۔ (ترمذی)

اہل زمین کے ایمان کو ایک پلڑے میں اور دوسرے پلڑے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کو تولا جائے تو صدیق رضی اللہ عنہ کا پلڑا زیادہ وزنی ہوگا۔

☆ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نیکوکاری میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کبھی نہیں بڑھے۔

☆ حضرت ربیع بن یونس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کتب سماویہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مثال بارش سے دی گئی ہے کہ جہاں پڑتی ہے نفع بخشتی ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوبکر خلیفہ نہ ہوتے تو خدائے واحد کی پرستش کرنے والا ایک بھی نہ دکھائی دیتا۔

قارئین محترم! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کارناموں کو آنیوالی کوئی بھی نسل فراموش نہ کر سکے گی اور قیامت تک ان کے اوپر سلام بھیجنے والے پیدا ہوتے رہیں گے۔

(محمد یوسف کیفی)

☆خلافتِ راشدہ☆

۱۱ہجری تا ۴۱ ہجری بمطابق ۶۳۲ء تا ۶۶۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشادِ ربانی:

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ" (سورۃ النور آیت ۵۵)

ترجمہ: اللہ نے ایسے لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے (جس کا ایفا اور تعمیل امت پر لازم ہے) جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ ضرور انہی کو زمین میں خلافت (یعنی امانت اقتدار کا حق) عطا فرمائے گا جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو (حق) حکومت بخشا تھا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لئے ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے (غلبہ و اقتدار کے ذریعہ) مضبوط و مستحکم فرما دے گا"۔

ارشادِ نبوی ﷺ

اَلْخِلَافَةُ بَعْدِيْ ثَلَاثُوْنَ عَامًا ثُمَّ مَلَكٌ بَعْدَ ذٰلِكَ

ترجمہ: "میرے بعد نظام خلافت تیس سال تک رہے گا۔ اس کے بعد ملوکیت کا دور دورہ ہوگا"۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''تم میں نبوت کا وجود اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اللہ چاہے گا' پھر اللہ نبوت کو اٹھا لے گا' اور اس کے بعد نبوت کے طریقہ پر خلافت ہوگی جب تک اللہ چاہے گا' پھر اللہ تعالیٰ خلافت کو اٹھا لے گا اور اس کے بعد بادشاہت ہوگی کاٹنے والی (یعنی جس میں بعض لوگ بعض پر زیادتی اور ظلم کریں گے) جب تک اللہ اس کو چاہے گا' قائم رکھے گا' پھر اللہ تعالیٰ اس کو بھی اٹھا لے گا' پھر تکبر اور غلبہ کی حکومت ہوگی اور جب تک اللہ چاہے گا وہ قائم رہے گی' پھر اللہ تعالیٰ اس کو اٹھا لے گا اور اس کے بعد نبوت کے طریقہ پر خلافت قائم ہوگی''۔

(مشکوٰۃ شریف جلد دوم' امام احمد اور امام بیہقی نے ''دلائل نبوت'' میں روایت کیا)

''خلافت'' ایک عربی لفظ ہے اس کے لغوی معنی جانشینی' قائم مقامی اور نیابت کے ہیں۔ اس لفظ کا مادہ خلف ہے۔ لفظ خلافت خود اپنے معنی مفہوم اور منشاء کا آئینہ دار ہے اور بقول شاہ معین الدین احمد ندوی: وہ (لفظ خلافت) ایک اصل کا سایہ' ایک آئینے کا عکس اور ایک حقیقی منصب کی قائم مقامی ہے اسی کو امام کے لفظ سے بھی کبھی تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ دونوں لفظ ''خلیفہ'' اور ''امام'' ایک ہی شخص کی دو مختلف حیثیتوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ اپنے پیشرو کے نائب اور قائم مقام ہونے کے لحاظ سے وہ خلیفہ اپنے زمانے کے پیروؤں کے لحاظ سے وہ پیشوا ہے۔ اس بنا پر درحقیقت خلافت و امامت پیغمبر کی قائم مقامی اور اس کے بعد اور اس کی امت کی پیشوائی ہے۔ صحیحین میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں انبیاء اور پیغمبر سیاست کرتے ہیں۔ جب ایک پیغمبر مرتا تھا تو دوسرا پیغمبر پیدا ہوتا تھا لیکن پیغمبری اب ختم ہوگئی تم میں خلفاء ہوں گے''۔ (''خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم'' ۔ صفحہ ۴)

☆ راشدین کا واحد راشد ہے جس کا مطلب صاحب رُشد یا باہدایت ہے چونکہ خلفائے راشدین رحمۃ اللہ علیہ لہ رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادِ فرمودہ کے راستے پر گامزن رہے اور ہر معاملے میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے رہے' اس

لئے ان کو خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور ان کے بابرکت زمانے کو خلافت راشدہ کہتے ہیں۔

اس میں بوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہوں یا ہوں عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ
سب کی خوشبو سے مہکتا ہے خلافت کا چمن

افضل الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سب سے افضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایمان اور اسلام کی دولت سے مالا مال کیا' اپنے آخری نبی کی حمایت و نصرت کے لئے انہیں منتخب فرمایا اور اپنی دائمی خوشنودی کا پروانہ عطا کیا۔

قرآن حکیم میں کہا گیا ہے: رضی اللّٰہ عنهم و رضوا عنه ۔

یعنی اللہ ان (صحابہ رضی اللہ عنہم) سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پورے طبقے میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا رتبہ سب سے زیادہ بلند ہے۔

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ' عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ
ہم مرتبہ ہیں یاران نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

اسلام میں خلافت اس حکومت کو کہتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو مضبوط و مستحکم کرے۔ اللہ تعالیٰ یہ خلافت اپنے نیک مسلمان بندوں کو عطا کرتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں کئی جگہ مذکور ہے (سورۃ النور' آیت ۵۵ کا حوالہ اسی ضمن میں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں) ''خلافت راشدہ'' اس حکومت و ریاست کو کہتے ہیں جس کا تمام ملکی اور قومی نظم و نسق طریق نبوت کے مطابق ہو اور ''خلیفہ راشد'' اس حکمران کو کہا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائم کردہ حکومت کا وارث و جانشین ہو۔

☆ نبوت کے بعد اسلام میں سب سے بڑا درجہ اور رتبہ خلافت کا ہے اسی لیے ایسے امور میں جن کی نسبت پیغمبر کی وحی اور فیصلہ موجود نہ ہو' خلافت کا فیصلہ اور حکم واجب الاطاعت ہے۔ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ ''میرے بعد میرے

ہدایت پائے ہوئے جانشینوں کی پیروی کرو''۔

محسن انسانیت ﷺ فرماتے ہیں: ''**اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم**''۔ ''میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے''۔

اسلام کا زمانے میں سکہ بٹھا دیا ہے
اپنی مثال آپ ہیں یاران مصطفیٰ ﷺ

☆ ظہور اسلام کے بعد ارضی خلافت مسلمانوں کو ملی اور اس سلسلے کے پہلے خلیفہ خود شارع علیہ السلام آنحضور سرور کائنات ﷺ تھے یعنی وہ ''خلیفۃ اللہ'' تھے۔ ان کے بعد جن لوگوں نے عالم اسلام کی عنان حکومت سنبھالی وہ ان کے خلفاء تھے یعنی ''خلیفۃ الرسول'' (آنحضور ﷺ کے نائب) جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ جہاں تک روئے زمین پر خدا کی نیابت اور خلافت کا تعلق ہے یہ شرف اللہ تعالیٰ بقول قرآن حکیم اپنے صالح بندوں کو عطا کرتا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل دیکھے تو ان میں سرور کائنات ﷺ کے دل کو سب سے بہتر پایا اور اس لئے ان کو چن لیا اور آپ ﷺ کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا (یعنی زمین پر خلیفۃ اللہ مقرر فرمایا)۔ پھر آپ ﷺ کے دل کے بعد اپنے بندوں کے دل دیکھے تو آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے دل کو سب سے بہتر پایا۔ اس لیے ان رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کا نائب بنایا جو آپ ﷺ کے دین کی حفاظت کے لئے جنگ کرتے ہیں۔

☆ لیکن یہ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پورا گروہ خلیفہ نہیں ہو سکتا تھا اس لیے خود اس گروہ میں ایسی مخصوص قیود و اوصاف کا اضافہ کیا گیا جس سے خلافت کا مفہوم خدا اور رسول ﷺ کے منشاء کے مطابق محدود ہو کر بالکل مکمل ہو جائے اور جن لوگوں میں یہ اوصاف موجود ہوں ان کی نسبت یہ اطمینان حاصل ہو سکے کہ وہ خلافت کو صحیح اصولوں پر چلائیں گے۔ چنانچہ قرآن و حدیث کے اشارات و تلمیحات سے خلافت کے مفہوم کی

تکمیل کے لئے جن مخصوص اوصاف کی ضرورت تھی' وہ صحابہ کبار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں موجود تھے اور حدیث شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام امت میں افضل تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ وغنی رضی اللہ عنہ و مرتضیٰ رضی اللہ عنہ
مصطفیٰ صل علیٰ کی چار یاری واہ وا!

☆ آنحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ سے بھی ان صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی فضیلت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا: کیا تم پہلے شخص نہیں ہو جو میری امت میں سے جنت میں داخل ہو گے؟ تم غار میں میرے رفیق تھے اور حوض کوثر پر میرے رفیق ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ گزشتہ امتوں میں محدثین تھے۔ اگر میری امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: کہ جس سے فرشتے شرماتے ہیں' کیا میں اس سے نہ شرماؤں؟ ہر پیغمبر کے رفیق ہوتے ہیں اور جنت میں میرا رفیق عثمان رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی نسبت ارشاد ہوا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ میرے ساتھ تم کو وہی نسبت حاصل ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان صحابہ کبار (خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم) کے ایسے اوصاف بیان فرمائے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہی خلافت کے حقیقی مستحق تھے۔

رہبر خلق بن گئے جو تیری صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہ پر چلے
نازش کائنات ہیں تیرے غلام سب کے سب

تاجدار مدینہ سرور قلب و سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری امت پر سب سے زیادہ رحمدل ابوبکر رضی اللہ عنہ' خدا تعالیٰ کے بارے میں سب سے زیادہ بولنے والا عمر فاروق رضی اللہ عنہ' سب سے زیادہ حیادار انسان عثمان رضی اللہ عنہ اور سب سے بڑے قاضی علی رضی اللہ عنہ

ابن ابی طالب ہیں۔ ایک اور حدیث کے مطابق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو ان کو امین، دنیا کو حقیر سمجھنے والا اور آخرت کا شائق پاؤ گے۔ اگر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو ان کو قوی امین پاؤ گے جو خدا کے بارے میں ملامت کا خوف نہ کریں گے اور اگر علی رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔

☆ قارئین باتمکین! آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں بھی ان بزرگوں سے ایسے ذمہ داری کے کام لیے جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان بزرگوں کو منصب خلافت کے لائق اور مستحق پایا اور لوگوں کو یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ آپ ﷺ ان بزرگوں کو اہلیت اور اقامت دین کے سلسلے میں دوسروں سے افضل و اعلیٰ سمجھتے تھے مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو متعدد مواقع پر آپ ﷺ نے اپنی جگہ ''امام'' بنایا اور ''امیر الحج'' مقرر فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بعض غزوات کا امیر بنایا اور صدقات مدینہ کا عامل مقرر فرمایا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے وقت سفیر مقرر فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی مقرر کر کے بھیجا۔

؎ قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا کہ: میرے بعد لوگوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کرو۔ اسی طرح امور دین کے ضمن میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''تم پر میری سنت اور میرے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کا اتباع فرض ہے''۔

مندرجہ بالا حقائق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی خدا اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق خلافت کے حقیقی مستحق اور اہل تھے اور

اقامت دین کے سلسلے میں ان کی فضیلت و اہمیت واضح، عیاں اور مسلمہ حقیقت ہے۔

چراغ و مسجد و محراب و منبر
ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور حیدر رضی اللہ عنہ

☆☆☆☆☆☆

مقامِ صدیق رضی اللہ عنہ

اس بات میں نہیں مجھے عابدؔ کوئی کلام
اصحاب میں بلند ہے صدیق کا مقام

ہوں کتنا خوش نصیب کہ ہیں مصطفیٰ کے بعد
صدیقؓ میرے راہبر و مرشد و امام

قدموں میں میرے کیوں نہ ہو فرِ شہنشہی
سو جان سے ہوں حضرت صدیقؓ کا غلام

وہ پاسبانِ ختم نبوت، وہ یارِ غار
قائم ہے جس کے صدق سے کونین کا نظام

جس نے خدا کی راہ میں سب کچھ لٹا دیا
مولائے کائنات کو تھا جس کا احترام

آساں تھا جس پہ جیشِ اسامہؓ کا مرحلہ
اُس جانشینِ سرورِ کونین پر سلام

اس فخر پر زمانے کی سب عظمتیں نثار
اپنی جگہ نبی نے بنایا انہیں امام

جس دل میں ہے محبتِ صدیقؓ جاگزیں
واللہ اس پہ آتشِ دوزخ ہوئی حرام

چاہو اگر دور دوں ملت کی مشکلات
نافذ کرو خلافتِ صدیقؓ کا نظام

☆☆☆☆☆☆

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ''میں ابوبکر و عمر کے فضائل کا منکر نہیں ہوں لیکن ابوبکر عمر سے افضل ہیں''۔ (احتجاج طبرسی، ص ۲۰۶ بحوالہ مذکورہ)

☆☆☆☆☆☆

رہ الفت میں جس نے دیدیا گھر بار سب اپنا
نہیں صدیق سا شیدائے ختم المرسلین کوئی
یہ خواہش تھی کہ بس دیکھا کریں حضرت کی صورت کو
نہ آتا تھا نظر ان کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سا حسین کوئی
رسول اللہؐ نے وہ سینۂ صدیق میں سونپا
جو ان کے سینۂ اقدس میں تھا نور مبیں کوئی
جناب مرتضیٰ ان کے ہاتھوں پہ جو کی بیعت
نہ مانے ان کو پھر کیوں کر امام الاولین کوئی

☆☆☆☆☆

☆حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بشارت☆

☆ ۱- ایک روز ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز مانگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا پھر آنا' وہ بولی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو سکتا ہے میں آؤں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ مل سکیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں نہ ملوں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ جانا وہ میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا۔

☆ ۲- حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو کھجوروں کے لدے ہوئے چند اونٹ دیئے۔ اس نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی بخشش وجودت کا مظاہرہ نہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شاید تیرے ساتھ ایسا ہی کریں۔ اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کون؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' اس شخص نے یہی بات حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کی۔ انہوں نے واپس کر دیا تاکہ پوچھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد مجھے ایسی عطا سے کون نوازے گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ پھر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاؤ جا کر پوچھو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد کون ایسی بخشش کرے گا؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو خاموش ہو گئے۔

☆ ۳- ایک اعرابی چند تلواریں مدینہ منورہ میں فروخت کرنے کے لئے لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے چند دنوں کی مہلت پر وہ تلواریں خرید لیں۔ حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی سے پوچھا: تم نے تلواروں کا کیا کیا' کہا: میں نے وہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس فروخت کر دی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے: اگر اسی دوران حضور علیہ السلام کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو تمہاری تلواروں کی قیمت کون ادا کرے گا؟ اعرابی نے کہا: مجھے کیا پتہ۔ میں جا کر پوچھتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: ''تمہارے مال کی ادا' میرے دین کی قضا اور میرے عہد کی وفا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کریں گے۔ اعرابی نے آ کر یوں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بتا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر ابوبکر کو حادثہ پیش آ جائے تو پھر تمہارا مال کون دے گا؟ کہنے لگا میں پوچھتا ہوں۔ حضور علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور پوچھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر مجھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرے قائم مقام ہوں گے اور میری دینی قضائیں دیں گے اور میرے وعدوں کا ایفا کریں گے۔ اعرابی نے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آ کر بتا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی حادثہ پیش آ جائے تو پھر کیا ہوگا؟ اعرابی پھر حضور علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور پوچھا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضور علیہ السلام نے فرمایا: جس وقت مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی حادثہ پیش آئیگا تو تجھے بھی موت آ لے گی۔

☆ ۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دن میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا تھا۔ مکان کا دروازہ بند تھا۔ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے باہر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی آمد کی اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان کے لئے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی خوشخبری و بشارت دو اور یہ بھی کہہ دو کہ وہ میرے بعد میرے خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد کسی اور شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے انس! دیکھو کون ہے؟ میں نے باہر جا کر دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے حضور علیہ السلام کو بتایا تو حکم ہوا' اس کے لئے دروازہ کھول دو اور اسے بہشت کی خوشخبری دو اور کہہ دو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد تم خلیفہ ہو گے۔ پھر ایک تیسرا آدمی آیا اور دروازے پر دستک دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے انس! دیکھو کون ہے؟ میں نے دیکھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: انہیں بھی جنت کا مژدہ سنا کر دروازہ کھول دو اور کہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد وہ خلیفہ ہوں گے پھر فرمایا: جب وہ خوب پھلیں پھولیں گے تو انہیں شہید کر دیا جائے گا۔

☆ ۵- حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے کہ سرور کائنات ﷺ نے اپنے دست مقدس پر ایک پتھر رکھ کر مسجد کی اساس و بنیاد رکھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اپنا پتھر میرے پتھر کے پہلو میں رکھو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اپنا پتھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھو۔ پھر فرمایا۔ یہ میرے بعد بالترتیب خلیفہ ہوں گے۔

☆ ۶- جب جنگ حنین میں گھمسان کا رن پڑا تو حضرت جندب (سیدنا ابوذر غفاری بن جنادب رضی اللہ عنہ) حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔ حضور ﷺ! ہمیں بتایئے کہ آپ ﷺ کے اصحاب سے گرامی ترین شخص کون ہے؟ جسے ہم کسی امر واقعہ کے بعد آپ ﷺ کا خلیفہ منتخب کر لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: یہ ہیں میرے وزیر' ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو میرے بعد قائم مقام ہوں گے۔ ان کے بعد میرے دوست عمر رضی اللہ عنہ کی باری ہے جو نہایت صائب باتیں کرتے ہیں۔ ان کے بعد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جو مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور پھر علی رضی اللہ عنہ میرے بھائی ہیں جو محشر میں میرے مصاحب ہوں گے۔ رضی اللہ عنہم۔

☆ ۷- حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سرور عالم ﷺ سے سنا کہ میرے بعد مدت خلافت تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد ملوکیت اور سلطانیت کا

تسلط ہو جائے گا۔

۸۔ ایک دن حضور سرور کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جبل حرا پر تشریف لے گئے۔ پہاڑ کانپنے لگا تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: آرام کر! تجھے پتہ نہیں میرے ساتھ کون ہے؟ وہ میرا صدیق وشہید ہے۔

۹۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے عرض کی: حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم! مجھے بعد از وفات اپنے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تو وہاں کیسے دفن ہو سکتی ہے؟ وہاں تو صرف میرے لئے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے، عمر رضی اللہ عنہ کے لئے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے لئے جگہ ہے۔

(شواہد النبوۃ، حضرت العلام نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ، ص ۲۴۳ تا ۲۴۶)

☆☆☆☆

حضرت علی سے ہے یہی وارد باجتہاد
ہر دو امام باقر و جعفر کا اس پہ صاد
سب اہل بیت کا یہی جازم تھا اعتقاد
تاکید ان کی تھی کہ رکھو بس اسی کو یاد
صدیق ہی تھے بعد نبی افضل البشر

خلیفہ اوّل

افضل البشر بعد الانبیاءؑ امیر المومنین

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

(۱۱ ہجری تا ۱۳ ہجری بمطابق ۶۳۲ء تا ۶۳۶ء)

☆ نام.......................عبداللہ

☆ القاب.......................صدیق و عتیق

☆ والد ماجد.......................عثمان (کنیت ابوقحافہ)

☆ والدہ ماجدہ.......................سلمٰی (کنیت اُمّ الخیر)

☆ مدت خلافت.......................۲ سال تین ماہ اور ۱۱ دن

مقام: ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ج (سورۃ التوبۃ آیت ۴۰) القرآن الحکیم

(ترجمہ) ''وہ دو (ہجرت کرنے والوں) میں سے دوسرے تھے جبکہ دونوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) غار (ثور) میں تھے جب وہ اپنے ساتھی (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے فرما رہے تھے۔ غمزدہ نہ ہو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

''میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں''۔

(ترمذی شریف و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ)

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

''جن شخصوں کا میرے اوپر رفاقت اور مال میں سب سے زیادہ احسان ہے ان میں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اگر میں کسی کو اپنا خلیل (دوست) بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا لیکن ہمارے لیے اخوت اسلام ہی کافی ہے''۔ (بخاری ومسلم)

☆ نام ونسب:

آپ کا نام زمانۂ جاہلیت میں ''عبدالکعبۃ'' تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دولت اسلام سے مالا مال فرمایا تو محسن انسانیت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام ''عبداللہ'' رکھا۔ آپ کے القاب صدیق اور عتیق تھے اور کنیت ابوبکر تھی۔ علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان کو پاکیزہ خصلتوں میں پیش پیش ہونے کی وجہ سے ابوبکر کہا جاتا تھا۔ زمانۂ جاہلیت ہی میں وہ اس نام سے مشہور ہو چکے تھے۔ صدیق کے معنی 'سچا' چونکہ بالغ مردوں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا اور دیگر حضرات کی طرح اسلام قبول کرنے میں کسی طرح کی چون و چرا اور پس و پیش نہ کیا بلکہ بلا تامل جونہی دعوت اسلام ملی۔ آپ نے تسلیم کرلیا۔ اس لئے آپ کا لقب صدیق مشہور ہوگیا۔ آپ کا دوسرا لقب ''عتیق'' ہے جس کے معنی ہیں عذاب نار سے آزاد کیا گیا۔ (عتق من النار) چونکہ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اس لئے عتیق بھی آپ کا لقب ہے۔ آپ کے لقب صدیق اور کنیت ابوبکر نے شہرت حاصل کی ہے۔ صدیق ہونا ایک ایسا وصف ہے جو بہت سی خوبیوں کا جامع ہے اور اس وصف خاص کے سب سے زیادہ مستحق صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی تھی' اسی لیے وہ اس صفت سے سرفراز فرمائے گئے۔

اصدق الصادقین سیّد المتقین
چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

☆ شجرۂ نسب:

آپ کے والدین کریمین بھی مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام عثمان تھا اور ابوقحافہ کی کنیت سے مشہور تھے۔ آپ کا والد ماجد کی طرف سے نسب اس

طرح ہے:

عبداللہ بن عثمان (ابو قحافہ) بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوئی القرشی التیمی تھا اور والدہ ماجدہ کی طرف سے نسب اس طرح ہے: سلمیٰ (ام الخیر) بنت صخر بن عامر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ تھا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۱۹) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قریش کی ایک شاخ بنی تمیم میں سے ہیں۔

☆ یاد رہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں مرہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

ہے زمانہ معترف صدیق تیری شان کا
صدق کا ایقان کا اسلام کا ایمان کا
تجھ سے رونق دین نے پائی عرب میں شام میں
مقتدا ہے تو علی کا بوذر و سلمان کا

☆ ولادت باسعادت

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے تقریباً سوا دو برس بعد ہوئی۔ غالباً ۵۷۳ء میں آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ بعض نے لکھا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت واقعۂ فیل سے قریباً اڑھائی سال بعد ہوئی یعنی سن ہجری کے آغاز سے پچاس سال چھ ماہ پہلے۔

☆ زمانۂ جاہلیت

زمانۂ جاہلیت میں آپ بڑے مالدار اور قریش کے رؤسا میں تھے اور ایک ممتاز تاجر تھے۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ بنی تمیم کے سردار تھے اس لئے ملکی رواج کے مطابق قصاص و دیت کے تمام مقدمات جو آپ رضی اللہ عنہ کے خاندان کے سپرد تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ طے کیا کرتے تھے اور آپ کا فیصلہ دونوں فریقوں (مدعی اور مدعا علیہ) کو تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ آپ کی دیانت، راست بازی اور امانت داری کا قریش مکہ میں بڑا شہرہ تھا۔ آپ کی دانشمندی، وسعت معلومات اور معاملہ فہمی کی اس قدر شہرت تھی کہ حکومت کے دوسرے

فرائض ادا کرنیوالے دوسرے سردار بھی عموماً آپ سے مشورہ لینا ضروری سمجھتے تھے۔ ایثار و ہمدردی اور جود و سخا کے باعث اکثر لوگ قبل از اسلام بھی آپ کے گرویدہ تھے۔ ذریعہ معاش کپڑے کی تجارت تھا۔ عام طور سے ملک شام اور یمن کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے تجارتی تعلقات استوار تھے۔ قبول اسلام سے پہلے ایک دو مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تجارت کی غرض سے ملک شام کا سفر بھی کیا۔ آپ ابتدا ہی سے سلیم الفطرت واقع ہوئے تھے اور شرفائے مکہ میں بڑی عزت اور توقیر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ خون بہا کے معاملات میں آپ ہی کی ضمانت قبول کی جاتی تھی۔

(تہذیب التہذیب از علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، کنز العمال جلد ششم، ص ۳۱۳)

☆ قبول اسلام

آپ فطرتاً نہایت نیک طبیعت، پرہیزگار اور پاکیزہ خیالات کے مالک تھے۔ آپ کا دامن قبل از اسلام کی تمام برائیوں (زمانۂ جاہلیت کی تمام برائیوں) سے پاک تھا۔ ہم مزاج اور ہم طبیعت ہونے کے باعث آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے دوست، ہمنشین اور مزاج شناس تھے۔ اس سابقہ رفاقت کی بنا پر آنحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک گونہ قلبی محبت و میلان پیدا ہو گیا تھا اور چند خرق عادات کی وجہ سے تاجدار انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علوشان اور بزرگی کا اعتراف ان کے دل کے اندر گھر کر چکا تھا۔ آغاز وحی کے زمانہ میں آپ یمن کی طرف تجارت کا مال لے کر گئے ہوئے تھے جب آپ واپس تشریف لائے تو اعیان قریش جو بڑے مضطرب تھے، سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ کے دل میں یہ باتیں سنتے ہی ایک تڑپ پیدا ہو گئی۔ آپ نے سرداران قریش کو رخصت کر کے سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تاجدار انبیاء سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پیغام اسلام پہنچایا تو آپ نے بلا کسی تردد و تامل کے قبول کر لیا۔

کہا بوبکر نے سرکار آمنا و صدقنا
مرے مالک مرے مختار آمنا و صدقنا

یہ کہہ کر جھک گئے بو بکر چومے ہاتھ حضرت کے
لگے پھر خدمت اسلام کرنے ساتھ حضرت کے

(تاریخ اسلام بزبان شاہنامہ اسلام' جلد اول' ص ۱۴۰)

☆ یہ امر مسلمہ ہے کہ بالغ مردوں میں سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ نے ہی اسلام قبول کیا اور اپنی تمام دولت اثر و قوت اور قابلیت خالصتاً اللہ اور رسول اور اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔

☆ پس منظر

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قبل از اسلام بسلسلۂ تجارت ملک شام میں تھے۔ وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ شمس و قمر آپ کی گود میں اترے ہیں اور آپ نے انہیں اپنے سینہ سے لگا لیا ہے جب بیدار ہوئے تو ایک نصرانی راہب سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ راہب نے پوچھا تو کون ہے فرمایا میں مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہوں۔ اس نے پوچھا کس قبیلہ سے ہو۔ فرمایا قریش سے۔ اس نے پوچھا تمہارا شغل کیا ہے۔ فرمایا: تجارت' راہب نے کہا قبیلہ ہاشم سے محمدؐ امین مبعوث ہوں گے جو صاحب لولاک اور نبی آخر الزمان ہوں گے۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

تم ان کا دین قبول کرو گے۔ ان کے وزیر بنو گے اور ان کے بعد ان کے خلیفہ ہو گے۔ یہی تمہارے خواب کی تعبیر ہے۔ اس واقعہ کے بعد جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ واپس آئے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام دی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اگر آپ نبی ہیں تو پھر آپ کا معجزہ بھی ہونا چاہئے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تمہیں وہ معجزہ کافی نہیں جو شام میں خواب دیکھا اور راہب نے تعبیر بتائی۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو عرض کیا۔ آپ نے سچ فرمایا اور پھر کلمہ شہادت پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (جامع المعجزات' ص ۴' نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۳۰۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وعظ و تبلیغ سے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عثمان غنی' حضرت زبیر' حضرت سعد بن ابی وقاص

اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین انہی کی ہدایت سے دولت اسلام سے مالا مال ہوئے۔

بہت سے غلام ایمان لے آئے تھے۔ ایمان لانے کی وجہ سے ان کے مشرک مالک انہیں تکالیف اور ایذائیں پہنچاتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔ اسلام لانے کے بعد اپنے گھر کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مسجد بنائی اور یہ پہلی مسجد تھی جو اسلام میں بنائی گئی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو سامان تجارت کے علاوہ چالیس ہزار درہم نقد آپ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے وہ سب آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اور اسلام کی اشاعت میں خرچ کر دیئے۔

☆ شرف صحابیت

قارئین محترم! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ابوقحافہ (عثمان) اور آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن اور آپ رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ چار پشتیں آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحابی ہیں۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قبل از خلافت

قبول اسلام سے لے کر تین سال تک جب تک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علانیہ تبلیغ اسلام شروع نہیں کی تھی بلکہ پوشیدہ اور بڑے خفیہ طریقے سے اللہ کے احکام بندوں تک پہنچائے جا رہے تھے۔ حسب الحکم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ بھی بعنیہ خفیہ تبلیغ اور خدمت اسلام کرتے رہے۔ اس لیے ان تین سالوں میں دشمنان اسلام یعنی قریش مکہ کی طرف سے ابھی تک کوئی خاص تکلیف اجتماعی طور پر مسلمانوں کو نہیں پہنچی تھی لیکن چوتھے سال حکم ربانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملا۔ "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ o" (اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو حکم دیا جا رہا ہے اسے علانیہ بندوں سے بیان کرو اور مشرکوں کی طرف سے منہ پھیر لو) (سورۃ الحجر آیت ۹۴)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علانیہ تبلیغ اسلام شروع کی۔ جب کفار مکہ کے بتوں کی سر عام تضحیک ہونے لگی تو وہ آتش غضب میں بھڑک

اٹھے اور اسلام کو مٹانے کے در پے ہو گئے۔ سرور کائنات ﷺ اور آپ ﷺ کے چند جانثار مسلمانوں کو پے در پے تکالیف و ایذائیں پہنچانی شروع کر دیں۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تاجدار مدینہ سرورِ قلب و سینہ ﷺ کی ذات بابرکات سے ایک خاص عشق اور محبت تھی اور آپ رضی اللہ عنہ سرور عالم ﷺ کی رفاقت کو ایک لمحہ کے لئے بھی چھوڑنا گوارا نہ کرتے تھے۔

محمد ﷺ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان و مال اولاد سے پیارا

اس لیے ان تمام تکالیف میں جو آنحضرت سرور کائنات ﷺ کو پہنچائی گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا حصہ برابر تھا۔

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

☆ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ہجرت مدینہ

آنحضرت ﷺ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپؐ کے ہمراہ تھے۔ غار ثور کے صبر آزما لمحوں میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی آنحضرت ﷺ کے واحد مونس و دمساز تھے۔ یہ بہت بڑی خدمت تھی مگر انعام اس سے بھی بڑھ کر ملا کہ نہ صرف ''یار غار'' کے شہرہ آفاق لقب سے قرآن حکیم کے ابدی اوراق میں ''ثانی اثنین'' کے مقدس لقب سے بھی سرفراز ہوئے۔ ہجرت کے اس سفر میں جتنی مالی اور جانی خدمت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کی اور جس بے مثال ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ عشق و محبت کی داستانوں میں کوئی واقعہ اس سے بڑھ کر نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اس شرف پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی رشک کیا کرتے تھے کہ ''کاش ابوبکر میری عمر بھر کی نیکیاں لے لیں اور ہجرت میں حضور اکرم ﷺ کی رفاقت کا ثواب مجھے دے دیں''۔

عزم و استقلال اگر دیکھنا ہو تو ہجرت کی رات کا سفر پیش نظر رکھئے۔ حضور سرور

کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر پہنچنے کے بعد استقلال و استقامت کا مجسمہ' صداقت کا پیکر اور وفا و خلوص کا مخزن صدیق رضی اللہ عنہ یہ نہیں کہتا کہ یارسول اللہ! مجھے گھر اور گھر والوں کا انتظام کرنے دیجئے' ادھر سے حکم ہوتا ہے تو ادھر سے بغیر کسی تامل کے لبیک کی آواز سنائی دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میدان جانثاری میں کوئی دوسرا صحابی آپ رضی اللہ عنہ پر سبقت نہ لے جا سکا۔ سبحان اللہ!

مکی زندگی کی طرح مدینہ میں بھی یہ عاشق صادق (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سایہ کی طرح ہر وقت اور ہر آن اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں سے لپٹا رہا۔ کوئی غزوہ اور کوئی جنگ ایسی نہ ہوئی جس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرکت نہ فرمائی ہو اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس میں شامل نہ ہوئے ہوں اور نہایت جوانمردی' بہادری اور پامردی کے ساتھ اپنے آقا کی خدمت اور حفاظت نہ کی ہو۔

☆ غزوات میں شرکت

غزوہ بدر میں شمشیر اٹھائے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر پہرہ دیتے رہے۔ بدر کی لڑائی میں جب کفار قید ہو کر آئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کی رائے سے اختلاف کیا اور فدیہ لے کر چھوڑنے کی رائے دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہی کی رائے پر عمل کیا۔

غزوہ احد میں جب مسلمانوں کی فتح اچانک شکست میں بدل گئی اور مسلمان افراتفری کا شکار ہو گئے تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان گنتی کے چند عزم و استقلال کے حامل صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے جن کے ثبات قدم میں ذرہ بھر فرق نہ آیا۔ اس جنگ میں اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری پوری حفاظت کی مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہونٹ مبارک پر ایک پتھر لگا اور خون بکثرت بہنے لگا۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ قوم کس طرح فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کو خون سے رنگین کیا۔ حالانکہ وہ ان کو ان کے رب کی طرف بلاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔ اے

میرے رب میری قوم کو ہدایت دے دے یہ نا سمجھ ہیں''۔

غزوہ خندق میں مسلمانوں کی فوج کا ایک دستہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی خندق کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا گیا جس نے اپنے سردار ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی (ماتحتی میں) پوری جانفشانی سے کام لے کر خندق کی حفاظت کی جس مقام پر یہ محافظ فوجی دستہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں نماز ادا کیا کرتا تھا وہاں ایک مسجد تعمیر کی گئی جو ''مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' کے نام سے آج تک وہاں موجود ہے۔

☆ صلح حدیبیہ کی شرائط پر جو بظاہر مغلوبانہ تھیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیقراری کا اظہار کیا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے جن کی قوت ایمانی نے انہیں ثابت قدم رکھا اور فرمایا: آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن تھامے رہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ کیا ہے درست ہے۔

جب عروۃ بن مسعود قریش کا ایلچی بن کر آیا اس غرض سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرعوب ہو کر مع اپنے رفقاء کے واپس ہو جائیں گے۔ عروہ کی ان بے جا باتوں کو سن کر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر بتوں کی پوجا کرنے والوں کا ارادہ جنگ کا ہے تو خدائے واحد کی پرستش کرنے والے آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت سے رو گردانی نہیں کریں گے۔ اس نے پوچھا یہ کون شخص ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر بن ابی قحافہ۔ عروہ کہنے لگا اے ابوبکر اگر تمہارے احسان میرے سر پر نہ ہوتے تو میں تم کو آج تلوار سے جواب دیتا۔

؎ باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

غزوہ خیبر، فتح مکہ، غزوہ حنین و طائف اور جنگ تبوک سب میں حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے اور جان و مال سے ہر ممکن خدمت کرتے رہے۔

فتح مکہ کے بعد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو خدمت نبوت میں لے آئے۔ محسن انسانیت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی میں خود ہی چلا جاتا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان' ان کا حاضر ہونا ضروری تھا چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے۔

جنگ حنین میں بھی جب دشمنان اسلام بنی ثقیف اور بنی ہوازن کے قبائل نے پہاڑوں کے اندر چھپ کر لشکر اسلام پر حملہ کر دیا۔ لشکر اسلام چونکہ تنگ دروں سے گزر رہا تھا اور متفرق دستوں کی شکل میں تھے۔ اچانک دشمن کے حملے نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منتشر ہونے پر مجبور کر دیا۔ رات کی تاریکی نے دشمن کو اور مدد پہنچائی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس نازک اور انتہائی کڑے وقت میں کمال پامردی اور استقلال و استقامت کا مظاہرہ فرمایا۔ آخر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔

مہم تبوک

مہم تبوک کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چندہ جمع کرنے کی مہم شروع کی۔ صاحب مقدور صحابہ رضی اللہ عنہم نے دل کھول کر چندہ دیا۔ جانثاروں میں سے ہر ایک کا خیال تھا کہ میں اس کار خیر میں بڑھ جاؤں چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا چندہ پیش کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا گھر کس قدر چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کیا کہ اس کے برابر' (یعنی آدھا مال لے آیا ہوں اور آدھا گھر چھوڑ آیا ہوں) جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اپنا چندہ پیش کیا تو محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر میں کس قدر کر چھوڑ آئے ہو؟ عرض کیا: ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔

☆ حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو اپنی مشہور زمانہ کتاب ''بانگ درا'' میں ''صدیق رضی اللہ عنہ'' کے عنوان سے نظم کیا ہے۔

جس کا آخری شعر یہ ہے ۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس!
صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہے خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بس

یہ دیکھ کر جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کبھی سبقت نہیں لے سکتا''۔ یاد رہے کہ اس مہم کے علمبردار اعظم جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی تھے اور ساتھ ہی لشکر کی امامت اور جائزہ کا منصب بھی اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔

☆ امارت حج اور امامت نماز

۹ھ میں جب حج فرض ہوا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نائب کی حیثیت سے آپ رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر مکہ روانہ کیا۔ پھر حجۃ الوداع میں بھی آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے' جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال سے قبل اس قدر بیمار ہو گئے کہ آسانی سے چلنے پھرنے اور مسجد میں تشریف لانے کے قابل نہ رہے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کی امامت نماز کے فرائض ادا کریں۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا' جس کے حقدار محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مبارک میں اس وقت آپ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ چنانچہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات ظاہری میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔ امامت کا یہ حکم واضح طور پر مسلمانوں کی امارت کی نشاندہی کرتا ہے کیونکہ دونوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

☆ وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امت کی رہنمائی

۱۰ھ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری حج ادا فرمایا۔ واپس آنے پر تھوڑے دنوں بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل ہو گئے۔ طوالت علالت کی وجہ سے دوسری ازواج مطہرات کی اجازت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں قیام فرمایا۔ ایک دن شدت علالت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے سہارے پر مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ

دنیا اور قرب الٰہی میں سے جس کو چاہے پسند کرے اور اس نے اللہ کے قرب کو پسند کیا۔ان الفاظ کو سنتے ہی جناب ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست ایمانی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کا اندازہ لگالیا۔ رونے لگے اور روکر کہا"بل نفدیك بانفسنا و ابائنا"۔سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دروازے جو صحن مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے باقی سب دروازے بند کر دیئے جائیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:"میں کسی کو نہیں جانتا جو میرے نزدیک رفاقت میں احسانات کے اعتبار سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جملہ حاضرین کو نصائح سے مستفید فرمایا۔

☆ دوشنبہ کی صبح کو جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے'لوگوں کو معلوم ہو گیا اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اس خیال سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے ہیں پیچھے ہٹنے لگے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صل بالناس یعنی لوگوں کونماز پڑھاؤ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے دائیں جانب بیٹھ گئے۔

جب رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے تو یہ سانحہ پوری امت کے لئے قیامت کی گھڑی کی طرح تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باہر تھے'ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کی خبر سالم بن عبید نے مدینے کے قریب"مقام سخ" میں دی۔ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک سے چادر ہٹا کر روتے ہوئے کہا۔ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور موت دونوں پاک ہیں جو موت اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں لکھ دی تھی اس کا ذائقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چکھ لیا۔اب اس کے بعد کبھی بھی وفات نہیں پائیں گے۔

وہ زمیں ہے تو مگر اے خواب گاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
دید ہے کعبے کو تیری حج اکبر سے سوا

☆ وصال نبوی ﷺ پر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ

مسلمانوں کو جمع کر کے آپ رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم میں سے جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا' وہ جان لے کہ تحقیق اللہ زندہ ہے' اس پر کبھی موت نہیں آ سکتی اور اگر (بالفرض) کوئی شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں''۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے سورہ آل عمران کی آیت تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ) ''اور نہیں ہیں محمد (ﷺ)' مگر اللہ کے رسول' جن سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر آپ ﷺ کا وصال ہو جائے یا آپ ﷺ شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو شخص الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کو ذرا برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو انعام دے گا''۔ (آل عمران' آیت ۱۴۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ سن کر لوگوں کے غم و اضطراب میں کمی ہو گئی اور سب کو یقین ہو گیا کہ تاجدار انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ واقعی اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یوں محسوس ہوا کہ مذکورہ بالا آیت گویا ابھی نازل ہوئی ہے۔

☆ خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

تاجدار مدینہ سرور کائنات ﷺ نے بروز پیر (یک شنبہ) ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بمطابق ۹ جون ۶۳۲ء کو وصال فرمایا۔ انصار نے آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین سے قبل ہی خلافت کے لئے جدوجہد شروع کر دی جبکہ مہاجرین کے دلوں میں خلافت کا خیال تک نہ تھا۔ انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں ایک جلسے کا اہتمام کیا اور اپنے سردار سعد بن عبادہ کو بخار کی حالت میں وہاں لے کر آئے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ اسی اثناء میں ایک آدمی نے آ کر مسجد نبوی ﷺ کے اندر انصار کے ارادے سے مطلع کیا اور کہا کہ اگر امت محمدی ﷺ کو آتش فساد سے محفوظ رکھنا چاہتے ہو تو یہ وقت ہے۔ یہ سن کر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ انصار کے جلسہ میں تشریف لائے۔ وہاں

دیکھا تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تقریر کر رہے تھے۔ ان کے علاوہ چند اور انصار نے بھی تقریریں کیں۔ ان سب کا موضوع اور لب لباب یہ تھا کہ انصار کے فضائل بیان کر کے استحقاق خلافت ثابت کرنا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے اس نظم خلافت کو آتش فساد سے بچانے کے لئے مسئلہ خلافت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین پر مقدم کیا اور ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ فاروق بروقت سقیفہ بنی ساعدہ نہ پہنچ جاتے تو مہاجرین و انصار جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بھائی بھائی کی حیثیت سے رہتے چلے آ رہے تھے۔ باہم دست و گریباں ہو جاتے اور اس طرح اسلام کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ کو توحید کی روشنی سے تمام عالم کو منور کرنا مقصود تھا۔ اس لیے آسمان اسلام پر ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ جیسے مہر و ماہ پیدا کر د۔ یے تھے جنہوں نے اپنی عقل و سیاست کی روشنی سے افق اسلام کی ظلمت اور تاریکیوں کو کافور کر دیا۔

(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم از شاہ معین الدین احمد ندوی' ص ۳۵۔۳۶)

☆ سقیفہ بنی ساعدہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تقریر

(انصار مدینہ اوس اور خزرج دو قبیلوں پر مشتمل تھے۔ اوس کے مقابلے میں خزرج کی تعداد زیادہ تھی۔ اس کے سردار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے مکان کے ساتھ ایک سائبان بیٹھنے اُٹھنے کے لیے بنا ہوا تھا جسے ''سقیفہ بنی ساعدہ کہا جاتا تھا۔) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حمد و ثنا کے بعد کہا۔ ''اے گروہِ انصار! مجھے تم لوگوں کے فضائل' مناقب اور تمہاری خدمات اسلامی سے انکار نہیں لیکن عرب قریش کے علاوہ اور کسی خاندان کی سیادت و امارت کو تسلیم نہیں کریں گے۔ پھر مہاجرین قریش تم سے پہلے اسلام لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاندانی تعلق کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے زیادہ مستحق ہیں' ہاں' ہم امیر ہوں گے اور تم (انصار) وزیر۔ تمہارے مشوروں کے بغیر کوئی معاملہ طے نہیں ہوگا۔''

بالآخر سب کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اتفاق ہو گیا' ان کے دست حق پرست پر

بیعت کر لی۔ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے سبقت کی اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی۔ اس کے بعد جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرینِ مجلس ٹوٹ پڑے۔ باہر کے لوگوں نے سنا تو وہ بھی دوڑ پڑے۔ گلیوں میں اژدہام ہو گیا۔ اس طرح امت کے ایک خاصے حصے نے بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد جلسہ ختم ہوا اور جناب صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بلا اختلاف ''خلیفۃ الرسول'' منتخب ہو گئے۔ اس بیعت کو ''بیعتِ خاصہ'' یا ''بیعتِ سقیفہ'' کہتے ہیں۔

☆ بیعت عامہ

اگلے روز بیعت عامہ ہوئی۔ سہ شنبہ (منگل) کا دن تھا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اجتماع ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے ان کی بیعت کی تحریک کی۔ اس پر اسلام کے ایک ایک نیاز مند اور فدائی نے بکمال عقیدت وارادات ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس طرح جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

☆ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتخاب کی نوعیت ☆

حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب ٹھیک اسلامی طریقے کے مطابق امت کے باہمی مشورے اور اتفاق رائے سے ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا جسے سب نے پسند کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمات اور صفات عالیہ سب پر واضح تھیں اس لیے بلا اختلاف سب نے برضا و رغبت آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت لی چونکہ اس وقت مدینہ منورہ کے اہل الرائے اصحاب ہی پورے ملک میں نمائندہ کی حیثیت رکھتے تھے' اس لیے سارے ملک میں آپ رضی اللہ عنہ کو امیر تسلیم کر لیا گیا۔ عربوں کا قدیم سے ہی یہی رواج چلا آ رہا تھا کہ وہ اپنے قبیلے کا سردار اسے منتخب کرتے تھے جو سن رسیدہ' تجربہ کار' بہادر' صائب الرائے اور عقل و فہم میں ممتاز ہو۔ یہ تمام صفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عمر رسیدہ اور

آزمودہ کار تھے۔ ہر دلعزیز تھے، حلم و بردباری، استقلال و استقامت، فہم و فراست، معاملہ فہمی اور سیاسی تدبر میں ممتاز تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ صحیح معنوں میں عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرم اسرار نبوت، مزاج شناس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعت کے متبع اور تابع تھے اور دین کے تقاضوں کو خوب سمجھتے تھے۔ وہی اس نازک موقع پر مسلمانوں کی رہنمائی کر سکتے تھے۔ چنانچہ پوری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ منصب خلافت کے لئے موزوں ترین انسان تھے۔ آپ کے زمانۂ خلافت نے ثابت کر دیا کہ واقعی امت کا یہ فیصلہ بالکل درست تھا۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا انتخاب عرب کے جمہوری طریقہ کے عین مطابق ہوا۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ بیعت کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خطبہ

۱۳ ربیع الاول ۱۱ھ کو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عام بیعت ہو چکی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد حاضرین کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''لوگو! خدا تعالیٰ کی قسم کہ میں کبھی امارت کا خواہش مند نہ تھا اور نہ کبھی میں نے ظاہر یا پوشیدہ طور پر اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی لیکن اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں اسلام میں کوئی فتنہ بپا نہ ہو جائے، میں اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہو گیا ورنہ مجھے خلافت میں کوئی آرام نہیں بلکہ مجھ پر ایک ایسا بار ڈال دیا گیا ہے کہ جس کو برداشت کرنے کی میں اپنے اندر سکت نہیں پاتا اور میں خدا تعالیٰ کی امداد کے بغیر اس فرض کو سرانجام نہیں دے سکتا۔ کاش آج میری جگہ پر کوئی ایسا شخص ہوتا، جو اس بار کو اٹھانے کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتا''۔

''لوگو! مجھے تمہارا امیر بنایا گیا ہے، حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر اچھا کام

کروں تو میری مدد کرو اور اگر غلطی کروں تو اس کی اصلاح کرو' میرے نزدیک سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت' تمہارا کمزور فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے جب تک میں اس کا حق نہ دلا دوں اور تمہارا قوی فرد بھی میرے نزدیک ضعیف و کمزور ہے جب تک میں اس سے دوسروں کا حق نہ دلا دوں' لوگو! میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں تو تم میری اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں''۔ (طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۲۹ باب اول)

☆خطبۂ صدیق رضی اللہ عنہ کی اہمیت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو خطبہ خلافت دیا وہ مختصر ہونے کے باوجود نہایت جامع ہے اور دنیا میں پہلی اسلامی جمہوریت کے سیاسی منشور کی حیثیت رکھتا ہے اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

۱- اسلامی ریاست کا امیر مسلمانوں کی عام مرضی اور مشورے سے منتخب ہونا چاہئے۔

۲- امارت کے حصول کے لئے نہ کوئی خواہش کرے اور نہ کوشش۔

۳- امارت کا منصب ایک عظیم ذمہ داری سمجھا جائے اور اسے خدائی امانت سمجھا جائے۔

۴- امیر کی اطاعت و اعانت ٹھیک اور نیک کاموں میں کی جائے اور غلط کاموں میں اس کی اطاعت نہ کی جائے بلکہ اس کا محاسبہ کیا جائے اور غلط کاموں پر ٹوکا جائے۔

۵- امیر کی نظر میں امیر اور غریب' چھوٹے اور بڑے مساوی حقوق رکھتے ہیں اور سب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جائے۔

۶- جہاد فی سبیل اللہ جاری رکھا جائے' یہی کامیابی و کامرانی کا ذریعہ ہے۔

۷- بدکاری و فحاشی کو روکا جائے تاکہ خدا کی طرف سے ذلت اور اس کا عذاب مسلط نہ ہو۔

۸- امیر مکمل طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مطیع و فرمانبردار ہو۔

۹۔ اسلامی حکومت کا فرض عوام کی فلاح و بہبود ہے اور عوام کو امیر سے ہر ممکن تعاون کرنا چاہیے۔

☆ سر ولیم میور (Sir William Muir)

مشہور انگریز مورخ سر ولیم میور لکھتا ہے کہ ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت اگرچہ بہت ہی مختصر تھا لیکن بلاشبہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں میں کوئی ایسا نہیں جو ایمان و عمل میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بالاتر ہو''۔

☆ علامہ شبلی نعمانی

علامہ شبلی نعمانی ''الفاروق رضی اللہ عنہ'' میں رقمطراز ہیں کہ:

''حقیقت یہ ہے کہ اس نازک وقت (انتخاب خلافت) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت تیزی اور سرگرمی کے ساتھ جو کارروائیاں کیں، ان میں گو بعض بے اعتدالیاں پائی جاتی ہوں لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ انہی بے اعتدالیوں نے اٹھتے ہوئے فتنوں کو دبا دیا۔ اگر یہ اختلافات بڑھ جاتے تو اسی وقت جماعت اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا اور وہی خانہ جنگیاں برپا ہو جاتیں جو آگے چل کر جناب علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں واقع ہوئیں''۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت

بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمر بھر کبھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی مگر یہ خیال تاریخی حقائق کے منافی ہے۔ بیعت عامہ کے بعد کچھ دنوں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بعض اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت میں توقف کیا۔ اس توقف نے شک و شبہات کی عجیب بحثیں پیدا کر دیں۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے گوناگوں تعلقات کی بنا پر خلافت کے متوقع تھے لیکن یہ نہ صرف صریحاً غلط ہے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات پر اتہام ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے عمر بھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی یا

خلافت نہ ملنے کے ملال میں آپ چھ مہینے تک جمہور مسلمانوں سے الگ رہے۔

☆ ابن سعد' محمد بن سیرین کی روایت کے حوالے سے رقمطراز ہے کہ:

''جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہلا بھیجا: میری بیعت سے آپ کی تاخیر کا کیا سبب ہے! کیا آپ میری امارت کو ناپسند کرتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ: ''میں آپ رضی اللہ عنہ کی امارت کو ناپسند نہیں کرتا' لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں گا اس وقت تک نماز کے سوا اپنی چادر تک نہ اوڑھوں گا''۔

(طبقات ابن سعد' جلد سوم' ص ۱۲۹)

مندرجہ بالا روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ بیعت میں تاخیر کی حقیقی وجہ کیا تھی۔ جب حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تعزیت کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے تو بیعت کا مسئلہ پھر زیر گفتگو آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے آپ سے کوئی کد نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو جو درجہ عطا کیا ہے' اس پر ہم کو حسد نہیں ہے لیکن خلافت کے معاملے میں ہماری حق تلفی ہوئی ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قرابت کی وجہ سے ہم اسے اپنا حق سمجھتے تھے' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو کچھ اس انداز سے کہا کہ خلیفہ اول کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا تعالیٰ کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں کو اپنے رشتہ داروں سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متروکہ جائیداد میں' مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرزِ عمل سے سرمو انحراف نہیں کیا۔

اس صاف دلی کی گفتگو کے بعد دونوں یاران رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل ایک دوسرے سے بالکل صاف ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجمعٔ عام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے توقف بیعت پر آپ کی جانب سے عذر خواہی کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب کے سامنے شاندار الفاظ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضل و شرف کا اعتراف کیا''۔

(طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ نمبر ۱۰۱' بخاری' باب غزوۂ خیبر)

☆ اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے

اپنی علو ہمتی، وسیع القلبی اور اسلام سے دلی محبت کا ثبوت دیا اور عامۃ الناس کے دلوں میں ابھرنے والے شکوک وشبہات کو یکسر دور کر دیا۔ اس سے اس بات کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمر بھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفائے ثلاثہ کے ہمیشہ مدد ومعاون رہے اور انہوں نے ہر طرح سے ان کی حکومت کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ پر اتنا اعتماد تھا کہ جب آپ سفر شام پر روانہ ہوئے تو مدینے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کر کے چھوڑ گئے۔ اس کے علاوہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کوئی کام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے کے بغیر کرتے ہی نہ تھے اور ان کی رائے کو ہر شخص کی رائے پر ترجیح دیتے تھے۔ سن ہجری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جاری کیا جو آج تک جاری ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آخر وقت تک ان کے مدد ومعاون رہے، حتیٰ کہ جب باغیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تب بھی آپ نے اپنے دونوں بہادر بیٹوں حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ وقت کی حفاظت کے لئے قصر خلافت کے دروازے پر کھڑا کر دیا۔

☆ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"محمد رسول اللہ ، والذین معه اشدآء علی الکفار رحمآء بینهم" (سورۃ الفتح)

(ترجمہ) "محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں بڑے مہربان ہیں۔ (تفسیر حقانی)

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ

ہم مرتبہ ہیں یاران نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین سے قبل مسئلہ خلافت بتقاضا عقل ضروری تھا ☆

اس لیے کہ تجہیز وتکفین میں دیر ہونے سے عام لوگوں کے (مردہ) جسموں کی

طرح آپ ﷺ کے جسم اطہر و مقدس و معطر میں (نعوذ باللہ) کسی قسم کی خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ نہ تھا۔ البتہ خلافت کا مسئلہ بگڑ جاتا اور اگر کوئی ایسا شخص خلافت کے لئے منتخب ہو جاتا جس میں سیاسی قابلیت اور روحانی قوت اس درجہ کی نہ ہوتی تو اسکی اصلاح ناممکن تھی اور جو فتنے ارتداد کے پیش آئے ان میں اسلام کا رہ جانا بظاہر مشکل تھا۔ پھر ایک بات یہ بھی تھی کہ رسول اکرم ﷺ کی تجہیز و تکفین جیسے عظیم الشان کام کا بغیر کسی خلیفہ کی سرکردگی کے انجام پانا ہزاروں خرابیوں کا سبب بنتا مثلاً نماز جنازہ کے متعلق اختلاف ہوتا۔ کچھ لوگ جنازہ مبارک کو حجرہ سے باہر پڑھنا چاہتے تھے اور اس میں جو قیامت برپا ہوتی وہ ظاہر ہے کوئی آپ ﷺ کو دیکھنا چاہتا' کوئی روتا' کوئی بے ہوش ہو جاتا' عورتوں اور بچوں کا ہجوم ہو جاتا اور خدا جانے کیا کیا ہوتا پھر مقام دفن میں اختلاف ہوا کہ مکہ میں لے جا کر دفن کریں جو آپ ﷺ کا مولد شریف ہے یا ملک شام میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مدفن ہے یا جنۃ البقیع میں جو عام قبرستان ہے۔ اگر کوئی خلیفہ نہ ہوتا تو ان اختلافات کا فیصلہ کون کرتا۔ اب چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے تھے لہٰذا انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ نماز جنازہ حجرہ کے اندر ہوگی۔ دس دس آدمی اندر جائیں نماز پڑھ کر باہر آ جائیں اور تنہا تنہا نماز پڑھیں۔ نبی کے جنازہ پر کوئی امام نہیں بن سکتا وہ خود امام ہیں اور مقام دفن کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث پڑھی کہ انبیاء علیہم السلام کی روح پاک جہاں قبض کی جاتی ہے وہیں ان کی قبر مبارک ہونی چاہئے۔ لیجئے سب اختلافات بآسانی رفع ہو گئے۔

(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم از حافظ فضل الرحیم' ص ۳۶۔۳۷)

☆خلیفۃ الرسول کا لقب اختیار کرنا☆

بیعت عامہ کے بعد ایک مسئلہ یہ بھی پیدا ہوا کہ مسلمانوں کے امیر کو کیا لقب دیا جائے۔ کن الفاظ سے پکارا جائے۔ اس سلسلے میں کئی تجاویز پیش کی گئیں' جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ امیر کو ''خلیفۃ اللہ'' کے لقب سے پکارا جائے لیکن حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے ''خلیفۃ اللہ'' نہیں بلکہ ''خلیفۃ الرسول'' کہا جائے کیونکہ میں

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب اور جانشین ہوں۔

☆ خطبہ دیتے وقت حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمیشہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کی دوسری سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے اور تیسری سیڑھی پر کھڑا ہونا آداب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منافی تصور کرتے تھے۔ سبحان اللہ!

صدیق رضی اللہ عنہ دے ناں توں میں قربان　　اُچی جس دی سب توں شان
مدحت جس دی وچ قرآن　　کیتی رب نے آپ بیان
جس دا رتبہ وچ جہان　　افضل اعلیٰ بعد پیغمبر
وچ خلافت بعد پیغمبر
بو بکر صدیق دا پہلا نمبر

(پنجابی)

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل شخصیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں ☆

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ شیعہ حضرات بعض کے ہاں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہے مگر ان میں سے کثیر تعداد میں لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قبل خلفاء ثلاثہ کو بھی برحق تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے بھی مفضول کی امامت جائز ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی دلیل وہ لوگ یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جہاد زیادہ کیے ہیں۔ بنا برایں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سب سے افضل ہیں اور استدلال میں حسب ذیل آیت پیش کرتے ہیں۔

وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجرا عظیما

یعنی اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنیوالوں کو ان لوگوں پر فضیلت دی ہے جو جہاد میں شریک نہیں ہوئے اور مجاہدین کے لئے اجر عظیم ہے۔

☆ جماعت ''اہل سنت و جماعت'' اس استدلال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جہاد

کی دو قسمیں ہیں۔ ایک لوگوں کو دعوت اسلام دینے کا جہاد اور دوسرا ''جہاد بالسیف'' ہے اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے۔ ابتداء اسلام میں دعوت اسلام دینے کا جہاد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ کیا تھا۔ چنانچہ آپ ہی کی دعوت اسلام پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت سعید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اسلام لائے (تفصیل ہم پہلے عرض کر چکے ہیں، مؤلف) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جہاد بالسیف اس وقت کیا جب اسلام کو قوت حاصل ہو چکی تھی لہٰذا جہاد بالسیف کے مقابلہ میں جہاد بالدعوت زیادہ افضلیت کا حامل ہے۔

قارئین باتمکین! افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالیشان ہے:

ماطلعت الشمس ولا غربت علی احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر رضی اللہ عنہ۔

یعنی انبیاء کرام اور رسولوں کے بعد کسی اور ایسے شخص پر آفتاب کا طلوع و غروب نہیں ہوا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔

اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدیق ہونا احادیث صحیحہ اور مہاجرین و انصار کے اتفاق سے ثابت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں برسرمنبر بارہا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدیق ہونا بیان فرمایا۔ (تفصیل آگے آئے گی)۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت بلافصل کے مستحق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور انہی کے دست حق پرست پر تمام مہاجرین و انصار نے دل و جان سے بیعت کی۔ لہٰذا خلافت صدیق رضی اللہ عنہ بلافصل ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ محمد بن علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں کون افضل ہے۔ انہوں نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ میں نے کہا پھر انہوں نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ اس کے بعد میں ڈرا کہ اب آپ (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے۔ پس میں نے کہا کہ اس

کے بعد آپ افضل ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں یعنی ایک معمولی انسان ہوں۔

☆ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ خیر امت ہیں' ذہبی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ کئی مرتبہ فرمایا ہے۔ ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق ہمارے سردار ہیں۔ ہم میں سب سے بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ (تاریخ الخلفاء، بحوالہ ترمذی)

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ابتدائی مشکلات ☆

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

خلافت سنبھالتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور مسند خلافت آپ رضی اللہ عنہ کے لئے پھولوں کی سیج کی بجائے کانٹوں کا بستر ثابت ہوئی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے تدبر' عاقبت اندیشی' استقلال اور مذہبی بصیرت سے ان سب پر قابو پالیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو جن مشکلات اور صعوبات کا سامنا کرنا پڑا' ان کا اجمالی تذکرہ حسب ذیل ہے:۔

☆ ۱- ارتداد کی لہر:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کی خبر سن کر عرب بھر کے قبائل میں بغاوت اور سرکشی کی آگ بھڑک اٹھی اور اکثر قبیلے اسلام سے منحرف ہو گئے اور بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور بعضوں نے نماز سے۔

☆ ۲- جھوٹے مدعیان نبوت:

ملک کے مختلف حصوں میں متعدد جھوٹے مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے اور

انہوں نے اسلام کیخلاف منافرت پیدا کر کے لوگوں کو اسلام سے بیزار کرنا شروع کر دیا۔

☆ شام کی سرحد کی مخدوش حالت

آنحضرت ﷺ کے زمانے ہی میں شام کے عیسائیوں کے ساتھ تصادم شروع ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی علالت کے دوران رومیوں سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے خون کا انتقام لینے کے لئے ان کے بیٹے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی ماتحتی میں ایک لشکر شام بھیجنے کا حکم فرمایا تھا۔ ابھی یہ مہم روانہ نہیں ہوئی تھی آنحضرت سرور کائنات ﷺ کا وصال ہو گیا۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے یہ بہت آزمائش کا وقت تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ یہ ایسی مشکلات تھیں کہ خلیفۃ الرسول ﷺ کے صرف ایک اقدام سے اسلام کا شیرازہ بکھر سکتا تھا مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عزم و استقلال اور تدبر و حکمت کا مظاہرہ کر کے ملت اسلامیہ کو تباہی سے بچا لیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے جلد ہی نہ صرف ان مشکلات پر قابو پا لیا بلکہ حکومت اسلامیہ کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔ ایران اور روما کی عظیم سلطنتوں کو متعدد شکستیں دے کر ملت اسلامیہ کے وقار اور دبدبہ کا ڈنکا بجا دیا۔

☆ قارئین محترم! ہر بڑے آدمی میں کوئی نہ کوئی خصوصیت ایسی ہوتی ہے جو اسے دوسروں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اندر دو صفات خاص طور پر بہت نمایاں نظر آتی ہیں ایک تو دل کی نرمی اور دوسرے ارادے کی پختگی اور استقامت۔ دل کی نرمی تو یہ ہوتی ہے کہ انسان درد دل رکھنے والا ہو (انسان کے دل میں درد ہو) اور کسی دوسرے انسان کی تکلیف کو دیکھ کر بے قرار ہو جائے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

ارادے کی پختگی (مصمم ارادے کا مالک ہونا) کے یہ معنی ہیں کہ جو مہم درپیش ہو۔

اس میں جہاں تک ہو سکے دوسرے احباب و رفقاء سے مشورہ اور رائے لے اور جب ایک راستہ متعین کر لیا جائے تو اس پر چل پڑے اور اگر کوئی مشکل سے مشکل رکاوٹ بھی اسکی راہ میں حائل ہو جائے تو اس کو روندتا ہوا نکل جائے۔ یہ صفت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں بدرجۂ اتم (خاص طور پر) موجود تھی۔

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہ مسلماں کو تلوار کر دے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی روانگی☆

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی قیادت میں ۳ ہزار کا ایک لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ موتہ کے شہیدوں کا انتقام لینے کے لئے (روم) سرحد شام کی طرف روانہ فرمایا تھا اور ابھی یہ لشکر جرف کے میدان میں جو مدینہ سے تین میل دور تھا (جو شمال مغرب میں واقع تھا) لیکن وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر پا کر یہ لشکر واپس لوٹ آیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ لشکر بھیجنے کا قصد کیا تھا لیکن علالت کے باعث ابھی یہ لشکر روانہ نہ ہونے پایا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی اس لشکر کی روانگی کا حکم دے دیا اور سب لشکریوں کو ''جرف'' میں اکٹھا ہونے کے لئے کہا۔

اس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ مدینے کے قلیل التعداد مسلمان ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے اور دارالخلافہ میں ایک ایک سپاہی کی اشد ضرورت تھی۔ ان حالات کے تحت بعض صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ مہم کو فی الحال ملتوی کر دیا جائے یا کسی آزمودہ کار سردار کو اس کا سربراہ مقرر کیا جائے۔

یاد رہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی عمر اس وقت سترہ سال تھی۔ بعض نے ۱۹ اور بیس سال کی عمر بھی تحریر کی ہے یعنی بیس سال سے کم عمر کے نوجوان تھے۔

☆ لیکن محرم نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کمال استقامت کا مظاہرہ کرتے

ہوئے جواب دیا:

''ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ مجال نہیں کہ وہ اس لشکر کو روک سکے جسے اس کا آقا (آنحضرت ﷺ) روانگی کا حکم دے چکا ہو' مدینہ رہے یا مٹ جائے' خلافت رہے یا ختم ہو جائے' رسول ﷺ خدا کا حکم ہر حالت میں پورا ہو کر رہے گا۔

(تاریخ الخلفاء از علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ص ۷۱)

''اگر مجھے یقین ہو جائے کہ اس فوج کی روانگی کے بعد جنگل کے بھیڑیے آئیں گے اور مدینہ کی عورتوں اور بچوں کو اٹھا کر لے جائیں گے تب بھی میں اس لشکر کو روانہ کرنے سے باز نہیں آؤں گا''۔

☆ بعض اکابرین کو ایک غلام زادے کی سربراہی پسند نہ تھی کیونکہ اسامہ رضی اللہ عنہ ان کی نظر میں نوعمر اور ناتجربہ کار تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی' جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر مدینہ میں اتنا سناٹا ہو جائے کہ درندے آ کر میری ٹانگیں نوچیں' تب بھی میں اس مہم کو جس کی روانگی کا رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا' نہیں روک سکتا''۔ (تاریخ اسلام' شاہ معین الدین احمد ندوی' بحوالہ تاریخ الخلفاء)

جب پھر امیر لشکر کی تبدیلی کے بارے میں پیغام سنا تو بے تاب ہو گئے اور فرمایا: خدا تمہیں ہلاک کرے۔ تم مجھے یہ مشورہ دیتے ہو کہ جس شخص کو آقائے دو جہاں ﷺ نے امیر مقرر فرمایا ہو اس کو معزول کر دوں ایسا ہرگز نہ ہوگا۔

ایک اور موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جس پرچم کو رسول اکرم ﷺ نے کھولا تھا میں اسے کس طرح لپیٹ کر رکھ دوں''۔

ان جوابات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اطمینان ہو گیا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لشکر کی روانگی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جذبۂ اتباع رسول ﷺ کی بہترین مثال ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارادے کی پختگی کا اندازہ بھی اس سے کیا جا سکتا ہے۔

☆ بروز چہار شنبہ (بدھ) ۱۴ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۱۱ جون ۶۳۲ء کو تین ہزار کا یہ

لشکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی سربراہی میں روانہ ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس دن خود جرف پہنچے اور کچھ دور تک لشکر کے ساتھ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ پیدل تھے اور اسامہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار تھے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ سوار ہو جائیں ورنہ میں بھی اتر جاؤں گا۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! نہ تم اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا۔ اگر میں اپنے پاؤں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک گھڑی غبار آلود کر لوں تو میرا کیا نقصان ہوگا۔ غازی کے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں' اس کی سات سو خطائیں معاف ہوتی ہیں اور اس کو سات سو درجات حاصل ہوتے ہیں۔

واپس ہونے لگے تو اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اگر مناسب سمجھو تو عمر رضی اللہ عنہ کو میری مدد کے لئے چھوڑ جاؤ' حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی کیونکہ وہ بھی اس فوج میں شامل تھے۔

☆ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو خطاب ☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو درج ذیل دس باتوں سے مستفید فرمایا۔ اے لوگو! میں تمہیں دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ (۱) خیانت نہ کرنا' فریب نہ دینا' عہد شکنی نہ کرنا (۲) بزدلی نہ دکھانا (۳) دشمن کی لاش کو نہ بگاڑنا (۴) بچوں' بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا (۵) کھجوروں اور پھل لانے والے درختوں کو نہ کاٹنا (۶) آبادیوں کو نہ اجاڑنا (۷) بھیڑ' بکری' گائے یا اونٹ کو کھانے کی غرض کے سوا ذبح نہ کرنا (۸) تم کو ایسے لوگ بھی ملیں گے جو دنیا کو چھوڑ کر خانقاہوں وغیرہ میں عبادت کے لئے بیٹھے ملیں گے' ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا (۹) تم ایسے لوگوں سے بھی ملو گے جو تمہارے پاس طرح طرح کے کھانے لے کر آئیں گے۔ جب تم اس میں سے کھاؤ تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانا (۱۰) تم کو ایک جماعت ایسی ملے گی جن کے سروں پر شیطان نے گھونسلہ بنا رکھا ہے۔ ان کو تلواروں سے کاٹ دینا' اب اللہ تعالیٰ کے نام سے روانہ ہو جاؤ۔ وہ تمہیں دشمنوں کے نیزوں اور طاعون سے بچائے''۔ تسلك

عشرۃ کاملۃ ۔ اس تقریر کے جواب میں سمعنا واطعنا کی آوازیں مشترکہ طور پر بلند ہوئیں اور لشکر اسلام روانہ ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

☆ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے سرحد شام پہنچ کر جنگ کا آغاز کیا۔ شامیوں کو شکست ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ بے شمار مالِ غنیمت اور بہت سے جنگی قیدی لے کر مدینہ واپس آئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے باہر نکل کر آپ کا استقبال کیا۔

☆ لشکر اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی روانگی کی اہمیت ☆

(اثرات ونتائج)

لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی روانگی کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے۔ شام کے عیسائیوں کے حملے کا خطرہ اس حد تک مدینہ میں محسوس کیا جا رہا تھا کہ ایک مرتبہ عتبان بن مالک نے اچانک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ''غضب ہو گیا'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھبرا کر پوچھا۔ ''کیا ہوا عیسائی آ گئے؟'' اسامہ رضی اللہ عنہ کی مہم سے شام کے عیسائی اس حد تک مرعوب ہوئے کہ قیصر روم نے ''حمص'' میں پادریوں کو جمع کر کے خطاب کیا۔

☆ ''دیکھو یہ وہی لوگ ہیں جن سے میں تم کو خبردار کرتا تھا لیکن تم نہیں جانتے تھے۔ تم ان عربوں کی ہمت و جرات کو دیکھتے ہو کہ ایک مہینہ کی مسافت پر آ کر تم پر چھاپہ مارتے ہیں اور صحیح سلامت اسی وقت واپس بھی چلے جاتے ہیں''۔

☆ اس لشکر کی کامیابی اور ظفرمندی نے یہ ثابت کر دیا کہ تاجدارِ مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب کتنا درست تھا اور خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لشکر کو روانہ کرنے میں حق بجانب تھے۔

تمام عرب میں خلیفۂ اسلام کی شجاعت اور مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اس اولوالعزمی کو دیکھ کر کئی فتنے اندر ہی اندر دب گئے۔ عرب پر اس مہم کا یہ بھی اثر پڑا کہ جو قبائل مدینہ پر حملے کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے وہ سہم گئے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے پاس بہت بڑی فوجی قوت ہے جس کے ذریعے وہ عرب کے اندرونی

انتشار کے باوجود روم کی عیسائی سلطنت سے ٹکر لینے جا رہے ہیں۔

☆ ڈبلیو منٹگمری واٹ (W.Montgomery Watt) ☆

''انسائیکلو پیڈیا آف اسلام'' میں اس کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

''پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس بات کو محسوس کر لیا تھا کہ جب تک شام کی طرف فوجیں روانہ نہیں کی جائیں گی۔ عرب قبائل پر امن نہیں رہ سکتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس منصوبہ کی سیاسی اہمیت سے واقف تھے۔ اسی وجہ سے باوجود شدید مخالفت اور سخت خطرات کے انہوں نے اسامہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ایک بڑا لشکر روانہ کیا تھا۔

"Abu Bakar was aware of this strategic Principle in the first days of his Caliphate, despite the Threats of Rebellion in Arabia, He persisted Muhammad`s plan of sending a large army under Usama Towards Syria". (W. Montgomery Watt)

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فراست اور ارادے کی پختگی کے قائل ہو گئے اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ان کا یقین مزید مستحکم ہو گیا۔

ے تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سوزِ صدیق رضی اللہ عنہ دے

☆ مدعیان نبوت کا استیصال ☆

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی ہی میں مدعیان نبوت پیدا ہو گئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد اور بھی بہت سے نبوت کے جھوٹے دعویداروں نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا اور لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیا بلکہ تمام عرب پر اپنا اقتدار جمانے کے خواب دیکھنے لگے۔ ان میں طلیحہ بن خویلدؔ اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب بہت مشہور ہیں۔ یہ مرض اس قدر بڑھا کہ عورتوں کے سر میں بھی نبوت کا سودا سا گیا۔ چنانچہ سجاح بنت حارثہ تمیمیہ نے بھی بانگ دہل نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اپنی قوت و حیثیت مضبوط

کرنے کے لئے مسیلمہ کذاب سے شادی کر لی۔ یوں یہ مرض وباء کی طرح تمام عرب میں پھیل گیا مگر خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آہنی عزم اور ٹھنڈے دل و دماغ کے مالک تھے۔ وہ ایک کامیاب سیاستدان بھی تھے۔ موتہ کی مہم کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے ان جھوٹے اور خود ساختہ نبیوں کے استیصال کی طرف توجہ فرمائی اور بروقت فوجی کارروائی اور مدبرانہ حکمت عملی سے ان کاذب مدعیان نبوت کی فریب کاریوں کا تارو پود بکھیر کر رکھ دیا۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا' شجاعت کا
لیاقت جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ ان جھوٹے مدعیان نبوت کا حال بیان کیا جاتا ہے:

☆ ۱- اسود عنسی ☆

اسود عنسی یمن کے قحطانی قبیلے کی شاخ بنو عنس کا سردار تھا۔ اس کا اصلی نام عبہلہ (Abhala) تھا۔ لیکن سیاہ فام (سیاہ رنگت' کالے رنگ کا) ہونے کی وجہ سے ''اسود'' مشہور ہو گیا۔ اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کے اپنے قبیلے اور دیگر گمراہ قبائل کے لوگ بھی اس کے ہمراہ ہو گئے۔ ''قیس بن عبد یغوث'' اس کی فوج کا امیر تھا۔ یہ شیطان خصلت لوگ جمع ہو کر مسلمانوں سے جنگ کرنا چاہتے تھے۔ اتفاق سے اسود عنسی کو اپنی فوج کے سپہ سالار قیس اور چند دیگر پیروؤں کی طرف سے جان کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ انہوں نے قبیلہ انبا کے مسلمان سرداروں سے خفیہ اتحاد کر لیا اور ان کی مدد کی قیس بن مکشوح اور فیروز دیلمی نے موقع پا کر شراب کے نشے میں دھت اسود عنسی کو ہلاک کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعے اس کی اطلاع مل گئی تھی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتا دیا تھا کہ اسود اپنے ہی ساتھیوں میں سے ایک شخص فیروز کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ یہ واقعہ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے ایک رات قبل کا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل کو یمن کی

طرف بھیجا۔ مہاجرین ابی اُمیہ کو طائف کے راستے سے پہلے ہی بھیجا جا چکا تھا۔ انہوں نے ان سورش پسندوں اور ان کے سرداروں عمرو بن معدیکرب اور قیس کو گرفتار کر کے مدینہ بھیج دیا اور یمن میں امن قائم ہو گیا۔

☆۲۔طلیحہ بن خویلد کے ساتھ جنگ☆

طلیحہ بن خویلد نجد کے قبیلہ بنو اسد کا سردار تھا۔ اس کا اصلی نام ''طلحہ'' تھا۔ مسلمان حقارت سے اس کو طلیحہ کہتے تھے۔ ایک مرتبہ اس کا قبیلہ صحرا سے گزر رہا تھا اور پانی نایاب تھا۔ اس کی نشاندہی پر اس لق و دق صحرا میں انہیں ایک پانی کا چشمہ مل گیا۔ طلیحہ نے اسی کو اپنا معجزہ قرار دے کر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ قبیلہ اسد کے علاوہ بنو غطفان اور بنو طے کے بعض لوگ بھی اس پر ایمان لے آئے۔ اس نے نماز کو ساقط کر دیا اور زکوٰۃ کو بھی ختم کر دیا جس پر منکرین زکوٰۃ بھی اس کے پیروکار بن گئے۔ یہ واقعہ آنحضور ﷺ کے آخری ایام کا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا مگر اسے کامیابی نہ ہوئی تھی کہ آنحضور ﷺ نے وصال فرمایا۔ ان دنوں عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے علاقہ بزاخہ میں گئے اور اپنے قبیلے کو سمجھا بجھا کر انہیں سیدھے راستے پر لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو طلیحہ کی گوشمالی کے لئے بزاخہ بھیجا جنہوں نے طلیحہ اور اس کے پیروؤں کو شکست فاش دی۔ طلیحہ اپنی بیوی نوار کو ساتھ لے کر شام کی طرف بھاگ گیا۔ کچھ عرصہ بعد مشرف بہ اسلام ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تجدید کی اور ایران اور عراق کی جنگوں میں اس نے بہادری اور شجاعت کے کارنامے سرانجام دیئے اور خلافت فاروقی رضی اللہ عنہ میں ایران کے ایک معرکہ میں داد شجاعت دیتا ہوا شہید ہوا۔

معصیت نے کر دیئے دھندلے نقوش زندگی
آؤ سجدے میں گریں لوح جبیں تازہ کریں

☆۴-سجاح بنت الحارث☆

سجاح قبیلہ بنو تمیم کی ایک شاخ ''بنو یربوع'' کی ایک حوصلہ مند عیسائی خاتون تھی۔اس نے بنو تغلب کے اکثر لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا یہ کہہ کر کہ یہ کب ضروری ہے کہ نبوت صرف مردوں کو ملتی رہے۔ یہ مرتبہ عورتوں کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ بنو تمیم کے ایک نامور سردار مالک بن نویرہ سخاوت اور فیاضی میں بے مثال تھا۔آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اس کو اپنے قبیلے کا سردار مقرر کیا تھا۔آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے وصال کے بعد وہ مرتد ہو گیا اور سجاح کے ہمنواؤں میں شامل ہو گیا۔سجاح نے مالک بن نویرہ کے مشورے پر اپنے ہی قبیلے کی مخالف جماعتوں اور گروہوں کو زیر کرنا چاہا تا کہ اپنی قوت کو مضبوط کر سکے مگر اسے کامیابی نہ مل سکی۔اس کے بعد اس نے مسیلمہ کذاب پر حملہ کرنے کے لئے یمامہ کا رخ کیا۔مسیلمہ اس وقت جنگ کے لئے تیار نہ تھا اس نے تحائف وغیرہ بھیج کر صلح کا پیغام دیا۔دونوں تنہائی میں ایک بند خیمے میں ملے۔کافی دیر کے بعد جب وہ باہر نکلے تو دونوں کی شادی ہو چکی تھی اور دونوں نے ایک دوسرے کی نبوت کی تصدیق بھی کی۔اس شیطانی اتحاد سے ان دونوں کی قوت میں بہت اضافہ ہوا۔ حدیقۃ الموت کی لڑائی کے دوران سجاح نے راہ فرار اختیار کیا اور بصرہ کی طرف بھاگ گئی اور کچھ روز بعد وہاں مرگئی۔

(تاریخ یعقوبی جلد ششم' ص ۱۲۵ بحوالہ تاریخ اسلام از پروفیسر محمد عبداللہ ملک ایم اے)

☆مسیلمہ کذاب اور جنگ یمامہ

مسیلمہ علاقہ یمامہ کے قبیلہ بنو بکر کی شاخ بنو حنیفہ کا سردار تھا۔مسیلمہ بدصورت' پست قد اور چالاک و مکار واقع ہوا تھا۔۱۰ھ میں اس کے قبیلے کا ایک وفد مدینہ آیا۔ مسیلمہ بھی اس میں شامل تھا۔آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے اس نے عرض کی۔اگر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم مجھے اپنا جانشین منظور فرمالیں تو میں حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا ہوں۔آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے احکام سے تجاوز نہیں کرسکتا۔اس شرط پر اگر تم مجھ سے کھجور کی چھڑی مانگو تو نہ دوں...

☆ مسیلمہ کذاب جب اپنے قبیلے میں واپس آیا تو اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس نے آنحضور ﷺ کی نقل کرتے ہوئے اپنی طرز کی نماز بنائی اور چند آیات بھی گھڑلیں جو بے معنی عبارت پر مشتمل تھیں اور آنحضور ﷺ کو لکھا کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ نبوت میں شریک ہوں۔ لہٰذا نصف دنیا آپ ﷺ کی ہے اور نصف میری۔ آپ ﷺ نے جواب میں مسیلمہ کو کذاب کے لقب سے خطاب کرتے ہوئے لکھا کہ:

''محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو: اما بعد دنیا خدا تعالیٰ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے گا اس کا وارث بنائے گا اور انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

(تاریخ طبری و خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم از شاہ معین الدین احمد ندوی ص ۴۰۔۴۱)

☆ آنحضرت ﷺ کے بعد مسیلمہ کذاب کی طاقت میں بہت اضافہ ہو گیا اور وسط عرب کے متعدد گمراہ کن قبائل اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ یہاں تک کہ نبوت کی مدعیہ سجاح بنت الحارث نے اس سے شادی کر لی۔ اس طرح مسیلمہ کذاب اسلام کا خطرناک ترین دشمن بن گیا۔ اس نے یمامہ کے چند گاؤں کی سرزمین کو حرم قرار دیا جہاں اس کے لٹیرے قتل و غارت کے بعد پناہ لیتے تھے۔

☆ یمامہ ☆

یمامہ جزیرۃ العرب کے وسط میں مشرقی سمت میں واقع ہے۔ اس کی مشرقی سمت بحرین اور بنوتمیم سے ملتی ہے۔ مغربی سمت اطراف یمن و حجاز سے ملتی ہے۔ اسکی جنوبی سمت میں نجران اور جانب شمال میں ملک سعودی عرب کا صوبہ نجد واقع ہے۔ یمامہ کا طول 240 میل ہے۔ یہ جگہ مکہ سے چار دن کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ زرعی اور نخلستانی علاقہ ہے۔ مسیلمہ کذاب کی جنگجو فوج کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اور حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو الگ الگ لشکر دے کر بھیجا اور ان کو ہدایت کی کہ جب تک تمہارے لشکر

اکٹھے نہ ہو جائیں، تم میں سے کوئی جنگ نہ چھیڑے لیکن حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جو ایک شوخ اور جانباز مجاہد تھے، نے جلد بازی سے کام لیتے ہوئے جاتے ہی جنگ شروع کر دی تاکہ فتح کا سہرا انہی کے سر رہے۔ اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا، کئی مسلمان شہید ہو گئے اور دشمن کے حوصلے بلند ہو گئے۔

☆ جب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی شکست کی خبر دربار خلافت میں پہنچی تو جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جو طلیحہ کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کر کے آئے تھے۔ فوراً مسیلمہ کذاب کی گوشمالی کے لئے یمامہ بھیجا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ میں پہنچ کر فوج کو نئے سرے سے ترتیب دیا اور بڑے منظم طریقے سے دشمن کے مقابلے پر آئے۔ مسیلمہ کذاب کے جنگ جو سپاہی بڑی بے جگری سے لڑے لیکن مسلمانوں نے اس انتہائی سخت جنگ میں حوصلہ نہ ہارا۔ اس جنگ میں مسلم شہداء کی تعداد تقریباً بارہ سو تھی۔ (بعض نے تیرہ سو لکھا ہے) جن میں تین سو ساٹھ مہاجر، تین سو انصار اور چھ سو بدو شامل تھے جبکہ مرتدین کے ہلاک ہونے کی تعداد کم وبیش بیس ہزار تھی۔ مسیلمہ کذاب ایک مسلمان حبشی غلام (وحشی رضی اللہ عنہ) کے ہاتھوں قتل ہوا۔ (انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔) اس جنگ میں حفاظ قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد شہید ہوئی تھی۔ لشکر اسلام فتح یاب ہو کر واپس لوٹا۔ اس کے علاوہ جہاں جہاں بھی ملک عرب میں ارتداد کی سورش تھی، اسے نو ماہ کی قلیل مدت میں فرو کر کے امن وامان بحال کر دیا گیا۔ اس کارنامے سے نہ صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عزم واستقلال کا پتہ چلتا ہے بلکہ ان کے فوجی نظام کی بھی تعریف کرنی پڑتی ہے۔ جنگ یمامہ ۱۱ھ کے آخر اور ۶۳۳ء کی ابتدا میں معرض وجود میں آئی۔

☆ منکرین زکوٰۃ کا مقابلہ ☆

بعض قبائل ایسے بھی تھے جو اسلام اور سلطنت مدینہ کے یوں تو اطاعت گزار تھے لیکن انہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ منکرین زکوٰۃ کا مسئلہ نہایت نازک تھا اور اکثر صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تذبذب میں تھے۔ ان کی رائے یہ تھی کہ جو

لوگ توحید و رسالت پر ایمان رکھتے ہیں' ان کیخلاف محض انکار زکوٰۃ کے باعث جہاد نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مشورہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ان لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی تجویز کو رد کرتے ہوئے کہا:

''خدا تعالیٰ کی قسم! جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بکری کا ایک بچہ زکوٰۃ میں دیتا تھا' اگر اب وہ اس سے انکار کرے گا تو میں اس کے مقابلے میں جہاد کروں گا۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں اس قدر آہنی عزم کا ثبوت دیا کہ بنی عبس اور بنی ذبیان کیخلاف فوجی کارروائی کی کمان خود سنبھالی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مستعدی اور استقامت کا نتیجہ یوں برآمد ہوا کہ چند دنوں میں ہی ایسے تمام قبائل نے زکوٰۃ ادا کر دی اور بعض نے خود مدینہ منورہ آ کر بیت المال میں جمع کروا دی۔ چنانچہ منکرین زکوٰۃ دب گئے اور مذہبی معاملات میں یہ عظیم فتنہ فرو ہو گیا۔ اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس موقع پر ذرا بھی کمزوری کا مظاہرہ کرتے اور ان لوگوں کو زکوٰۃ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیتے تو بعد میں دیگر قبائل نماز اور روزے سے گلو خلاصی کرانے کی تگ و دو کرتے اور شاید ایسا بھی ہوتا کہ دور دراز علاقوں کے مسلمان حج سے بچنے کے لئے حیلے تلاش کرتے اور اس طرح اسلام کے بنیادی مسائل کی کچھ اہمیت نہ رہتی اور مذہب ایک تماشا بن کر رہ جاتا اور ملت کا شیرازہ بکھر کر رہ جاتا۔

☆ فتنہ ارتداد کا خاتمہ ☆

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد کچھ اور قبائل بھی مرتد ہو گئے۔ ان میں بحرین' حضر موت' مہرہ' عمان' یمن اور کندہ کے باشندے پیش پیش تھے۔ چنانچہ جھوٹے نبیوں کے خاتمے کے بعد ان مرتدین کی طرف توجہ کی جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں مسلمان ہو چکے تھے لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے بعد پھر مرتد ہو گئے۔ انہوں نے ریاست مدینہ کے عمال کو تہہ تیغ کیا اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ان باغی سرداروں اور مرتدین کے نام ایک اعلان جاری کیا جس کا متن

یہ ہے:

☆ ''مجھے تم لوگوں میں سے ان کی خبر ملی ہے جو پہلے اسلام لائے تھے مگر اب دین سے منحرف ہو گئے۔ ایسے لوگوں نے درحقیقت خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانا اور شیطان کے فریب میں آ گئے حالانکہ وہ انسان کا دشمن ہے۔ میں تمہارے پاس فلاں شخص کو مہاجرین اور انصار کی فوج کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ وہ تم کو خدا تعالیٰ کی طرف بلائے گا جو اس کی بات مان لے گا اس کو قتل نہ کیا جائے گا اور نہ اس سے جنگ کی جائے گی اور جو باز نہیں آئے گا۔ اس کیخلاف جہاد کرے گا اور کسی سے سوائے اسلام کے اور کچھ قبول نہ کرے گا۔ میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ میری اس تحریر کو مجمع عام میں سنائے اور یہ نشانی مقرر کی ہے کہ جس بستی کے لوگ اذان پکاریں' ان کیخلاف جنگ نہ کی جائے''۔

☆ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ' حضرت حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ اور حضرت زیاد بن عبید رضی اللہ عنہ کو علی الترتیب ان مرتدین کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حضرت علاء رضی اللہ عنہ نے نعمان کا خاتمہ کیا' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے لقیط کو قتل کیا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کندہ کے حکمرانوں کو زیر کر کے دوبارہ اسلام پر قائم کیا۔

☆ تبصرہ ☆

پروفیسر محمد عبداللہ ملک لکھتے ہیں:

''حضرت ابوبکر صدیق نے جلد ہی ان مشکلات پر قابو پا لیا جن کا انہیں مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی سامنا کرنا پڑا۔ بلاشبہ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہی عزم راسخ اور بینظیر استقلال تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت قلیل مدت میں تمام فتنوں' تمام باغیوں' تمام مرتدین اور تمام مدعیان نبوت کا سر کچل کر رکھ دیا اور اسلام کو گویا نئی زندگی بخشی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی خاص مصلحت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایسے مضبوط اور آہنی ارادے والے انسان کو سریر آرائے خلافت نہ کرتی تو اسلام کی کشتی منجدھار میں پڑ کر کتنے ہچکولے کھاتی''۔

☆ اپنی وفات کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے جانشین کو وصیت کرتے

ہوئے فرماتے ہیں:

''عمر رضی اللہ عنہ! کسی بھی مصیبت کی وجہ سے دین اسلام کی خدمت اور حکم ربانی کی انجام دہی کو کل پر ملتوی نہ کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے بڑھ کر ہمارے لیے اور کون سی مصیبت ہوسکتی تھی مگر تم نے دیکھ لیا کہ اس روز بھی مجھے جو کچھ کرنا تھا' وہ کر کے رہا۔ خدا تعالیٰ کی قسم' اگر میں اس دن حکم خداوندی کی تعمیل سے ذرا سا بھی غافل ہو جاتا' تو اللہ تعالیٰ ہم پر تباہی مسلط کر دیتا اور سارا مدینہ فساد کی آگ میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جاتا''۔ (''انسانیت موت کے دروازے پر'' ص ۴۲)

☆ فتنہ ارتداد و بغاوت اور مسئلہ منکرین زکوٰۃ' مدعیان نبوت کی وجہ سے جو سورش عرب بھر میں پھیل گئی تھی' اس سے مسلمانوں کی حالت بہت پتلی ہو گئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں ''وہ بکریوں کے اس ریوڑ کی طرح تھے جو موسم سرما کی رات جب بارش بھی ہو رہی ہو' گھر سے باہر جنگل میں بغیر چرواہے کے رہ جائے''۔ الغرض ہر طرف انتشار اور طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا اور اسلام مکہ' مدینہ اور طائف تک محدود ہو کر رہ گیا تھا' دور دراز علاقوں کے وفادار مسلمان قبائل مخالفین میں گھر کر بے بس تھے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان فتنوں کا سختی سے انسداد کر کے اسلام کو ایک بار پھر عرب کا قوی مذہب بنا دیا۔ چنانچہ تمام عرب قبائل اطاعتِ اسلام کا دم بھرنے لگے اور ہر طرف شعائر دین اور ارکان اسلام کی پابندی ہونے لگی۔

خلیفۂ اول کے ان مسائل کو مضبوط اور آہنی عزم سے حل کرنے کا ایک اہم نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ آج تک کسی مسلمان قبیلے نے فرائض اسلامی میں کسی فریضے کی تنسیخ یا ترمیم کا مطالبہ نہیں کیا۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

☆عہد صدیقی رضی اللہ عنہ کی فتوحات☆

(ایران، روم اور شام وعراق کی فتح)

تھے ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں   خشکیوں میں کبھی لڑتے، کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں   کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

(اقبالؒ، بانگِ درا)

☆ایران کے ساتھ تصادم کے اسباب☆

☆۱-عرب وعجم کی قدیم مخاصمت (دشمنی)

ایران اور عربوں کے درمیان کافی دیر سے مخاصمت پائی جاتی تھی۔ ایرانی عربوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایرانی بادشاہ شاپور (بعض نے سابور بن اردشیر لکھا ہے) نے عرب پر حملہ کر کے لوگوں پر بے شمار مظالم ڈھائے تھے۔ اسی حملہ کی بنا پر ایرانی حکومت عرب کو اپنا ماتحت علاقہ بھی قرار دیتی تھی۔ چنانچہ عرب میں اسلامی حکومت کا عروج انہیں قطعی پسند نہیں تھا۔

☆۲-نامۂ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو پھاڑنا)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمام بادشاہوں کو دعوت نامے بھیجے تھے تو خسرو پرویز کسریٰ ایران نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پھاڑ ڈالا تھا اور سفیر کی بے عزتی کی تھی جو بین الاقوامی تسلیم کیے گئے ضابطوں کیخلاف تھی۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے بھی احکام جاری کیے تھے اسلئے مسلمانوں کے دل میں ایران کی ساسانی حکومت کیخلاف نفرت موجود تھی۔

☆ ۳- فتنۂ ارتداد کی حوصلہ افزائی

ایرانی حکومت عربوں کی ابھرتی ہوئی طاقت کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتی تھی اس لئے آنحضرت ﷺ کے وصال کے فوراً بعد اسلامی حکومت کا شیرازہ بکھیرنے کی جو کوششیں کی گئیں' ان میں ایرانی حکومت کا بھی ہاتھ تھا۔ ایرانی حکومت ہی کے اشارے پر حیرہ کی حکومت نے عمان اور بحرین کے باغیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ یمن کی بغاوت بھی ایرانی اثر و رسوخ ہی کا نتیجہ تھی اور سجاح بنت الحارثہ' جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا' ایران کے زیر اثر عرب قبیلہ ہی سے متعلق تھی اور وہ حکومت کے اشارے پر مدینہ کی طرف روانہ ہوئی تھی۔ ان تمام معاندانہ سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں کی طرف سے جوابی کارروائی کرنا ناگزیر تھا۔

☆ ۴- ایران میں سیاسی انتشار

اس وقت ایرانی حکومت انتشار کا شکار تھی۔ خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے باپ کو قتل کر کے تخت پر قبضہ جما لیا تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں کو بھی تہ تیغ کر دیا تھا لیکن صرف ایک سال حکومت کرنے کے بعد وہ خود بھی چل بسا۔ اس کے بعد اس کا نابالغ بچہ تخت نشین کیا گیا تو کسی درباری نے اسے ختم کر کے حکومت پر قبضہ جما لیا۔ امراء نے اس غاصب کو تخت سے اتار کر شہزادہ جوان شیر کو تخت نشین کیا لیکن اس کی عمر نے بھی وفا نہ کی اور ایک دوسرے نابالغ بچے یزدگرد کو تخت نشین کیا گیا اور ملکہ بوران رخت کو اس کا نائب السلطنت (وزیراعظم) بنایا گیا۔ اس داخلی انتشار سے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

☆ ۵- عرب کی متحدہ طاقت ایرانیوں کے لئے باعث تشویش

جب تک عرب طوائف الملوکی اور لامرکزیت کا شکار رہا۔ ایران اور روم کی عظیم سلطنتیں عربوں کو حقیر اور غلام تصور کرتی رہیں اور انہوں نے بارہا عرب کی تسخیر کے منصوبے بھی بنائے لیکن جب اسلام لانے کے بعد عرب قبائل اپنی گزشتہ عداوتوں کو

ترک کر کے اسلام کے پرچم تلے متحد و منظم ہو گئے اور ایک مرکزی حکومت (دولت مدینہ) کے ماتحت ہو گئے تو وہ ایرانیوں کے لئے ایک مستقل خطرہ بن گئے۔ اہل ایران عربوں کی اس ابھرتی ہوئی قوت کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ وہ اس طاقت کو روکنے کے لئے سازشیں کرنے لگے۔ ایران میں آباد عرب کے بعض عیسائی قبائل بھی ایرانیوں کو ہمیشہ عربوں کے خلاف بھڑکاتے تھے۔

☆ ۶۔ اسلام کی اشاعت کا جذبہ

مسلمانوں نے محض اسلام کی اشاعت کے لئے کسی علاقہ پر حملہ نہیں کیا لیکن جن حکومتوں سے جنگ چھڑ جاتی تھی ان کے ساتھ مقابلے کے وقت مسلمانوں کے پیش نظر یہ بات بھی ہوتی تھی کہ ان کی فتح سے اللہ کے دین (اسلام) کا بول بالا ہوگا اور انسان کو انسان کی غلامی سے نجات ملے گی۔

مری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

☆ ۷۔ فوری وجہ

فوری طور پر تصادم اس وجہ سے ہوا کہ عراق کے قریب بہت سے عرب قبائل مدتوں سے ایرانی حکومت کے مظالم کے شکار تھے۔ انہی میں سے ایک قبیلہ کے مسلمان سردار مثنیٰ بن حارثہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے امداد طلب کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان قبائل کی آزادی کے لئے امداد دینے کا وعدہ فرمایا اس طرح ایران کے زیر اثر قبائل کے ساتھ جنگ چھڑ گئی جس نے بعد میں ایرانی حکومت کے ساتھ بھرپور تصادم کی شکل اختیار کر لی۔

☆ فتوحات عراق ☆

مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے خود ہی عراق کے ان علاقوں پر حملہ کیا جہاں کے لوگ ایرانیوں کے ظلم و ستم برداشت کر رہے تھے۔ پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی

دس ہزار کے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ چنانچہ عراق میں جنگوں کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان میں اہم حسب ذیل ہیں:

☆۱- جنگ سلاسل (زنجیروں والی جنگ) 622ء:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عراق پہنچ کر ایرانی گورنر ہرمز (Hermaz) کو لکھا کہ:

''اسلام لے آ ؤ' محفوظ و مامون رہو گے۔ یا جزیہ دینا منظور کر لو ورنہ تم کو ایک ایسی قوم سے لڑنا پڑے گا جو موت کی اتنی ہی خواہش مند ہے جتنے کہ تم زندگی کے خواہشمند ہو''۔

ہرمز نے یہ خط کسریٰ ایران اردشیر کے پاس بھیج دیا اور خود پوری جنگی تیاری کے ساتھ دریائے فرات کے قریب ''کاظمہ'' کے مقام پر خیمہ زن ہو کر مسلمانوں کا انتظار کرنے لگا۔ مسلمان وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ پانی کے چشموں پر ایرانی قابض ہو چکے ہیں لیکن اسی وقت اللہ کے فضل وکرم سے بارش ہو گئی جس سے اسلامی لشکر کے لئے بہت سا پانی جمع ہو گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وقت ضائع کئے بغیر جنگ کا آغاز کر دیا۔ ہرمز خود حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر آیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ ہرمز کے قتل سے ایرانیوں کے حوصلے ٹوٹ گئے اور وہ زیادہ دیر تک میدان جنگ میں نہ ٹھہر سکے اور شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ بعض ایرانی دستوں نے جم کر لڑنے کے خیال سے اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑ لیا تھا۔ وہ میدان ہی میں مقتول ہوئے۔ اس جنگ کو انہی بیڑیوں (زنجیروں) کی مناسبت سے ''جنگ ذات السلاسل'' (زنجیروں والی جنگ) کہا جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس جنگ کی فتح پر بہت خوشی ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بہادری کے اعتراف میں ہرمز کا تاج ان کو بخش دیا جس کی مالیت ایک لاکھ درہم تھی۔ اس کے علاوہ بھی مسلمانوں کو اس جنگ میں بے پناہ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی فوجوں کے ساتھ آگے بڑھے اور اس جگہ قیام فرمایا جہاں آج کل عراق (موجودہ) کا شہر بصرہ آباد ہے۔

؎ کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

☆۲- جنگ مذار

ہرمز کا خط ملنے پر کسریٰ ایران اردشیر نے فوراً ایک فوج قارن کے ماتحت ہرمز کی امداد کے لئے روانہ کی۔ قارن کو ہرمز کے قتل اور ایرانیوں کی خبر اس وقت ملی جبکہ وہ مذار کے مقام پر پہنچا یہاں ہرمز کے شکست خوردہ سپاہی بھی اس کی فوج میں شامل ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو وہ بھی مذار پہنچ گئے اور ایک گھمسان کی جنگ کے بعد ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی۔ ایرانی سپہ سالار قارن اپنے تیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا۔ (تاریخ طبریٰ جلد چہارم)

☆۳- جنگ دلجہ

جب شہنشاہ ایران کو اس شکست کی خبر پہنچی تو اس نے اپنے تجربہ کار جرنیل بہمن جاذویہ اور ایک ممتاز ایرانی بہادر اندرزغر کی سرکردگی میں دو اور لشکر روانہ کر دیئے۔ اندرزغر کے لشکر کیخلاف دلجہ کے مقام پر جنگ ہوئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کے تین حصے کر دیئے۔ ایک حصہ سامنے سے لڑنے لگا اور دوسرے کو ایک نشیبی جگہ میں چھپا دیا اور تیسرے حصے کے ساتھ خود میدان میں لڑنے لگے۔ جب ایرانی فوج ہمت ہار گئی اور بری طرح تھک گئی تو اسلامی فوج کا دوسرا حصہ آ گیا اور اس تازہ دم دستے نے اچانک ایسا حملہ کیا کہ ایرانی رہی سہی فوج بھی بوکھلا گئی۔ پھر اسلامی فوج کا تیسرا حصہ میدان جنگ میں آ گیا۔ ایرانیوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کو کمک پہنچ گئی ہے اور وہ بدحواسی کے عالم میں بھاگنے لگے لیکن مسلمانوں نے ایرانی فوج کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ بے شمار ایرانی مارے گئے۔ اندرزغر نے بھاگ کر جان بچانے کی کوشش کی لیکن کچھ دور جا کر شدت پیاس سے مر گیا۔

☆۴- جنگ الیس

جنگ دلجہ میں کچھ عیسائی بھی گرفتار ہوئے جنھوں نے ایرانیوں کا ساتھ دیا تھا یا جنہیں ایرانی ساتھ لے آئے تھے۔ اس لئے بنی وائل کے عیسائیوں نے بہمن جادویہ کو امداد کے لئے پکارا اور الیس پہنچ کر اس کا انتظار کرنے لگے۔ بہمن جادویہ خسرہ کی بیماری کی وجہ سے بروقت نہ پہنچ سکا اور عیسائی لشکر کو اکیلے ہی مسلمانوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ مسلمانوں نے انہیں شکست فاش دے کر ان کی قوت کا صفایا کر دیا۔

☆۵- جنگ حیرہ

الیس کی فتح کے بعد اسلامی لشکر نے حیرہ کا محاصرہ کر لیا۔ اہل حیرہ نے جب دیکھا کہ وہ مقابلے کی سکت نہیں رکھتے تو انہوں نے صلح کی درخواست کی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے درخواست مان لی اور ایک لاکھ نوے ہزار درہم سالانہ پر مصالحت ہوگئی۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کو بہت سے تحائف بھی پیش کیے جنہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کی ہدایت کے مطابق جزیے میں شمار کر لیا اور عہد نامہ لکھ دیا۔ مسلمانوں نے اہل حیرہ کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ اردگرد کے کئی قبیلوں اور جماعتوں نے سالانہ جزیے کے حساب سے مسلمانوں کے ساتھ معاہدے کر لئے۔ اس طرح جنوبی عراق پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور تین ماہ کی مختصر سی مدت میں ابلہ سے حیرہ تک چار سو میل کا علاقہ مسلمانوں کے زیر نگیں آ گیا۔

☆۶- ''انبار'' کی فتح

جنوبی عراق سے فارغ ہو کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شمال کی طرف بڑھے اور انہوں نے انبار کا محاصرہ کر لیا اور سخت تیر اندازی کر کے اس شہر کے لوگوں کو پریشان و ہراساں کر دیا۔ تیر اندازی کی ابتدا ایرانیوں کی طرف سے ہوئی تھی لیکن مسلمانوں نے ان کی آنکھوں کو نشانہ بنایا اور ایک ہزار آنکھیں ضائع کر دیں۔ اسی مناسبت سے اس جنگ کو ''جنگ ذات العیون'' (آنکھوں والی جنگ) بھی کہتے ہیں آخر ایرانیوں نے اس

بات پر صلح کر لی کہ وہ خالی گھوڑوں پر سوار ہو کر علاقہ چھوڑ دیں گے اور تمام مال و متاع سمیت قلعہ مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس شرط پر رضامند ہو گئے اور شہر انبار پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔

سربکف میدان میں آ جوش ایمانی کے ساتھ
قوم کی رنگت بدل دے اپنی قربانی کے ساتھ

☆ ۷۔ ''عین التمر'' کی جنگ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انبار کی فتح سے فارغ ہوئے تو انہیں خبر ملی کہ ''مہران'' ''بن مہران بن بہرام چوبیں'' تازہ دم فوجوں کے ساتھ عین التمر کے مقام پر ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ساتھی زبرقان بن بدر کو ''انبار'' میں اپنا نائب مقرر کر کے خود عین التمر میں پہنچے۔ ابن بہرام کی امداد کے لئے ایرانیوں کے زیر اثر عرب قبائل بھی کثیر تعداد میں اپنے ایک سردار عقہ بن ابی عقہ کی سربراہی میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے۔ عقہ نے ابن بہرام سے کہا کہ: ''ہمیں عربوں سے لڑنے دو کیونکہ ایک عرب ہی دوسرے عرب کی جنگی چالوں کو سمجھ سکتا ہے''۔ مہران بن بہرام بولا: ''تم سچ کہتے ہو' لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ اس کے بعد مہران قلعہ میں مقیم رہا اور عقہ اپنے لشکر کی معیت میں اسلامی لشکر کے مقابلے میں آیا۔

(تاریخ اسلام' حصہ اول از شاہ معین الدین احمد' ندوی ص ۱۴۳)

''کرخ'' کے مقام پر دونوں لشکروں میں گھمسان کا رن پڑا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر عقہ کو زندہ گرفتار کر لیا۔ اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ جب مہران نے شکست کی خبر سنی تو وہ بھی قلعہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ عیسائی عرب قبائل جب قلعہ میں پہنچے تو انہوں نے قلعہ کو ایرانیوں سے خالی پایا۔ اس پر وہ مجبوراً قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ اسلامی لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور کسی ایک کو بھی امان دیئے بغیر تہہ تیغ کر دیا۔

(فتوح البلدان بلاذری' ص ۲۵۵' بحوالہ تاریخ اسلام از محمد عبداللہ ملک)

☆۸- جنگ دومۃ الجندل

دومۃ الجندل اپنے محل وقوع کے لحاظ سے جغرافیائی اور سیاسی اہمیت کا حامل شہر تھا۔ یہ شہر حیرہ اور عراق کو جانے والی شاہراہ پر واقع تھا۔ نیز شام کو بھی یہی راستہ جاتا تھا۔ گویا یہ شہر عراق و شام کی سرحد پر واقع تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ابھی عین التمر کے علاقے میں تھے کہ ان کو ایاز بن غنم جو دومۃ الجندل میں عرب عیسائیوں کے سردار اکیدر بن عبدالملک اور جودی بن ربیعہ کے خلاف برسر پیکار تھے۔ انہوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مدد کی درخواست کی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دومۃ الجندل پہنچتے ہی صورتحال بدل گئی۔ اکیدر نے اپنے دوسرے ساتھی کے سامنے صلح کر لینے کی تجویز پیش کی لیکن وہ نہ مانا۔ اکیدر بھاگ نکلا لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں نے اسے گھیر کر قتل کر دیا۔ دوسرا باغی جودی گرفتار کر لیا گیا اور قلعہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

☆۹- عراق کو واپس لینے کی کوشش

حضرت خالد بن ولید کے شمالی عراق چلے جانے سے ایرانیوں نے حیرہ کو واپس لینے کی آخری کوشش کی اور دونوں فوجیں فارس سے حیرہ کی طرف بڑھیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے اور بنو تغلب کو شبخون مار کر تہہ تیغ کر دیا' جنہوں نے عراق کو واپس لینے کی ناکام کوشش کی تھی اور ایرانی فوج کا بری طرح صفایا ہو گیا۔

☆۱۰- فراض کی جنگ

''فراض'' اپنے محل وقوع کے لحاظ سے جغرافیائی اور سیاسی اہمیت رکھتا تھا۔ یہ ایک ایسا مرکزی مقام تھا جہاں عراق' شام اور جزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں۔ یہاں ایک رومی لشکر نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چیلنج کیا اور دریائے فرات کو عبور کر کے مسلمانوں پر حملہ آور ہوا لیکن شکست کھائی اور دریائے فرات کے پشت پر ہونے کی وجہ سے لاتعداد جانوں سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اس جنگ کی اہم بات یہ بھی ہے کہ ایرانی' عیسائی اور رومی اپنے اپنے تحفظ کی خاطر تینوں اکٹھے ہو گئے۔

☆ اس اہم معرکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ساتھی عاصم بن عمرو کی زیر کمان فوج کو حیرہ واپس جانے کا حکم دیا اور اپنے بارے میں یہ ظاہر کیا کہ وہ لشکر کے آخری حصے کے ساتھ آئیں گے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان فتوحات کے شکرانے کے لئے فریضۂ حج ادا کرنے کا ارادہ کیا اور یہیں سے اپنے چند قابل اعتماد ساتھیوں کو لے کر مکہ معظمہ پہنچے اور حج کر کے اس سرعت سے واپس آ گئے کہ ابھی لشکر کا آخری حصہ شہر میں داخل نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ مل کر شہر میں داخل ہوئے۔ لوگوں کو اس بات کا بعد میں علم ہوا۔ ازاں بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ حکم ملا کہ اب تم شام کی طرف جاؤ اور یرموک میں مقیم اسلامی فوج کے ساتھ مل جاؤ۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شام روانہ ہو گئے۔ اس لیے سردست عراق کی مہم رک گئی۔ (تاریخ طبری جلد چہارم، ص ۲۰۷۳۔۲۰۷۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سرحد عراق پر یہ آخری جنگ تھی۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

☆ فتح عراق پر ایک نظر ☆

فاتح عراق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیف اللہ عراق میں ایک سال اور دو مہینے ایرانیوں کے خلاف جنگوں میں مصروف رہے۔ ان کے ساتھ کل دس ہزار فوج تھی اور تقریباً اتنے ہی مجاہدین دیگر سپہ سالاران اسلام کے ساتھ تھے۔ لیکن اتنی سی قلیل فوج نے وہ شاندار کارنامے سرانجام دیئے اور حیرت انگیز فتوحات حاصل کیں وہ تاریخ میں بے مثال ہیں۔

گزر جا بن کے سیل تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستان راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

یہ مقام حیرت ہے کہ سیف اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جس معرکے میں بھی شامل ہوئے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے کامیابی و کامرانی سے نوازا۔ یہ عطیۂ خداوندی تھا۔

دربار رسالت مآب ﷺ آپ رضی اللہ عنہ کو ''سیف اللہ'' (اللہ کی تلوار) کا خطاب ملا تھا۔ اس لیے ان کو شکست دینا دشمنان اسلام کے لئے کوئی آسان کام نہ تھا۔ دشمنوں کے حق میں پیام اجل تھے۔ دشمن کو دیکھ کر بجلی کی طرح کوند کر حملہ کر دیتے تھے۔ لیکن فتح کے بعد رعایا کے ساتھ اس قدر نیک اور مشفقانہ برتاؤ کرتے تھے کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کی ذات مسلمانوں کے لئے فتح عراق میں اللہ تعالیٰ کی نصرت و رحمت اور تائید کا پیغام بنی۔ مولانا ماہر القادری مرحوم ان کے بارے میں اپنے ایک شعر میں یوں گویا ہوئے۔

تو نے تنہا کفر کی فوجوں میں ہلچل ڈال دی
تیرا جوش عزم تھا بیگانۂ خوف و خطر

☆فتح روم (فتح شام)☆

☆روم کے ساتھ تصادم کے اسباب

☆۱-اسلامی حکومت کا استحکام قیصر کی تشویش

قیصر ہرقل نے یہ بات بخوبی سمجھ لی تھی کہ حضرت محمد ﷺ خدا کے سچے نبی ہیں۔ تاہم وہ عرب کی مضبوط حکومت کا قیام اپنے سیاسی مفادات کے خلاف سمجھتا تھا اس لئے اس نے اسلام دشمنی کا طرز عمل اختیار کر کے اپنے ماتحت قبائل کو اسلامی حکومت کیخلاف کارروائیاں کرنے پر رضامند کیا۔

☆۲-اسلامی سفیروں کے ساتھ بدسلوکی:

ملک شام میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آنحضرت ﷺ نے سفیر بنا کر بھیجا تھا' ان کے ساتھ ان لوگوں نے بدسلوکی کی۔ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو لوٹ لیا گیا اور حضرت حارث بن عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ ان کی یہ حرکات اس وقت کے مسلمہ بین الاقوامی قوانین کیخلاف تھیں۔ شامی قبائل کی ان حرکتوں کی وجہ سے اسلامی حکومت اور بنو غسان کے

درمیان تصادم شروع ہو گیا۔

☆۳-عہد نبوی ﷺ میں تصادم کی ابتدا

آنحضرت ﷺ شامی قبائل کے متوقع حملے کی روک تھام کے لئے تبوک تک گئے تھے۔ اگر چہ وہ اس وقت مقابلے پر نہ آئے لیکن ان کی جارحانہ کارروائیاں جاری رہیں۔ آپ ﷺ نے زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک دستہ سرحدات شام کی طرف روانہ فرمایا۔ شامی افواج نے اس پر حملہ کر دیا اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کمال دانائی سے اسلامی دستے کو بحفاظت واپس مدینہ پہنچایا۔ سرور کائنات ﷺ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر کو شام کی طرف بھیجا۔ ابھی یہ لشکر مدینہ سے چند میل کی مسافت طے کرنے پایا تھا کہ آپ ﷺ کے وصال کی وجہ سے واپس مدینہ آ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو دوبارہ روانہ فرمایا۔ اس طرح شام کے ساتھ تصادم کا آغاز نبی کریم ﷺ کے زمانے ہی میں ہو چکا تھا اور یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ جب تک شام پر روم قابض ہے۔ اس سرحد پر امن قائم نہیں ہو سکتا۔

☆ شام کی فتوحات اور منصوبہ بندی ☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی مہم کے لئے چار بڑے لشکر تیار کئے۔ ایک لشکر کا سپہ سالار عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مقرر کر کے فلسطین پر حملہ کا حکم دے دیا۔ دوسرا بڑا لشکر یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں دمشق کی طرف روانہ کیا۔ تیسرا بڑا لشکر ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ''حمص'' کی طرف روانہ کیا اور چوتھا بڑا لشکر شرجیل بن حسنہ کی سرکردگی میں اردن کی طرف روانہ کیا گیا۔ ہرقل قیصر روم اس وقت حمص میں مقیم تھا۔ اس نے اپنے حقیقی بھائی ''تدارق'' کو نوے ہزار فوج دے کر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر ''جرجہ'' کو چالیس ہزار کی نفری دے کر یزید بن ابی سفیان کے مقابلے پر ''وارقص'' کو پچاس ہزار فوج دے کر شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر اور ''قیقلان'' کو ساٹھ ہزار فوج دے کر ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر بھیجا۔

☆ بصریٰ پر اسلامی فوج کا قبضہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب رومی فوج کے ان بڑے بڑے لشکروں کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ نصف فوج مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی کمان میں دے دو اور خود باقی لشکر کے ساتھ شام پہنچو۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک بڑا صحرا عبور کرنے میں پانچ دن اور پانچ راتیں لگ گئیں۔ صحرا کے ساتھ بنو غسان کی بستی بصری تھی' جو رومیوں کی حامی تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کر دیا۔ اہل بصریٰ نے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ جزیہ ادا کریں گے اور اس کے بدلے آپ کو ہماری حفاظت کرنی ہوگی۔

☆ اجنادین کا معرکۂ کبریٰ 634ء

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا آخری بڑا معرکہ اجنادین میں ہوا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر نوے ہزار رومی سپاہی میدان میں آئے۔ مسلمانوں نے اس صورتحال کے پیش نظر سب لشکروں کو اکٹھا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ یزید بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ' شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ اجنادین پہنچ گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ کے حکم کے مطابق ان سے آ کر مل گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو متحدہ اسلامی افواج کا کمانڈر انچیف بنایا گیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پہلے پورے لشکر کو چھوٹے چھوٹے دستوں میں تقسیم کیا پھر میدان میں نکل کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔

☆ ''اے پروردگار عالم یہ وہ تیرے خاص بندے ہیں جنہوں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا ہے اور ان کے مددگار و معاون رہے ہیں۔ تیری مرضی کے لئے انہوں نے اپنے گھر بار عیال و اطفال کو چھوڑا ہے تو ہماری عزت نہ رکھ بلکہ اپنے سچے دین اور اپنے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت رکھ۔ ہماری مدد نہ کر بلکہ اپنے دین کی مدد کر' اے بے کسوں کے چارہ ساز تو ان کے ذریعے سے ہماری مدد کر اور کفار کے ہاتھوں ذلیل و خوار نہ کر''۔

اس دعا کے بعد حضرت خالد نے پوری فوج کو مخاطب کر کے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس کا ایک ایک لفظ تعلق باللہ کی مہک لئے ہوئے تھا اور جس میں شہادت کے بلند مرتبہ کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی گئی تھی۔

☆ جنگ کا آغاز

جنگ شروع ہوئی چالیس ہزار رومیوں پر مشتمل ہراول دستہ اسلامی لشکر پر حملہ آور ہوا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود اپنے مختصر سے دستے کے ساتھ مقابلے پر آئے اور یہ عظیم لشکر ایک مسلم دستے کے ہاتھوں پسپا ہو گیا۔

؎ چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغِ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کارِ سپاہ

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

اس کے بعد "جرجہ" دوسرے بڑے رومی لشکر کی قیادت کرتا ہوا آگے بڑھا لیکن خود جرجہ نے میدان میں آگے بڑھ کر اسلام کے بارے میں سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے جوابات دیئے تو جرجہ مسلمان ہو گیا اور مسلمانوں کی طرف سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ سبحان اللہ! پورے رومی لشکر نے یکبارگی حملہ کیا تو مسلمانوں کو ان کی کثرت تعداد کی وجہ سے کافی مشکل پیش آئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عصر تک لڑائی جاری رکھی یہاں تک کہ رومیوں نے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ سوار دستے میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ پیادے سپاہی اکثر میدان ہی میں مارے گئے۔ رومیوں کے بہت سے سردار گرفتار ہوئے جن کو دوسرے دن موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ مسلمانوں کے تین ہزار مجاہدین شہادت کے منصب پر فائز ہوئے۔ ہرقل قیصر روم کو جب اس شکست کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ: "اے ملک شام! تجھ کو یہ میرا آخری سلام ہے۔

دوران جنگ میں ہی مدینہ منورہ سے یہ روح فرسا خبر موصول ہوئی کہ حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے بجائے خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے ہیں۔ مجاہدین اسلام نئے خلیفہ کے احکام کا انتظار کرنے کے لئے یہیں رک گئے۔

نہ تو زمین کے لئے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لئے

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو سال تین ماہ اور دس دن خلافت سنبھالی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ۲۲ جمادی الآخر (بعض روایات میں ۲۱ جمادی الآخر بھی لکھا ہے) ۱۳ھ بمطابق ۲۳ اگست ۶۳۴ء بروز پیر مغرب وعشاء کے درمیان بعمر تریسٹھ سال وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ایک یہودی نے چاولوں میں زہر ملا کر دے دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اور حارث بن کلاۃ نے اسے کھا لیا۔ پھر انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہم نے ایک سال والا معیادی زہر والا کھانا کھا لیا ہے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات اس کھانے کے ایک سال بعد وفات پا گئے۔

☆ قارئین محترم! دوسرا قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے شدید سردی کے دن غسل فرما لیا تھا۔ جس کے اثر سے دو ہفتہ تک ایسے شدید بخار میں مبتلا رہے کہ نماز کے لئے باہر نہ نکل سکتے تھے۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے علاج کے لئے کسی طبیب کو بلا لیا جائے۔ فرمایا طبیب خود میرے پاس آیا تھا اور وہ کہہ گیا ہے کہ مجھے جو تمہارے ساتھ کرنا ہے کروں گا۔ حاضرین آپ رضی اللہ عنہ کا مطلب سمجھ گئے اور خاموش رہے پھر اسی بخار میں آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔

☆ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کو آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب قرار دیتے ہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قبر میں آپ کے فرزند حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اترے اور انہوں نے آپ کو نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں روضہ مبارک میں یارِ قبر بنا دیا۔

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کرنا

جب آپ رضی اللہ عنہ کے مرض نے شدت اختیار کی اور زندگی کی امید باقی نہ رہی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلا کر اپنے جانشین کے بارے میں مشورہ کیا اور اپنی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نام پیش کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیت میں کوئی شک نہیں ہے' لیکن وہ کسی قدر سخت گیر واقع ہوئے ہیں۔ اسی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سختی اور درشتی کی شکایت کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے خیال میں عمر رضی اللہ عنہ کا باطن ظاہر سے اچھا ہے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ان پر خلافت کا بوجھ پڑے گا تو وہ خود بخود نرم ہو جائیں گے۔ اس پر ایک اور صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کی سختی سے واقف ہونے کے باوجود ان کو جانشین نامزد کر رہے ہیں۔ ذرا سوچ لیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے حضور جا رہے ہیں' وہاں کیا جواب دیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں عرض کروں گا' خدایا! میں نے تیرے بندوں میں سے اس کو منتخب کیا ہے جو ان میں سب سے اچھا ہے۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے سب کی تشفی کر دی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر جانشینی کا وصیت نامہ لکھوایا اور اپنے غلام کو دیا کہ مجمعِ عام میں سنا دے اور خود گھر کے بالا خانے سے تمام حاضرین سے خطاب فرمایا۔

''جس کو میں جانشین مقرر کروں۔ اس کو تم پسند کرو گے؟ خدا کی قسم میں نے اپنے کسی قرابت دار (رشتے دار) کو خلیفہ مقرر نہیں کیا بلکہ اس کو نامزد کیا ہے جو تم لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کرتا ہوں۔ سب حاضرین نے متفقہ آواز میں کہا:

''ہم نے سنا اور مانا''

☆ انتخاب خلیفہ کی ذمہ داری سے فراغت پا کر آپ رضی اللہ عنہ نے ذاتی اور خانگی امور کے متعلق وصیتیں کیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر نہایت مفید نصیحتیں کیں جو ان کے کامیاب دور خلافت کے لئے نہایت عمدہ دستور العمل ثابت ہوئیں۔ پھر ہاتھ اٹھا کر اپنی بریت اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کی اور فرمایا:

''اے عمر! یاد رکھو کوئی مصیبت یا تکلیف تم کو دین کی خدمت سے نہ روکے۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے بڑھ کر بھی کوئی مصیبت آ سکتی ہے؟
تاہم خدا کی قسم! اگر میں اس دن اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ذرا بھی غفلت کرتا
تو اللہ تعالیٰ ہم کو تباہ کر دیتا اور مدینہ میں وہ آگ بھڑکتی جو کسی کے بجھائے نہ بجھتی''۔

پھر اپنے وظیفے کا حساب کیا تو معلوم ہوا کہ بیت المال کا کچھ قرضہ (روپیہ) آپ رضی اللہ عنہ کے ذمے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ میری زمین فروخت کر کے قرضہ ادا کیا جائے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے کفن کی وصیت

وفات کا وقت قریب تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں دفنایا گیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ''تین کپڑوں میں'' تو حکم دیا کہ ''مجھے بھی تین کپڑوں میں کفن دینا۔ دو چادریں جو میرے اوپر ہیں ان کو دھو لینا اور ایک نئی لے لینا''۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا ''ابا جان! کیا ہم نیا کپڑا نہیں خرید سکتے؟'' فرمایا ''اے لخت جگر! نئے کپڑوں کی زندہ لوگوں کو زیادہ ضرورت ہے۔ (زندوں کو زیادہ درکار ہیں)

☆ انتقال سے پیشتر فرمایا:

'' مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن کر دینا۔ اسماء بنت عمیس (زوجہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) مجھے غسل دیں اور عبدالرحمن (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے) ان کی مدد کریں۔ انتقال سے پیشتر دریافت فرمایا کہ آج کون سا دن ہے عرض کی دوشنبہ (پیر) فرمایا اگر میں اسی رات مر جاؤں تو کل کا انتظار نہ کرنا کیونکہ مجھے وہ ساعت بہت محبوب ہے جو نبی

کریم ﷺ سے قریب کرے۔

☆ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقاریر ☆

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تقریر

آپ رضی اللہ عنہ کے وصال پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''پیارے باپ! خدا آپ کے چہرہ کو نورانی کرے اور آپ کی کوششوں کا نیک پھل لائے۔ آپ نے اپنے اٹھ جانے سے دنیا کو ذلیل اور عقبیٰ کو عزیز کر دیا۔ اگرچہ آپ (کے انتقال) کی مصیبت رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد سب سے بڑی مصیبت ہے اور آپ کی موت تمام حوادث سے بڑھ کر حادثہ ہے لیکن کتاب اللہ صبر پر نیک اجر کا وعدہ دلاتی ہے لہٰذا میں آپ پر صبر کر کے وعدہ الٰہی کے ایفا کو پسند کرتی اور آپ کے لیے طلب مغفرت کرتی ہوں۔ خدا آپ کو اس رخصت کرنیوالی کا سلام پہنچائے (یہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود ہی مراد ہیں) جس نے آپ کی زندگی سے نفرت کی نہ آپ کے حق میں قضائے الٰہی کو برا جانا''۔

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تقریر ☆

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''خلیفہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد قوم کو سخت تکلیف میں مبتلا کر دیا۔ آپ کے گرد راہ تک پہنچنا مشکل ہے۔ پھر میں آپ تک کیوں کر مل سکتا ہوں''۔

☆ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی تقریر ☆

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (ترجمہ) ''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ خدا آپ پر رحم فرمائے بخدا آپ تمام امت میں سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے زیادہ ایمان کو اپنا خلق بنایا۔ سب سے بڑھ کر کامل الیقین سب سے زیادہ غنی تھے۔ سب سے بڑھ کر نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کرنیوالے اور سب سے بڑھ کر اسلام کے خدمت گزار اور سب سے بڑھ کر اسلام کے دوستدار تھے اور خلق و فضل و سیرت و صحبت میں آنحضرت ﷺ

سے آپ کو سب سے زیادہ نسبت حاصل تھی۔ خدا آپ کو اسلام اور رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے۔ آپ نے اس وقت رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی جب لوگوں نے تکذیب کی اور اس وقت غمخواری کی جب اوروں نے بخل کیا جب لوگ نصرت وحمایت سے رکے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا۔ آپ کو خدا نے اپنی کتاب میں صدیق فرمایا اور آپ کی شان میں وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ فرمایا ہے۔ اس سے مراد آنحضرت ﷺ اور آپ رضی اللہ عنہ ہیں (ترجمہ: آیت ''اور جو سچ لے کر آیا اور جس نے تصدیق کی''۔ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے مراد آنحضرت ﷺ اور ''صدق بہ'' سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں)۔ بخدا آپ رضی اللہ عنہ اسلام کا قلعہ تھے اور کفار کو ذلیل کر دینے والے تھے نہ آپ کی حجت میں غلطی ہوئی اور نہ آپ کی بصیرت میں ضعف آیا۔ جُبن آپ کو کبھی چھو بھی نہیں گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ پہاڑ کی مثل مضبوط تھے جسے نہ تند ہوائیں ہلا سکتی ہیں اور نہ اکھاڑنے والے اکھاڑ سکتے ہیں۔ آپ ایسے ہی تھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا یعنی ضعیف البدن' قوی الایمان' منکسر المزاج اللہ کے ہاں آپ عالی مرتبت تھے۔ زمین پر بزرگ اور مومنوں میں افضل تھے۔ آپ کے سامنے کوئی بے جا طمع اور ناجائز خواہش نہ کر سکتا تھا۔ آپ کے نزدیک کمزور' قوی اور قوی کمزور تھا۔ یہاں تک کہ طاقتور سے لے کر ضعیف کو اس کا حق دلا دیا جائے۔ خدا ہمیں آپ رضی اللہ عنہ کے اجر سے محروم نہ کرے اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعد ہم کو گمراہ نہ کرے''۔ (اشہر المشاہیر الاسلام)

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کارنامے اور دینی خدمات ☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تاریخ کے ایک ایسے نازک اور اہم وقت پر منصب خلافت پر متمکن ہوئے تھے جبکہ آنحضرت ﷺ کے بعد سرزمین عرب ایک دفعہ پھر گمراہی کا گہوارہ بن گئی تھی۔ مشہور مورخ طبری کے بیان کے مطابق ثقیف اور قریش کے سوا تمام عرب نے اسلامی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ مدعیان نبوت کی جماعتیں علیحدہ ملک میں سورش برپا کر رہی تھیں۔ منکرین زکوٰۃ نہ صرف زکوٰۃ سے

انکاری تھے بلکہ مدینہ منورہ کو لوٹنے کی دھمکی بھی دے رہے تھے۔ قریب تھا کہ نوزائیدہ مملکت اسلام اور اس کا امن و امان خطرے میں پڑ جائے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو پھر متحد کیا۔ مدعیان نبوت کی ابھرتی ہوئی طاقت کا سدباب نیز داخلی و خارجی بغاوتوں کو کچل کر اسلام کی بنیادوں کو از سر نو استوار کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اسلام کو تباہی و بربادی سے بچایا بلکہ اسے ایک عالمگیر مذہب بنا دیا۔ علاوہ ازیں جنگجو قبائل کو یقین محکم اور جہاد فی سبیل اللہ کے جذبے سے روشناس کیا اور قیصر و کسریٰ کے غرور و نخوت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ رضی اللہ عنہ بلاشبہ اسلام کے سب سے بڑے محسن تھے۔

اسلام کا زمانے میں سکہ بٹھا دیا
اپنی مثال آپ ہیں یارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کارنامے اسلام کی عظمت کے آئینہ دار ہیں جن کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے:

☆۱۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمات☆

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور اسلام کی خدمت کرنے میں لگ گئے۔ آپ نے اپنا مال اور اپنی جان دین کی سربلندی کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ ہجرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا اور یار غار کہلائے۔ غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذاتی محافظ قرار پائے۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جگہ خرید کر وقف کی۔ غزوہ تبوک کے موقع پر گھر کا پورا اثاثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نذر کیا۔ قصہ مختصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال تک اسلام کی خدمت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی خدمات کو خراج تحسین ان الفاظ میں پیش فرمایا کہ:

''میں نے ہر شخص کے احسانات کا بدلہ دنیا میں ادا کر دیا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے احسانات مجھ پر باقی ہیں۔ ان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ادا فرمائے گا''۔

☆۲- اتحاد بین المسلمین کے داعی☆

آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد امت مسلمہ انتشار کا شکار ہو گئی تھی۔ قریب تھا کہ مہاجرین اور انصار ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی مدد سے صورتحال پر قابو پا لیا اور ''سقیفہ بنی ساعدہ'' میں صرف آپ رضی اللہ عنہ ہی کی ذات تھی جس پر مہاجرین و انصار کا اتفاق ہو گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی محترم شخصیت کیخلاف ابوسفیان کی کانا پھوسی بھی کارگر ثابت نہ ہوئی اسلیئے آپ رضی اللہ عنہ کی ذات اتحاد بین المسلمین کا نشان بن گئی۔

☆۳- مستحکم حکومت کا قیام

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرب کے قبائلی نظام پر بھرپور ضرب لگائی اور ایک مستحکم قومی اسلامی حکومت قائم کی جس کا موثر اور مضبوط کنٹرول مدینہ میں خلیفہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اس طرح سے بھی عرب کی انتشار کی طاقتیں زوال پذیر ہو گئیں۔

☆۴- فتنۂ ارتداد کا خاتمہ

رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد جن فتنوں نے سر اٹھایا' اس کی تفصیل ہم پہلے پیش کر چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا حال جان لینے کے بعد اس بات کا برملا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا عزم و استقلال عطا فرمایا تھا' جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ''مانعین زکوٰۃ کا استیصال'' اور ''مدعیان نبوت'' کا خاتمہ'' کر کے آپ رضی اللہ عنہ نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا اور دین اسلام کی بنیادوں کو مستحکم کیا اور یہ بات بلا خوف و تردد کہی جا سکتی ہے کہ اگر اس وقت اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال نہ ہوتی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جذبۂ استقلال نہ ہوتا تو آج مسلمانوں کی تاریخ یقیناً کچھ اور ہوتی۔ بلاشبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اسلام کے بانی ثانی کی حیثیت حاصل ہے۔

☆ سر ولیم میور (Sir William Muir) لکھتا ہے کہ ''آپ رضی اللہ عنہ نے تمام

مخالفتوں اور شورشوں کو ختم کر کے اسلام کو از سر نو مستحکم اور مضبوط بنیادوں پر استوار کیا''۔

☆ ایچ جی ویلز (H.G.Wails) لکھتا ہے ''آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تبلیغ و اشاعت اسلام میں اس عزم و ثبات کا مظاہرہ کیا جس کے سامنے پہاڑ بھی ٹل جاتے ہیں''۔

☆ انسائیکلو پیڈیا برٹینکا میں درج ہے کہ سید المتقین خلیفۂ اول ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اولین اہم کاموں میں پیغمبر اسلام ﷺ کے مذہبی ورثے کو محفوظ رکھنا اور مدینے میں سیاسی ہم آہنگی پیدا کرنا شامل تھا۔ مرتدین کیخلاف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جرنیلوں کی کامیاب مہموں سے اسلام پہلی مرتبہ پورے عرب میں ایک فوجی اور سیاسی قوت بن گیا''۔

☆ خلیفۃ الرسول ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرد آہن بن کر دین کی حفاظت کی اور یکے بعد دیگرے باغیوں، منکرین زکوٰۃ اور مدعیان نبوت کے خلاف سخت تادیبی کارروائی کر کے اسلام کے شجر کو قوت و استحکام عطا کیا۔

؎ یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو، خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو!

☆۵-فتوحات کا آغاز☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مضبوط خارجہ پالیسی اختیار کی اور روم و ایران کی حکومتوں کیخلاف جہاد کا آغاز کر دیا جن کا اس وقت عروج تھا اور وہ مسلمانوں کے داخلی معاملات میں دخل دے رہی تھیں اور اسلامی حکومت کی سالمیت و استحکام کیخلاف سازشوں میں مشغول تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جنہوں نے دنیا بھر کو حیران کر دیا۔ کسریٰ کی عظیم سلطنت چند سالوں میں مسلمانوں کے قدموں میں تھی اور قیصر روم کو ایشیائی علاقوں کو خیرباد کہہ کر قسطنطنیہ واپس جانا پڑا اور مسلمان دنیا کی سب سے عظیم طاقت قرار پائے۔ بقول حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوش محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سرِ دارا

☆۲-جمع وتدوین قرآن حکیم☆

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زرین کارناموں میں سے ایک کارنامہ جمع وتدوین قرآن ہے۔ (قرآن کو کتابی شکل میں جمع کیا) مسیلمہ کذاب کیخلاف جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی ایک کثیر تعداد شہید ہوگئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ خدانخواستہ اگر حفاظ قرآن کی شہادت کا یہ سلسلہ قائم رہا تو قران حکیم کی حفاظت مخدوش ہو جائے گی۔ اس لئے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ قرآن حکیم کو ایک کتابی شکل میں جمع کر لیا جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پہلے یہ عذر ہوا کہ جس کام کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا' اس کو میں کس طرح کروں۔

(خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم' ص ۴۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بار بار اصرار سے آپ رضی اللہ عنہ کے ذہن میں بھی اس کی مصلحت آ گئی۔ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جو عہد نبوت میں کاتب وحی تھے اور سارا قرآن آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھا تھا کو قرآن حکیم جمع کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے بکمال خوبی یہ خدمت انجام دی اور اس وقت کے حفاظ کی مدد سے قرآن پاک کی آیات کو اسی ترتیب سے لکھوایا جس ترتیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک میں جبرائیل علیہ السلام سے قرآن سنا کرتے تھے۔ اس طرح سے قرآن پاک اپنی اصلی ترتیب کے ساتھ مرتب ہوا اور اس وقت سے قرآن حکیم کو ''مصحف'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔

☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا جمع ومرتب کیا ہوا نسخہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد ان کی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو وصیت کر دی کہ کسی شخص کو نہ دیں۔ البتہ جس کو نقل کرنا یا اپنا نسخہ صحیح کرنا ہو وہ اس سے

فائدہ اٹھ سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے عاریتاً لے کر چند نسخے نقل کرائے اور دوسرے مقامات میں روانہ کر دیئے لیکن اصل نسخہ بدستور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رہا۔ جب مروان مدینے کا حاکم ہو کر آیا تو اس نے اس نسخے کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے لینا چاہا لیکن انہوں نے دینے سے انکار کر دیا اور تاحیات اپنے پاس محفوظ رکھا۔ ان کے انتقال کے بعد مروان نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے وہ نسخہ لے کر ضائع کر دیا۔

(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم' ص ۵۴۔ ۴۶ بحوالہ فتح الباری جلد نہم' ص ۱۰)

☆ قرآن حکیم کی جمع و تدوین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اگر وہ دیگر کارنامے انجام نہ بھی دیتے تو ان کا تنہا یہی کارنامہ اس قدر عظمت و اہمیت کا حامل ہے کہ تاریخ اسلام میں ان کو وہی مقام و مرتبہ حاصل ہوتا جو آج بھی ہے اور مسلمان ان کے اس عظیم احسان سے قیامت تک سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ اسی قرآن کے متعلق حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نصیحت کرتے ہیں

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مرد مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدت کردار

☆ ۷۔ ملکی نظم و نسق

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجسم پیکر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم کردہ ملکی نظام میں کوئی تبدیلی نہ کی۔ آپ رضی اللہ عنہ جمہوریت کے علمبردار تھے۔ ہر کام میں صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی رائے اور مشورہ حاصل کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ملکی نظام کو بہتر بنانے کے لئے پوری سلطنت کو متعدد صوبوں اور ضلعوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ چنانچہ مدینہ' مکہ' طائف' صنعاء' نجران' حضر موت' بحرین اور دومۃ الجندل علیحدہ علیحدہ صوبے تھے اور ہر صوبے میں ایک عامل (گورنر) مقرر کیا گیا جس کے فرائض میں انتظامی امور کے علاوہ' مقدمات کے فیصلے' حدود شرعیہ کا جاری کرنا اور اقامت نماز کے کام شامل تھے۔

☆۸- حکام کی نگرانی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اگر چہ بذات خود حلیم الطبع اور نرم دل تھے لیکن ملکی نظم و نسق اور مذہبی امور میں بڑے سخت واقع ہوئے تھے۔" چنانچہ حکام سے جب کوئی ناز یبا امر سرزد ہو جاتا تو نہایت سختی کے ساتھ چشم نمائی فرماتے"۔

(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم از معین الدین احمد ندوی' ص ۵۸)

☆۹-فوجی نظام☆

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی باضابطہ فوجی نظام نہ تھا۔ بوقت ضرورت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خود ہی شوق سے علم جہاد کے نیچے جمع ہو جاتے تھے۔ عہد صدیقی میں بھی یہی صورتحال رہی لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوجی نظام میں قدرے اصلاح کی اور امیر الامراء یعنی سپہ سالار اعلیٰ کا ایک نیا عہدہ قائم کیا۔ اسلامی لشکر کے جملہ امیر اس کے ماتحت ہوتے تھے۔ سب سے پہلے اس عہدہ پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا۔

(فتوح البلدان' ص ۱۱۵' بحوالہ تاریخ اسلام از محمد عبداللہ ملک)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سامان جنگ کی فراہمی کا باقاعدہ بندوبست کیا' مختلف ذرائع سے جو آمدنی ہوتی اس کا ایک معقول حصہ سامان حرب اور باربرداری کے سامان کی خریداری پر صرف کرنے کا انتظام کیا۔ مال غنیمت کے ایک حصے کو فوجی مصارف کے لئے مخصوص کر دیا۔ نیز فوجی گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے مخصوص چراگاہیں بنوائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ باوجود کثرت کار اور پیرانہ سالی کے خود جا کر چھاؤنیوں (Cantonments) کا معائنہ فرماتے۔ اگر سپاہیوں میں مادی یا روحانی خامی نظر آتی تو اس کی اصلاح فرماتے۔ اخلاق اور اسلامی رواداری کی نصیحت فرماتے اور نظم و ضبط کا سبق دیتے اور فوج کے حوصلے بلند رکھنے کی خاطر بڑے بڑے فصیح لوگوں کو فوجی دستوں میں گھوم کر ملی جوش دلانے پر مامور کرتے۔

جب کبھی کوئی فوجی مہم روانہ کی جاتی تو خلیفۃ الرسول ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک فاصلے تک فوج کے ساتھ جاتے اور فوج کو نظم وضبط کے علاوہ اخلاق نگہداشت کے لئے مفید ہدایات دیتے تھے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کو شام روانہ کرتے وقت دس باتوں کی خصوصی نصیحت فرمائی تھی۔ (تفصیل پہلے گزر چکی ہے) آج بھی اس سے بہتر فوج کا ضابطۂ اخلاق مرتب نہیں ہوا۔

☆ ۱۰- نظام خلافت راشدہ کی بنیاد

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ صرف یہ کہ عظیم فتوحات حاصل کیں بلکہ ''علیٰ منہاج النبوۃ'' (طریق نبوت کی طرز پر) قائم کر کے دنیا کے سامنے ایک عظیم اسلامی نظام مملکت پیش کر دیا۔ عہد نبوی ﷺ تک حکومت کی رہنمائی اللہ اور رسول کیا کرتے تھے۔ اب خلافت راشدہ میں مسلمانوں نے باہمی مشاورت سے حکومت چلانے کی تفصیلات طے کرنی شروع کیں اور اس طرح سے پہلی ''اسلامی جمہوریہ'' وجود میں آئی جس میں ہر مذہب اور ہر طبقہ کے لوگوں کے حقوق کا بھی پورا پورا تحفظ کیا جاتا تھا۔

زمانہ منتظر ہے پھر نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

(حفیظ جالندھری)

☆ ۱۱- مالی نظام ☆

آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں محکمۂ مالیات کا وجود نہ تھا۔ بہرحال بیت المال کی ابتدا ہو چکی تھی۔ جو رقم وصول ہوتی خرچ یا تقسیم کر دی جاتی تھی۔ یہی طریق کار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں جاری رہا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری ایام میں مالیاتی نظام کی تنظیم کی طرف توجہ مبذول کی اور بیت المال کے لئے ایک عمارت تعمیر کروائی مگر اس میں کوئی بھاری رقم جمع ہونے کی کبھی نوبت نہ آئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں مقام سخ میں بیت

المال کا جائزہ لیا۔ صرف ایک درہم برآمد ہوا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ شروع سے اب تک وہاں تقریباً دو لاکھ دینار جمع ہوئے تھے لیکن ساتھ ساتھ خرچ کر دیئے جاتے رہے۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کی شرعی حیثیت بھی واضح فرما دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بیت المال کو صرف اجتماعی کاموں پر صرف کیا۔ ذاتی طور پر آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ دیر تک تجارت سے گزر اوقات کی۔ اس کے بعد ساتھیوں کے مجبور کرنے پر بیت المال سے صرف گزارہ الاؤنس قبول کیا اور اس کے بارے میں بھی وصیت کر دی کہ ان کا مکان فروخت کر کے واپس کر دیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرما دی کہ بیت المال پر میرا اتنا ہی حق ہے جتنا یتیم کے مال پر اس کے غریب سرپرست کا۔

☆۱۲۔ احتساب وتعزیر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پولیس اور احتساب ومواخذہ کا باقاعدہ انتظام تو نہ تھا' تاہم جہاں سے کسی بدعنوانی اور جرم کی خبر ملتی فوراً دربار خلافت سے آدمی بھیج کر کوشش کی جاتی کہ لوگوں کو نصیحت اور اخلاق کے ذریعے جرائم اور بدکاری سے روکا جائے لیکن اگر کوئی کھلم کھلا بدکاری کا مرتکب ہوتا تو اسے ضرور سزا دی جاتی۔ اگرچہ تعزیر وحدود کا کوئی ضابطہ تو موجود نہ تھا' لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعض جرائم کی سزائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مخصوص کر دیں۔ مثلاً شراب نوشی کے لئے چالیس دروں کی سزا لازماً قرار دی۔ اگر کسی سے کوئی ایسا جرم سرزد ہو جاتا جس کی سزا قرآن وحدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلوں میں بھی نہ ملتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے باہمی مشاورت کے بعد متفقہ طور پر سزا عائد کی جاتی۔ رہزنوں اور ڈاکوؤں کے لئے عبرتناک سزائیں مقرر تھیں۔ اگر کسی صوبے کا حاکم کسی کو غلط یا زیادہ سزا دے دیتا تو اس حاکم کو باقاعدہ متنبہ کیا جاتا کہ تمہاری دی ہوئی سزا میں فلاں فلاں غلطی تھی اور فلاں کمی اس لیے آئندہ محتاط رہنا ورنہ تم بھی سزا کے مستحق ہو گے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے مقدمات کے فیصلوں کے لئے باقاعدہ ''محکمۂ قضا'' کے تحت قاضی مقرر کیے۔ مدینہ منورہ کے قاضی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔

☆۱۳۔ خارجہ حکمت عملی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے تمام داخلی اور اندرونی مسائل کا بخیر و خوبی حل فرمایا اور ایک مضبوط و مستحکم اسلامی مملکت قائم ہوگئی۔ دوسری طرف آپ رضی اللہ عنہ نے بہترین خارجہ حکمت عملی کو اپنایا اور مومنانہ فراست' جرات' اعلیٰ حسن تدبر اور آہنی عزم کا مظاہرہ کیا۔ اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ اندرونی مسائل کی زد میں تھے۔ اس وقت کی دو عظیم طاقتوں روم اور ایران سے ٹکر لے کر انہیں نیچا دکھایا۔ آپ کو لشکر کے امیر منتخب کرنے میں بڑی مہارت' بصیرت اور فراست حاصل تھی۔ حضرت خالد بن ولید رحمۃ اللہ علیہ۔ رضی اللہ عنہ سیف اللہ) کی اعلیٰ جنگی صلاحیتوں سے آپ رضی اللہ عنہ نے بھرپور کام لیا اور اسلام کا پرچم بلند کیا۔

ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب الماس پارے ہیں سب
آسمان ہدایت کے تارے ہیں سب

☆ بقول میجر جنرل محمد اکبر: ''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آہنی عزم' غیر متزلزل استقلال اور برق رفتار مستعدی کے علاوہ دفاعی سیاست' فن حرب اور ڈپلومیسی کا بینظیر مظاہرہ کیا اور بیک وقت ایران و روم کو نیچا دکھایا کہ آج تک دوست دشمن اس کے معترف اور ثنا خواں ہیں''۔

یقیں پیدا کر اے ناداں! یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی' کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری!

☆۱۴۔ محکمۂ افتاء

متنازعہ فیہ مذہبی مسائل کے متعلق تحقیق و حل کے سلسلے میں محکمۂ افتاء کا قیام عہد صدیقی رضی اللہ عنہ ہی کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ اس محکمہ میں مقتدر صحابہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ' حضرت معاذ

بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ علماء دین کی حیثیت سے متنازعہ فیہ مذہبی مسائل کے سلسلے میں فتویٰ دینے کے مجاز تھے۔

☆۱۵- ذمیوں کے حقوق کا تحفظ

فتح خیبر کے بعد اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ چونکہ اسلامی حکومت غیر مسلم رعایا کی جان و مال اور مذہب کی حفاظت کی ذمہ دار تھی اس لیے غیر مسلموں کو اسلامی شریعت کی اصطلاح میں ذمی کہا گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں ذمیوں کے جو حقوق متعین کر دیئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ صرف ان حقوق کو قائم رکھا بلکہ اپنے مہر و دستخط سے دوبارہ ان کی توثیق فرمائی۔ غیر مسلم معاشی' سماجی اور مذہبی آزادی سے ہمکنار تھے اور ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی جاتی تھی۔ اس کا واضح ثبوت وہ معاہدہ ہے جو حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے کیا۔ اس میں واضح کیا گیا تھا کہ:

☆ ''عیسائیوں کی خانقاہیں اور گرجے نہیں گرائے جائیں گے۔ ان کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ ناقوس بجانے کی ممانعت نہ ہوگی اور نہ ہی تہوار کے موقع پر انہیں صلیب نکالنے سے روکا جائے گا۔ ان کے قلعے جو دشمن کے حملے کے وقت ان کی پناہ گاہیں ہوتی ہیں محفوظ رکھے جائیں گے''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جزیہ ٹیکس کی شرح نہایت آسان تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہی لوگوں پر جزیہ ٹیکس ادا کرنے کا حکم دیا جو اس کی ادائیگی کی استطاعت رکھتے تھے' چنانچہ حیرہ کے سات ہزار باشندوں میں سے ایک ہزار بالکل مستثنیٰ قرار پائے اور باقی پر صرف دس ہزار درہم سالانہ جزیہ عائد کیا گیا۔ معاہدے میں یہ شرط تھی کہ اگر کوئی ذمی بوڑھا' اپاہج اور مفلس ہو جائے گا تو جزیہ سے بری کر دیا جائے گا۔ نیز بیت المال اس کا کفیل ہوگا۔ (کتاب الخراج' ص ۷۲' بحوالہ تاریخ اسلام محمد عبداللہ ملک)

☆سر ولیم میور (Sir William Muir) اپنی اسلام دشمنی کے باوجود یہ ماننے پر مجبور ہے کہ: ''اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ کا عہد مختصر تھا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابوبکر رضی اللہ عنہ

سے زیادہ اسلام کی خدمت اور کسی نے نہیں کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نوزائیدہ اسلام کو ختم ہونے سے بچایا''۔

" His reign was short but after Muhammad himself, there is no one to whom the faith is more beholden. He saved the nascent Islam from Extinction."

☆حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت واخلاق☆

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان' نئی آن — گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن — قاری نظر آتا ہے' حقیقت میں ہے قرآں

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے دوست ہونے کے ناطے سے مثالی سیرت واخلاق کے مالک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی تمام زندگی قریباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں گزری۔ آپ رضی اللہ عنہ قوت ایمانی' تقویٰ و پرہیزگاری' عزم واستقلال' جذبۂ سخاوت اور خدمت خلق میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سب سے بڑھ کر دین کی سوجھ بوجھ رکھنے والے اور مزاج شناس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی رگ رگ میں سرایت کر چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ زندگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی تھے۔ یار غار اور قبر میں بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ہیں اور قیامت کے دن بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی ہوں گے۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت رقیق القلب (نرم دل) متواضع' منکسر المزاج' راست باز اور حق گو تھے۔ ان صفات کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ مستقل مزاج' بردبار' جرات مند اور آہنی عزم کے مالک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ''رفیق رسالت'' اور ''خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ خود رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

آپ رضی اللہ عنہ کو صدیق رضی اللہ عنہ کے لقب سے نوازا۔ علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل ترین انسان آپ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

☆۱- حلیہ مبارک

آپ رضی اللہ عنہ کا رنگ سفید تھا اور رخسار پر گوشت تھے۔ پیشانی ابھری ہوئی تھی' ہاتھ کی انگلیوں کی جڑوں پر گوشت کم تھا' ناک کھڑی اور درمیان سے ابھری ہوئی تھی' آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں' پنڈلیاں پتلی تھیں' بال سفید تھے' مہندی اور کشم (ایک قسم کی بوٹی) کا خضاب کیا کرتے تھے۔ کمر قدرے جھکی ہوئی تھی۔ چہرہ بارعب اور پروقار تھا۔

بقول امام زہری رحمۃ اللہ علیہ

''آپ رضی اللہ عنہ کے بال گھنگھریالے تھے۔ کم سخن اور رقیق القلب تھے۔ بہت چاک وچوبند تھے' آواز رعب دار اور پرجلال تھی۔

☆۲- سادگی وقناعت

آپ رضی اللہ عنہ نہایت سادہ زندگی کے خوگر تھے۔ بیش قیمت کپڑوں (لباس) کی بجائے موٹے اور عام سے کپڑے استعمال فرماتے تھے لیکن پاکیزگی وصفائی کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔ خوراک کے معاملے میں بھی ہر قسم کے تکلفات سے بے نیاز تھے اور ہمیشہ سادہ کھانا تناول فرماتے تھے۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام دولت اسلام پر نثار کر دی تھی اس لئے غربت و ناداری کے باعث دو دو تین تین وقت فاقے سے بھی گزر جاتے تھے۔

ایک دن آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسجد میں بھوک سے بے قرار دیکھا تو فرمایا: میں بھی تمہاری طرح سخت بھوکا ہوں۔ حضرت ابوالہیثم انصاری رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے گھر پر کھانے کی دعوت دی۔

(خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم' بحوالہ موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' ص ۱۷۱)

دور خلافت میں تو آپ رضی اللہ عنہ اور بھی زیادہ سادگی پسند ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

☆ ''جب سے خلافت کا بوجھ میرے سر پر آیا ہے میں نے معمولی سے معمولی غذا اور موٹے جھوٹے کپڑے پر قناعت کی ہے۔ مسلمانوں کے مال میں سے میرے پاس ایک حبشی غلام' ایک اونٹ اور اس پرانی چادر کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میرے بعد یہ تمام چیزیں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو واپس دے کر ان سے بری ہو جانا''۔

☆ وان کریمر (Von karamer) ''انہیں نظام اسلامی میں اگرچہ وسیع ترین اختیارات حاصل تھے لیکن ان کے طرز زندگی اور رہن سہن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے قدیم عرب تمدن پر قائم رہے۔ وہ مدینہ سے باہر سخ نامی ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک بدوشیخ کی مانند اونٹ کی کھال سے بنے ہوئے خیمے میں اہل وعیال سمیت زندگی بسر کرتے تھے''۔

☆۳- زہد وتقویٰ:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے عبادت گزار' نرم دل اور نرم خو تھے۔ آپ دن کو روزہ رکھتے اور رات نماز میں گزار دیتے۔ خشوع وخضوع کے عالم میں اس قدر روتے کہ ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی اور حالت نماز میں یوں محسوس ہوتا کہ کوئی سوکھی لکڑی ہے جو ہل جل نہیں سکتی۔ خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ غلام کی کہانت کی کمائی میں سے کچھ کھا لیا تو انگلی گلے میں ڈال کر قے کر دی تاکہ لقمہ حرام اندر نہ رہنے پائے۔ ایک مرتبہ فرمایا: ''کاش میں ایک چڑیا ہوتا کہ قیامت کے دن اس کا کوئی حساب نہ ہوگا''۔ کبھی فرماتے: ''آہ کاش میں ایک راستے پر عام درخت ہوتا''۔

☆ امام حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال سے پہلے فرمایا یہ اونٹنی جس کا ہم دودھ پیتے تھے اور یہ پیالہ جس میں ہم کھاتے تھے اور یہ چادر عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا۔ میں نے یہ چیزیں بحیثیت خلیفہ کے بیت المال سے لی تھیں۔ جب یہ چیزیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں تو فرمایا: خدا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے میرے لیے خلافت کا کام کتنا مشکل بنا گئے۔

☆ امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور

کی نسبت نہیں سنا کہ مشتبہ کھانا کھا کر قے کر دی ہو۔

☆ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح آسمان کے ستارے ان گنت ہیں۔اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں گننا بھی ممکن نہیں۔

☆۴-خدمت خلق

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

(حالی)

آپ رضی اللہ عنہ صحیح معنوں میں مخلوق خدا کے خدمت گزار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگوں کے کام آتے تھے۔اسلام لانے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا یہ جذبہ اور بھی بڑھ گیا۔کسی کی خدمت کرنا ثواب و سعادت سمجھتے تھے۔خلیفہ بننے سے قبل آپ رضی اللہ عنہ محلّہ میں لوگوں کی بکریاں دوہیا کرتے تھے۔جب خلیفہ بنے تو محلّہ کی لڑکیوں نے عرض کیا کہ:''اب ہماری بکریاں کون دوہا کرے گا۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''خدا کی قسم آپ کی بکریاں میں دوہا کروں گا۔خلافت مجھے خدمت خلق سے باز نہ رکھے گی''۔

☆ مدینہ کے اطراف میں ایک نابینا ضعیف عورت رہتی تھی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح سویرے اس کے گھر جا کر اس کی ضروری خدمات سرانجام دیتے تھے۔کچھ دنوں کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ کوئی شخص ان سے پہلے آ کر اس عورت کے کام کر جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیران تھے کہ وہ کون شخص ہوسکتا ہے؟ ایک دن جاننے کے لئے چھپ کر بیٹھ رہے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے کام کر جاتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پکار اٹھے۔''کوئی شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نیکی میں نہیں بڑھ سکتا''۔المختصر یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی ﷺ سید القوم خادمھم'' کے صحیح معنوں میں مصداق تھے۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کر و بیاں

☆ ۵- مہمان نوازی

آپ رضی اللہ عنہ میں مہمان نوازی کا جذبہ بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔ مہمان کی خدمت اور تواضع میں اگر گھر والوں سے کوئی کوتاہی سرزد ہو جاتی تو آپ رضی اللہ عنہ خفا ہوتے۔ ایک دفعہ گھر میں چند اصحاب صفہ ان کے مہمان تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جا رہا ہوں تم میرے واپس آنے سے پہلے ان کی مہمان نوازی کرنا۔ جب کھانا تیار ہوا تو مہمانوں نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں کھانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ انتظار ہوتا رہا۔ اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت دیر سے واپس لوٹے اور یہ دیکھ کر کہ مہمان ابھی تک بھوکے ہیں۔ اپنے صاحبزادہ پر بہت برہم ہوئے اور اسے ڈانٹا لیکن مہمانوں نے جب بات واضح کر دی۔ تب آپ رضی اللہ عنہ خاموش ہوئے اور سب نے مل کر کھانا کھایا۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس روز کھانے میں اس قدر برکت نازل ہوئی کہ ہم لوگ کھانا کھاتے جاتے تھے لیکن وہ کسی طرح ختم نہیں ہوتا تھا۔

(بخاری شریف جلد اول کتاب الادب)

☆ ۶- شجاعت اور مردانگی

آپ رضی اللہ عنہ شجاعت و مردانگی کا مجسمہ تھے۔ بڑے سے بڑے خطرے کو اسلام کی خاطر ہیچ اور کم تصور کرتے تھے۔ ہجرت مدینہ میں آپ رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے حالانکہ سخت خطرہ تھا اور پکڑے جانے کا احتمال بھی تھا۔ غار ثور میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں رہے اور ''یار غار'' کہلائے۔ اکثر غزوات میں آپ رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت و استقامت اور آہنی عزم کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ فتنہ ارتداد' منکرین زکوٰۃ اور مدعیان نبوت کیخلاف جہاد کرنے پر ڈٹ گئے۔

☆ ایچ جی ویلز (H.G.Waills) ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تبلیغ و اشاعت اسلام میں اس عزم و ثبات کا مظاہرہ کیا

جس کے سامنے پہاڑ بھی ٹل جاتے ہیں''۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا' عدالت کا' شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

☆ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار لوگوں سے سوال کیا کہ تمہارے نزدیک بہادر (شجاع) ترین کون شخص ہے کہا آپ' فرمایا میں ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑ سے لڑتا رہا ہوں۔ یہ کوئی شجاعت نہیں۔ تم شجاع ترین کا نام بتاؤ۔ سب نے عرض کی ہمیں نہیں معلوم۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا شجاع ترین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ بدر کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عریش بنا دیا گیا تھا۔ سوال پیدا ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کفار کی روک تھام کے لئے کون رہے گا۔ خدا کی قسم ہم میں سے کسی کو جرات نہیں ہوئی ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر کھڑے ہوئے جس کسی نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کیا انہوں نے اس کی مدافعت کی۔

☆ ایک بار مشرکین مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑ کر گھسیٹا اور کہنے لگے کہ تم ہی ہو جو ایک خدا بتاتے ہو۔ واللہ کسی کو ان کے مقابلہ کی جرات نہ ہوئی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور کافروں کو مار مار کر ہٹانے لگے اور زبان سے یہ کہہ رہے تھے افسوس تم پر تم ایسے شخص کو قتل کیا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا خدا ایک ہے۔ اس تقریر کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے۔

☆ پھر فرمایا آل فرعون کا مومن اچھا تھا یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ؟ جب کسی نے جواب نہ دیا تو فرمایا جواب نہیں دیتے۔ واللہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک ساعت ہزار ساعت سے بہتر ہے وہ تو اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کا اعلان کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء از علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ ۷۔ علم و فضل

جو پایہ علم سے پایا بشر نے
فرشتوں نے بھی وہ پایہ نہ پایا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم و فضل میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ نے کسی مکتب میں باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی تھی مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہم نشینی و رفاقت کا فیض تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ حکمت و دانائی اور علم و فضل کی صفات عالیہ کے اعتبار سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا کلام فصاحت و بلاغت کا آئینہ دار ہوتا تھا۔ اس سے زیادہ آپ رضی اللہ عنہ کے کمال علم و فضل کی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اشارات غیبی سمجھنے میں جہاں دوسرے قاصر رہتے تھے' وہاں آپ رضی اللہ عنہ فی الفور سمجھ لیتے تھے۔ پانچ یوم قبل از رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب خطبہ میں فرمایا: ایک بندہ کے سامنے دنیا و مافیہا کو پیش کیا گیا ہے مگر اس نے آخرت ہی کو اختیار کیا ہے۔ اس امر کو صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی سمجھے اور رو پڑے' کہا ہمارے ماں باپ' ہماری جانیں اور ہمارے زر و مال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نثار ہوں۔

("صحیح بخاری" (عن عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) بحوالہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد اول' ص ۲۶۸'۲۶۹)

☆فہم قرآن

امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قوم کی امامت وہ شخص کرائے جو ان میں قرآن کا زیادہ عالم ہو۔ اس ارشاد کے تحت جب ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جملہ انصار و مہاجرین کی موجودگی میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے کھڑا کیا تو ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑھ کر عالم قرآن تھے۔

آدمی تم میں ہے وہ سب سے بھلا
درس جو لے اور دے قرآن کا

☆علم حدیث

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ' عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ' علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ' عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' انس بن مالک رضی اللہ عنہ'

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ' براء بن عازب رضی اللہ عنہ' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ' عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ' زید بن ارقم رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ' عقبہ بن عامر جہنی' عمران بن حصین رضی اللہ عنہ' ابو برزہ اسلمی' ابو سعید رضی اللہ عنہ الخدری' ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری' ابو طفیل رضی اللہ عنہ لیثی' جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ' عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' اسما ذات النطاقین' عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ' جنابجی' مرہ بن شراحیل الطیب' قیس بن ابی حازم' سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ وغیرہم صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے احادیث روایت کی ہیں۔

☆ علم تعبیر

امام محمد بن سیرین علم تعبیر الرویا کے امام تسلیم کیے گئے ہیں۔ ان ہی کا قول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے تعبیر بیان کیا کروں۔

☆ علم الانساب

سیدنا جبیر بن مطعم اپنے عہد میں عرب کے بڑے نساب شمار کیے جاتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے ''علم الانساب'' ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سیکھا جو عرب کے سب سے بڑھ کر عالم الانساب تھے۔ (تاریخ الخلفاء از امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ آپ رضی اللہ عنہ چونکہ رسول رحمت تاجدار مدینہ سُرورِ قلب و سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و معیت میں آغاز بعثت سے لے کر آخری لمحہ حیات تک جلوت اور خلوت میں' سفر اور حضر میں' رزم اور بزم میں ہر جگہ اور ہر موقع برابر ساتھ رہے تھے' اس بنا پر آپ رضی اللہ عنہ کا سینہ درحقیقت علوم و کمالات نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گنجینہ بن گیا تھا۔

☆ ذوق شعر و شاعری

سید معین الدین احمد ندوی ''خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم'' میں مسند احمد (جلد اول' صفحہ ۸ کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔

''حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ابتداء میں شاعری کا ذوق بھی تھا لیکن اسلام کے

بعد ترک کر دیا تھا۔ کبھی کبھی جذبات خود بخود نظم موزوں کے قالب میں ڈھل جاتے تھے۔ ایک دفعہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد تازہ ہوگئی۔ بے اختیار ان کو گود میں اٹھا لیا اور فرمایا:

وبابی شبیہ النبی لیس شبیہا بعلی

(ترجمہ شعر) میرا باپ فدا ہو' یہ (حسن رضی اللہ عنہ) نبی سے مشابہ ہے علی رضی اللہ عنہ سے مشابہ نہیں ہے)

☆۸۔ عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت کا ابھرا ہوا پہلو ان کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی اور دنیا کی کوئی چیز آپ رضی اللہ عنہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھی۔ اسی وجہ سے ہر تکلیف کے وقت آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ یہ عشق ہی درحقیقت وہ سرچشمہ تھا جس سے دوسرے کمالات پیدا ہوئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخی آپ رضی اللہ عنہ کے لئے قابل قبول نہ تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر آپ رضی اللہ عنہ ہی نے کی اور انہیں خرید کر آزاد کر دیا۔

☆ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی ہدایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصال نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوسرے سال ایک روز خطبہ دیا اس میں یہ الفاظ زبان سے نکلے: ''میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پچھلے سال سنا ہے''۔ اس پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بے تاب ہو گئے اور مشکل سے خطبہ پورا کر سکے۔ قارئین محترم! جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ بعض مورخین کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جان گھلا دی۔ جدائی کا غم برداشت نہ ہو سکا۔ وہ سوز دروں سے اندر ہی اندر پگھلتے رہے اور آخر اپنے محبوب سے جا

ملے۔

☆ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ دنیا کی چیزوں میں سے مجھے تین چیزیں پیاری ہیں۔

i- حضور پرنور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھنا۔

ii- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنا مال صرف کرنا۔

iii- میری لڑکی کا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ہونا۔

(المنبہات۔ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ بحوالہ عشرہ مبشرہ)

☆ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ خدا ابوبکر صدیق پر رحم کرے۔ انہوں نے اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی۔ مجھے دارالہجرت (مدینہ) تک پہنچایا اور بلال کو آزاد کیا۔

☆۹- اتباع سنت

حضرت عمرو بن العاص اور شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے ایک رومی سردار کا سر کاٹ کر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کیا جائے۔ انہوں نے جواب میں یہ عذر پیش کیا کہ وہ بھی تو مسلمانوں کے سر اپنے امراء کے پاس بھیجتے ہیں۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا کہ جب ہمارے پاس خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم موجود ہے تو کیوں روم و فارس کی تقلید کی جائے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(اقبال)

☆۱۰- مثالی حکمران

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لئے

خلیفۂ اول کی حیثیت سے آپ رضی اللہ عنہ نے فرض شناسی، ملی خدمت اور دیانت کا انتہائی اعلیٰ نمونہ اور معیار پیش کیا۔ اسلامی سلطنت کے سربراہ ہونے کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی تمام شاہانہ کروفر اور تکلفات سے پاک تھی۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحن قصر خلافت کا کام دیتا تھا۔ وہیں تمام ملکی امور طے کیے جاتے تھے۔ ان کا عہد شاندار ایوانوں، اونچے محلات، خداموں اور دربانوں سے یکسو خالی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی رہائش اسی کچے مکان میں رکھی جہاں وہ خلیفہ بننے سے پہلے رہائش پذیر تھے۔ ہر کس و ناکس کو بلا روک ٹوک ملنے کی اجازت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ ایک عظیم انسان، مدبر، دور اندیش حکمران اور اعلیٰ درجہ کے منتظم تھے۔

☆ سر ولیم میور (Sir William Muir) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دربار خلافت سادگی و متانت کا مظہر تھا۔ کوئی محافظ مقرر نہ تھا، نہ کوئی درباری دبدبہ موجود تھا، جملہ معاملات ملکی کی وہ خود نگہداشت کرتے تھے، رات کی تاریکی میں محلوں کا چکر لگا کر غرباء کی امداد کرتے تھے۔ محکمۂ عدل وانصاف پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مامور تھے لیکن سال بھر میں بمشکل ایک یا دو مقدمات پیش ہوئے، غیر ممالک کے ساتھ خط و کتابت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔ بعض امور پر حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مامور تھے''۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا؟
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

☆ فارسی کے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے

مردان خدا خدا نہ باشند
لیکن ز خدا جدا[1] نہ باشند

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں فرمایا کرتے تھے:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کے وقت رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خدمت کی خاص طور

پر غار ثور میں ساتھ رہنے کا شرف اور مرتدین سے جہاد و قتال کا کارنامہ' وہ اگر مجھے دے دیں اور میری ساری عمر کے اعمال مجھ سے لے لیں تو میں سمجھوں گا کہ میں فائدے میں رہا"۔

☆خلق صدیقی رضی اللہ عنہ پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تقریر☆

ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا تھا۔ (ترجمہ اردو) "واللہ میرے والد کو کوئی بلند سے بلند ہاتھ نہیں چھو سکتا وہ مضبوط قلعہ اور دراز سایہ تھے۔ انہوں نے تمہاری حاجت روائی کی جب تم محتاج ہوئے وہ آگے بڑھے جب تم سست ہوئے ایسے جیسا کہ عمدہ گھوڑا جیت کے نشان پر پہنچنے کے لئے سب سے آگے نکل جاتا ہے وہ بچپن و جوانی اور پیرانہ سالی میں قریش کے نامور مرد تھے۔ محتاجوں کی دستگیری کرتے' اسیروں (قیدیوں) کو رہائی دلاتے' ان کی شکستگی کو جوڑتے ان کی پراگندگی کو جمعیت سے بدل دیتے۔ حتیٰ کہ عزیز القلوب ہو گئے تھے۔ لوگوں نے ان کے دین کی طرف گردنیں بلند کیں۔ ہمیشہ خدا سے مشغول رہے یہاں تک کہ گھر میں مسجد بنائی تھی' باطل پرستوں نے جن امور (یعنی توحید) کو مٹا دیا تھا۔ انہوں نے ان کو زندہ اور قائم کیا' وہ خوف سے آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے اور ان کی پسلیاں پھڑکتی رہتی تھیں وہ سینہ میں دردمند دل رکھتے تھے مکہ کی عورتیں اور بچے ان پر تالیاں بجاتے۔ ان کا تمسخر اڑاتے لیکن فی الحقیقت خدا خود ان مستہزئین سے استہزاء کر رہا تھا اور ان کو اندھوں کی طرح ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ میرے والد کا ایمان قریش پر سخت ناگوار تھا۔ قریش نے ان کی طرف کمانیں جھکا دیں اور تیر تولے اور ان کو نشانہ بنایا پھر بھی ان کو جھکا نہ سکے وہ اپنی روش پر قائم رہے حتیٰ کہ دین کا نشان گڑ گیا اور خوب جڑ پکڑ گیا جبکہ ہر قبیلہ اور فرقہ کے لوگ اس میں ادھر سے ادھر آکر فوج در فوج داخل ہونے لگے تھے۔ خدا نے بھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسی کا مال پسند اور منتخب فرمایا اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو شیطان نے لوگوں کے دلوں پر تنبو تان لیے اور طمانچیں

مضبوط کر لیں اور اپنے لشکر لے کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا۔ دین اور جمعیت اسلام میں اضطراب پیدا ہوا اور بنی ہوئی بات بگڑنے لگی اور مسلمانوں میں فساد برپا ہوا' لوگ مرتد ہونے لگے۔ بدنیتوں نے طمع پر کمر باندھی اور قیامت کا خوف دلوں سے نکل گیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ دفعتاً میرے والد برہنہ پا کمر بستہ ہو کر کھڑے ہوئے اور سمٹے ہوئے دین کو پھیلا دیا اس کے انتشار کو جمعیت سے بدلا اس کی کجی کو سیدھا کیا' نفاق کو بھگایا اور دین استوار ہو گیا۔ حق کو امن میں آرام ملا۔ ڈگمگاتے ہوئے سر شانوں پر ٹھہر گئے۔ خون کھالوں سے بہتے بہتے محفوظ ہو گیا۔ ان کے مرنے سے جو رخنہ پیدا ہوا اس کو اپنے ہی جیسی سیرت و عدالت شخص یعنی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بند کر دیا۔ مبارک ہے وہ ماں جس کے شکم میں ایسا بچہ رہا اور جس نے ایسے بچہ کو دودھ پلایا جس نے کفار کو پامال' شرک کا استیصال کیا۔ زمین کو نجاست سے پاک و صاف کیا چنانچہ پھر اس زمین نے بھی اپنی پیداوار نکال باہر کیں اور چھپے خزانے اگل دیئے۔ دنیا ان کے سامنے آتی تھی وہ اس سے اعراض کرتے تھے پھر انہوں نے فئے کی آمدنی کو مسلمانوں پر تقسیم کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کے موافق چھوڑ کر انتقال کیا۔ اب تم لوگ مجھے بتاؤ کہ ان میں تم کو کون سی برائی نظر آتی ہے اور کون سے دن کی وجہ سے میرے والد کو برا کہتے ہو۔ آیا اس دن کی وجہ سے جس میں کہ یہ کہتا ہوا چل بسا۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم

(خدا میری اور تمہاری مغفرت فرمائے) (اشہر المشاہیر بحوالہ عشرہ مبشرہ)

☆ اولیات صدیقی رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ کفار کے ساتھ سب سے پہلے آپ نے جہاد کیا۔ آپ کو اپنے باپ کی حیات میں خلافت ملی۔ سب سے پہلے آپ ہی نے اسلام میں اجتہاد کیا۔ سب سے پہلے آپ ہی نے مسجد بنوائی۔ سب سے پہلے آپ ہی کو "لقب صدیق" عطا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ کو

ترتیب مخصوص کے ساتھ جمع کیا جو تمام امت میں مقبول ہوا اور جس پر ساری امت کا اتفاق ہے اور اس کا نام ''مصحف'' رکھا۔ سب سے پہلے خلیفہ بنے۔ سب سے پہلے آپ نے اپنا جانشینی مقرر فرمایا۔

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی!
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر ساز فطرت میں نوا کوئی

(اقبال علیہ الرحمہ)

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کون......؟

1- جن کی زندگی کا سرمایہ حضور اکرم ﷺ کی رضا تھی۔

2- جن کی ایمانی تائید نشر و اشاعت کا سبب بنی۔

3- جن کا مطمح نظر بغیر صاحب نبوت کی رضا کے کچھ اور نہ تھا۔

4- جو سرور کائنات ﷺ کو دیکھے بغیر بے چین و بے قرار رہتے تھے۔

5- جن کے کردار، گفتار اور حرکات و سکنات سے سنت نبویہ ﷺ کی خوشبو آتی تھی۔

6- جنہوں نے اخلاص و دیانتداری کے صلہ میں ''امین الناس'' کا خطاب پایا۔

7- جن کی ذات گرامی صفات کو حضور ﷺ نے بطور نمونہ پیش کیا۔

8- جن کے احسانات عظیمہ کا اقرار حضور ﷺ کی ذات مقدس نے کیا۔

9- جن کو شب ہجرت میں رفاقت کے لئے پروردگار عالم نے منتخب فرمایا۔

10- جن کے دروازے پر حضور ﷺ بن بلائے تشریف لائے۔

11- جن کی رفاقت کو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رفاقت پر سرکار دو عالم ﷺ نے ترجیح دی۔

12- جن کی گود حضور ﷺ کے لئے آرام گاہ بنی۔

13- جن کو اگر سانپ نے کاٹ لیا تو حضور ﷺ کے شفا خانے سے دوا نصیب ہوئی۔

14- جن کے گھر سے حضور اکرم ﷺ کے لئے طعام غار میں پہنچتا رہا۔

15- جن کو خدا تعالیٰ نے نصرت خداوندی سے تعبیر کیا۔

16- جو نبوی ﷺ درسگاہ کے پہلے طالبعلم تھے۔

17- جن کو غزوہ بدر میں حضور ﷺ نے "لشکر میمنہ" کا سردار بنایا۔

18- غزوہ خندق میں جن کی طرف سے ایک کافر بھی عبور نہ کر سکا۔

19- 9ھ میں جن کو "امیر الحج" کا خطاب دربار نبوی ﷺ سے نصیب ہوا۔

20- جنہوں نے فتنۂ ارتداد کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

21- جنہوں نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ روانہ کرنے پر ذرہ بھر تامل نہ کیا۔

22- انکار زکوٰۃ پر جو جہاد کے لئے تیار ہو گئے۔

23- جو "لا یخافون لومۃ لائم" کا مصداق بنے۔

24- جن کو وہی عمر نصیب ہوئی جو حضور علیہ السلام کو نصیب ہوئی۔

25- جن کی موت کا سبب وصال نبی ﷺ کا غم بنا۔ (مسند ابی بکر صدیق، ص ۱۹۸)

26- جن کو دفن کرنے کیلئے روضۂ اقدس ﷺ سے "اوصلوا الحبیب الی الحبیب" کی آواز آئی۔ ("دوست کو دوست کے ساتھ جلدی ملا دو"۔ تفسیر کبیر)

27- جن کو آنحضور ﷺ کے آخری دیدار کے وقت چہرۂ نبوی ﷺ کا بوسہ نصیب ہوا۔

28- جن کے قلب کے تزکیہ و تصفیہ کا ذمہ خود سرور کائنات ﷺ نے لیا۔

29- جن کا مطمع نظر بغیر صاحب نبوت کی رضا کے کچھ اور نہ تھا۔

30- جن کے دل کو راحت حضور اکرم ﷺ کے دیدار سے حاصل ہوتی تھی۔

31- جن کی ذات گرامی صفات کو حضور اکرم ﷺ نے بطور نمونہ کے پیش کیا۔

32- جن کے احسانات عظیمہ کا اقرار حضور ﷺ کی ذات مقدس نے کیا۔

33- جن کے کردار، گفتار اور حرکات و سکنات سے سنت نبوی ﷺ کی خوشبو آتی تھی۔

34- جنہوں نے شب ہجرت بار نبوت اپنے کندھوں پر اٹھایا۔

35- جن کے دروازے پر سرور کائنات ﷺ بن بلائے تشریف لے گئے۔

36- جن کو سارے قرآن میں صاحب النبی کا لقب نصیب ہوا۔

37- جو نبوی ﷺ درسگاہ کے پہلے طالبعلم تھے۔

38- جنہوں نے غزوہ بدر میں حضور علیہ السلام پر پہرہ داری کا حق ادا کیا۔

39- غزوہ خیبر میں جن کی سرداری سے یہودیوں کا غرور ٹوٹ گیا۔

40- جن کی خلافت فاروقی دور کے لئے باعث راحت و آسانی بنی۔

41- جنہوں نے "الذین استجابوا لِلّٰہ والرسول" (پارہ ۴) کے مطابق لڑنے کے لئے اپنی جان کو پیش کر دیا۔

42- جن کو وہی عمر نصیب ہوئی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نصیب ہوئی۔

43- جن کے لئے رحمۃ للعالمین نے "ارحم امتی" فرمایا۔

44- جو عشرہ مبشرہ کے سرِ فہرست رہے۔

45- جنہوں نے اپنے پرانے کپڑے کفن کے لئے مناسب سمجھے۔

46- جن کو زندگی میں سرور کائنات ﷺ نے "صاحبی علی الحوض" ہونے کی بشارت فرمائی۔

47- جن کو حوض کوثر پر آنحضور ﷺ کی رفاقت نصیب ہوگی۔

48- جن بارگاہ نبوت ﷺ سے "عتیق (من النار) کا لقب نصیب ہوا۔

49- جن کو سرور کائنات ﷺ نے بشارت دی کہ تم سب سے پہلے (امت محمدیہ ﷺ میں سے) جنت میں داخل ہوگے۔

50- جن کو خدا تعالیٰ نے نصرت خداوندی سے تعبیر کیا۔

☆تعلیمات صدیقیہ رضی اللہ عنہ☆

☆۱-فضیلت نماز اور قیامت کا بیان

ایک بار سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے سلمان خدا سے خوف کیا کر کیونکہ قریب ہی وہ وقت آنے والا ہے کہ ہر ایک بات ظاہر ہو جائے گی اور لوگ معلوم کر لیں گے کہ ہر چیز میں تمہارا کیا حصہ ہے اور تم نے کیا کھایا اور کیا باقی چھوڑا۔ یہ سمجھ لو کہ جس نے پنجگانہ نماز ادا کی وہ صبح سے شام تک خدا کی حفاظت میں آ گیا اس کو پھر کون مار سکتا ہے؟ اور جس نے خدا سے عہد شکنی کی وہ اوندھے منہ دوزخ میں الٹا دیا جائے گا۔

☆۲-والدین کے حقوق و آداب

ایک شخص نے اپنے والد کی شان میں گستاخانہ (کلمات) کہہ رہا تھا۔ فرمایا اسکی گردن اڑا دو اس کے سر میں شیطان گھس گیا ہے۔

☆۳-حقوق ہمسایہ

ایک بار حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمسایہ سے جھگڑتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: ہمسایہ سے مت جھگڑو کیونکہ اس کا تعلق تم سے قائم رہے گا۔ دیکھنے والے متفرق ہو جائیں گے اور آپ کی اس حالت کو نقل کریں گے۔

۴-حقوق رعایا کی نگہداشت اور اعمال کو تنبیہ

مہاجر بن ابی امیہ یمامہ کے عامل تھے۔ ایک مسلمان عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی۔ انہوں نے اس کا ہاتھ کٹوا دیا اور ایک دانت نکلوا دیا۔ ایک اور عورت نے مسلمانوں کی ہجو کی۔ اسے بھی یہی سزا دی۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں تحریر فرمایا تمہارے فیصلے کی اطلاع ملی جو تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرنیوالی عورت کو سزا دی۔

اگر تم نے ایسا نہ کیا ہوتا تو میں اس کے قتل کا حکم دیتا کیونکہ کسی مسلمان کا انبیاء علیہم السلام کی ہجو کرنا اس کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے اور اسے مرتد کہا جاتا ہے اور اگر کوئی غیر مسلم معاہد ایسا کرے تو وہ متحارب سمجھا جائے گا اور یہ ضروری نہیں ہوگا کہ ہم شرائط معاہدہ کے پابند رہیں بلکہ ہم جہاد کا اعلان کر دیں گے اور اگر وہ عورت ذمیہ ہے جو مسلمانوں کی ہجو کرتی ہے تو وہ سزا جو تم نے اسے دی ہے بالکل ناجائز ہے کیونکہ باوجودیکہ وہ مبتلائے شرک ہے۔ اس کے ساتھ معاہدہ ٹھہر گیا ہے۔ اس حالت میں اس کا مال و جان محفوظ ہے۔ محض مسلمانوں کے سب و شتم کی بنا پر وہ کیوں کر اس سزا کی مستحق گردانی جاسکتی ہے۔ آئندہ اس سلوک سے احتراز کریں۔

۵- اعمال جاہلیت کی ممانعت

ایک عورت نے حج میں خاموش رہنے کی منت مانی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا! بات چیت کیا کر یہ جاہلیت کا عمل شریعت اسلام میں ناجائز ہے۔ (تاریخ الخلفاء از امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

☆۶- امراء عساکر کو ہدایات

لشکر شام پر جب یزید الخیر بن ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا کر رخصت کیا تو ان سے فرمایا کسی عورت یا پاپاج یا پیر سال (بوڑھے) کو قتل نہ کرنا۔ پھل دار درخت نہ کاٹنا، کھیت نہ اجاڑنا، اونٹ کی کونچیں نہ کاٹنا، ہاں کھانے اور استعمال میں لانے کا کوئی حرج نہیں۔ کھجور کے درخت کو جڑ سے نہ کاٹنا نہ اسے جلانا، نہ اسراف کرنا نہ بخل

(اشہر المشاہیر الاسلام جزو اول مجلد اول)

۷- خون مسلم کی حرمت

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کسی پر ناراض ہوئے۔ ابو بردہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس کی گردن اڑا دیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایسا کرنے کی کسی کو اجازت نہیں۔ (اشہر المشاہیر الاسلام)

☆☆☆☆☆

امام شعبی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے چار خصوصیات میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منفرد ہیں:

۱- صدیق آپ کے سوا کسی کا نام نہیں۔

۲- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غار میں رفاقت کا شرف حاصل کیا۔

۳- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات میں آپ کو امام بنایا۔

۴- آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرکابی میں ہجرت کی۔

☆☆☆☆☆☆

علامہ طبرسی آیہ مبارکہ "وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ "حق و صداقت کو لانے والے سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ہے اور اس کی تصدیق کرنیوالے سے ابوبکر مراد ہیں"۔

(تفسیر مجمع البیان ص ۳۲ جلد دوم)

قرآنی آیات سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت وشان میں

☆ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف میں قرآن حکیم کی بہت سی آیات کریمہ نازل ہوئی ہیں۔ یہاں تک کہ بہت سے بزرگوں نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے چند آیات کریمہ کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

☆ آیت نمبر ۱۔ خدائے عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ

(سورۃ الزمر، آیت ۳۳)

اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جو سچائی لایا یعنی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جنہوں نے ان کی تصدیق کی یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہی لوگ متقی ہیں۔ مذکورہ بالا آیات کے تحت تو اہل تشیع کی مشہور تفاسیر بالخصوص تفسیر قمی میں لکھا ہے کہ ”صدق بہ“ سے مراد ابوبکر صدیق ہیں۔

اصدق الصادقین سیّد المتقین
چشم و گوش وزارت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی)

☆ آیت نمبر ۲: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (الحدید: ۱۹)

(ترجمہ) اور جولوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اپنے رب کے ہاں وہی سچے اور گواہ ہیں (یعنی حق و صداقت کے علمبردار اور پاسبان) ان کے لئے خصوصی اجر اور نور ہوگا۔

☆ آیت نمبر۳: اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ٥ (سورۃ البقرۃ ۲۷۴)

ترجمہ: ''اور وہ جو مال خیرات کرتے ہیں' رات میں اور دن میں اور چھپے اور ظاہر ان کے لئے ثواب ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم''۔

(تفاسیر کے مطابق اس آیت کے نزول پر حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چالیس روز اشرفیاں خرچ کیں)

☆ آیت نمبر۴: وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی٥ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰی٥ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤی٥ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی٥ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی٥ (سورۃ الیل ۱۷ تا ۲۱)

مفسرین کرام (اہل سنت و جماعت) نے ان مذکورہ آیات طیبات کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں مانا ہی ہے جبکہ اہل تشیع کے علامہ طبرسی نے مجمع البیان ص ۵۷' ج ۲ میں بھی تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں جب وہ اسلام قبول کرنیوالے غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے جیسے حضرت بلال اور عامر بن میسرہ وغیرہ

یہ آیت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما)

☆ آیت نمبر۵: لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ٥ (سورۃ آل عمران ۱۸۱)

(ترجمہ) ''بے شک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی اور انبیاء (علیہم السلام) کو ان کا ناحق شہید کرنا اور ہم فرمائیں گے چکھو آگ کا عذاب'' (آل عمران ۱۸۱)

☆ آیت نمبر ۶۔

اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ○ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ○ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ○ (الحجر ۴۶ تا ۴۸)

''(پرہیز گاروں کو کہا جائے گا) داخل ہو جا۔ اس (جنت) میں امن و سلامتی کے ساتھ، ہم نے ان کے سینوں سے کینے نکال باہر کئے (جس سے وہ آپس میں) بھائی بھائی ہو کر (جنت کے) تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہیں۔ انہیں نہ تو وہاں تکلیف ہوگی اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے''۔

☆ آیت نمبر ۷۔

فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (فاطر ۸)

(ترجمہ) ''بے شک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہئے اور ہدایت دیتا ہے جس کو پسند فرمالے''۔ (فاطر ۸)

☆ اس آیت کی تفسیر میں سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جن کو اللہ نے پسند فرمایا اور انہیں ہدایت عطا فرمائی وہ ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ (تنویر المقباس تفسیر ابن عباس درمنثور، ص ۲۹۸ ج ۳، تفسیر کبیر)

☆ آیت نمبر ۸: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○ (التوبہ ۱۱۹)

(ترجمہ) ''اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ''۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○'' کا مطلب ہے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جاؤ۔ (روح المعانی ج ۶، ص ۴۵، درمنثور ص ۲۹، ج ۳، تفسیر کبیر)

☆ آیت نمبر۹: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْاَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ

(سورۃ التوبہ:۴۰)

(ترجمہ) ''اگر تم (رسول) کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔ جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا (ہجرت کرنی پڑی) صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب اپنے یار سے کہتے تھے غم نہ کھا' بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد فرمائی جو تم نے نہ دیکھیں اور اللہ ہی کا بول بالا ہے''۔

تمام مفسرین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہ آیات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی متعدد ایسی فضیلتوں اور عظمتوں کی آئینہ دار ہے جس میں کسی ابہام و تشکیک کی گنجائش نہیں ہے اور یہ فضیلتیں اس نوع کی ہیں جو صرف اور صرف آپ کی ذات گرامی کے ساتھ خاص ہیں۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان فضائل خصوصی میں آپ کے سہیم و شریک نہیں ہیں۔

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں ابن عساکر کے حوالے سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل فرماتے ہیں: (ترجمہ) ''بے شک اللہ تعالیٰ نے (آیۂ غار میں) دوسرے تمام لوگوں کی مذمت فرمائی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی ہے''۔

قارئین محترم! یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت پر نص قطعی ہے اور اس انداز سے کسی اور صحابی کی صحابیت کو بیان نہیں کیا گیا اور جس طرح ''سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ'' میں بعبدہ سے مراد حضور علیہ السلام ہی ہیں اور کوئی نہیں ہو سکتا اس طرح

''اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ'' میں ''صاحب'' سے مراد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہو سکتے ہیں اور کوئی نہیں ہو سکتا''۔

☆ آیت نمبر ۱۰: اہل ایمان کو عین حالت نماز میں یہ دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پھر ''القرآن يفسر بعضه بعضا'' کے مطابق خود ہی انعام یافتہ لوگوں کا ذکر سورہ نساء میں یوں فرمایا گیا ''اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ''۔ صاحب کشاف نے اس طرح تفسیر کی ہے۔ (ترجمہ) ''صدیقین سے انبیاء کرام کے وہ عظیم الشان صحابہ کرام مراد ہیں جنہوں نے سب سے پہلے نبیوں کی تصدیق کی جیسے (اس امت میں) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' تفسیر خازن جلد اول ص ۲۶۴) میں لکھا ہے کہ اس آیت میں صدیقین سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افاضل صحابہ کرام جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پس ان کا نام ہی اس امت میں صدیق اور وہ اتباع رسل میں افضل ہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ ''النبیین'' سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ''الصدیقین'' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ''الشہداء'' سے مراد حضرات عمر و عثمان اور علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ (بحوالہ یاران مصطفیٰ ملخصاً)

☆ آیت نمبر ۱۱: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (سورۃ الحجرات ۱۳)

(بے شک اللہ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ مکرم اور عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) سورۃ اللیل کی آیات ۱۲۔ ۱۸ اور اس آیت کریمہ کو ملانے سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم اور عزت والے ہیں۔

☆ آیت نمبر ۱۲: وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ...... اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى (سورۃ اللیل آیات ۱ تا ۴)

(قسم رات کی جب چھا جائے اور دن کی جب روشن ہو جائے اور اس کی جو اس

نے پیدا کیے نر اور مادہ تمہاری کمائی طرح طرح پر ہے)

ابن حاتم بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیات کریمہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

☆ آیت نمبر ۱۳: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی (الیل ۵)

(سو جس نے دیا اور ڈرتا رہا)

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد محترم نے کہا اے فرزند میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ضعیف لوگوں کو خرید کر غلامی سے آزاد کر رہے ہو اگر تم بوڑھوں کے بجائے قوی اور جوان لوگوں کو خرید کر آزاد کرو تو وہ تمہاری مدافعت کریں گے۔ یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے والد محترم! اس سے بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ (دنیاوی فائدہ میرے پیش نظر نہیں ہے)

☆ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہمارے افراد خاندان کا کہنا ہے کہ اس پر یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی (یعنی یہ اس آیت کا شان نزول ہے) (ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ)

☆ آیت نمبر ۱۴: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن ۴۶)

(ترجمہ) ''اور جو کوئی ڈرا کھڑا ہونے سے اپنے رب کے آگے اس کے لئے دو باغ ہیں)

☆ ابن ابی حاتم ابن شوذب سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ یہ اور کئی طریقوں سے بھی مروی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''صالح المومنین'' سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

☆ آیت نمبر ۱۵: ''وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ'' (سورۃ آل عمران ۱۵۹)

ترجمہ: ''اور ان سے مشورہ لے کام میں''۔

حاکم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی تھی۔

نے پیدا کیے نر اور مادہ تمہاری کمائی طرح طرح پر ہے)

ابن حاتم بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ آیات کریمہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

☆ آیت نمبر ۱۳: فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى (الیل ۵)

(سو جس نے دیا اور ڈرتا رہا)

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے والد محترم نے کہا اے فرزند میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ضعیف لوگوں کو خرید کر غلامی سے آزاد کر رہے ہو اگر تم بوڑھوں کے بجائے قوی اور جوان لوگوں کو خرید کر آزاد کرو تو وہ تمہاری مدافعت کریں گے۔ یہ سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے والد محترم! اس سے بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہے۔(دنیاوی فائدہ میرے پیش نظر نہیں ہے)

☆ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہمارے افراد خاندان کا کہنا ہے کہ اس پر یہ مذکورہ آیت نازل ہوئی (یعنی یہ اس آیت کا شان نزول ہے)(ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ)

☆ آیت نمبر ۱۴: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن ۴۶)

(ترجمہ) ''اور جو کوئی ڈرا کھڑا ہونے سے اپنے رب کے آگے اس کے لئے دو باغ ہیں)

☆ ابن ابی حاتم ابن شوذب سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ یہ اور کئی طریقوں سے بھی مروی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ''صالح المومنین'' سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

☆ آیت نمبر ۱۵: ''وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ'' (سورۃ آل عمران ۱۵۹)

ترجمہ: ''اور ان سے مشورہ لے کام میں''۔

حاکم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا آیت حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی تھی۔

☆☆☆☆☆

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر سے محبت اور اس کا شکر ادا کرنا میری امت پر واجب ہے“۔ (اس حدیث کو امام دیلمی اور خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے)

(عرفان السنۃ (کتاب المناقب) ۵۵۱)

☆☆☆☆☆

قرآن اور حدیث کا بھی ہے یہ ماحصل
اجماع مسلمین نے عقدہ کیا ہے حل
اجمل یہی عقیدہ حقہ ہے بے خلل

فضائل ومناقب امام العاشقین

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

☆ احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں ☆

☆ حدیث نمبرا: حضرت ہمام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دور میں دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ (ایمان لانے والوں میں سے) پانچ غلام' دو عورتوں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہ تھا''۔

(اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا)۔

☆ حدیث نمبر۲: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابوبکر ہم سب سے زیادہ محبوب تھے اور (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) ہم سب سے بہتر اور ہمارے سردار تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گفتگو فرماتے رہے یہاں تک کہ فرمایا: مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنیوالے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ (ابن حبان' بزار)

☆ حدیث نمبر۳: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عکاظ کے مقام پر تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس دین پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (اولین) اتباع کس نے کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس پر میری اتباع دو مردوں نے کی ہے۔ ایک آزاد اور

ایک غلام' وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت اسلام قبول کیا تھا''۔ (امام بخاری' تاریخ الکبیر' امام حاکم)

☆ حدیث نمبر۴: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح لوگوں کو اس کے بارے بیان فرمایا تو کچھ ایسے لوگ بھی اس کے منکر ہو گئے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کر چکے تھے۔ وہ دوڑتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: کیا آپ رضی اللہ عنہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرتے ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں آج رات بیت المقدس کی سیر کرائی گئی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا آپ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا ہے: انہوں نے کہا: کیا آپ ان کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ آج رات بیت المقدس تک گئے بھی اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گئے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق اس خبر کے بارے میں بھی کرتا ہوں جو اس سے بہت زیادہ بعید از قیاس ہے' میں تو صبح و شام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آسمانی خبروں کی بھی تصدیق کرتا ہوں۔ پس اس تصدیق کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ''الصدیق'' کے لقب سے موسوم ہوئے۔ (امام حاکم' عبدالرزاق' ابویعلی)

☆ حدیث نمبر۵: حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایسے چار افراد کو نہیں جانتے کہ جنہوں نے خود اور ان کے بیٹوں نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو (یعنی انہیں شرف صحابیت نصیب ہوا ہو) سوائے ابوقحافہ' ابوبکر' عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور ابوعتیق بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے اور ابوعتیق کا نام ''محمد'' تھا

(طبرانی' حاکم' بخاری الادب المفرد)

☆ حدیث نمبر۶: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: قرآن کے

حوالے سے سب سے زیادہ اجر پانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے قرآن کو دو جلدوں کے درمیان جمع کیا۔

(امام ابن ابی شیبہ)

☆ حدیث نمبر ۷: حضرت لیث بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عتیق آپ کی خوبروئی کی وجہ سے رکھا گیا اور آپ کا اصل نام عبداللہ بن عثمان ہے"۔ (امام طبرانی)

☆ حدیث نمبر ۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام امین سے فرمایا: اے جبرائیل! میری قوم (واقعہ معراج میں) میری تصدیق نہیں کرے گی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کریں گے اور وہ صدیق ہیں"۔ (امام طبرانی)

☆ حدیث نمبر ۹: حضرت ابویحییٰ حکیم بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوبکر کا لقب "الصدیق" آسمان سے اتارا گیا"۔ (امام طبرانی' امام حاکم)

☆ حدیث نمبر ۱۰: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جنگ ذات السلاسل کا امیر لشکر بنا کر روانہ فرمایا جب میں واپس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: (یارسول اللہ!) عورتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ کے ساتھ۔ میں نے پھر عرض کیا: مردوں میں سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا: پھر ان کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر بن خطاب کے ساتھ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بعد چند دوسرے حضرات کے نام لئے"۔

(متفق علیہ)

حدیث نمبر ۱۱: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی

اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اپنی چادر کا کنارہ پکڑے حاضر خدمت ہوئے۔ یہاں تک کہ ان کا گھٹنا ننگا ہو گیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تمہارے یہ ساتھی لڑ جھگڑ کر آ رہے ہیں۔ انہوں نے سلام عرض کیا اور بتایا کہ میرے اور عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب کے درمیان کچھ تکرار ہوئی تو جلدی میں میرے منہ سے ایک بات نکل گئی جس پر مجھے بعد میں ندامت ہوئی اور میں نے ان سے معافی مانگی لیکن انہوں نے مجھے معاف کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ لہٰذا میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تمہیں معاف فرمائے یہ تین مرتبہ فرمایا۔ کچھ دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نادم ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر گئے اور ان کے بارے میں پوچھا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ گھر والوں نے کہا: نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ بھی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا، اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کا رنگ بدل گیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں ہی زیادتی کرنے والا تھا۔ انہوں نے یہ دو مرتبہ عرض کیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک جب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث فرمایا تو تم سب لوگوں نے میری تکذیب کی لیکن ابوبکر نے میری تصدیق کی اور پھر اپنی جان اور اپنے مال سے میری خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ پھر دو مرتبہ فرمایا: کیا تم میرے ایسے ساتھی سے میرے لئے درگزر (نہیں) کرو گے؟ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کبھی اذیت نہیں دی گئی''۔ (بخاری شریف)

☆ حدیث نمبر ۱۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے۔ مسجد میں داخل ہوئے۔ اس دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے، ایک

آپ ﷺ کے دائیں جانب تھے اور دوسرے بائیں جانب اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ہم قیامت کے روز بھی اسی طرح اٹھائے جائیں گے''۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

☆ حدیث نمبر۱۳: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار' ہم سب سے بہتر اور حضور نبی اکرم ﷺ کو ہم سب سے زیادہ محبوب تھے''۔ (ترمذی' حاکم)

☆ حدیث نمبر۱۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے جس سے زمین پھٹے گی وہ میں ہوں پھر ابوبکر سے' پھر عمر سے' پھر میں اہل بقیع کے پاس آؤں گا تو ان سے زمین شق (پھٹے) ہوگی پھر میں ان سب کے درمیان اٹھایا جاؤں گا''۔

(امام حاکم' امام احمد)

☆ حدیث نمبر۱۵: امام زہری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا: کیا تم نے ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) کے بارے میں بھی کچھ کلام کہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں (یارسول اللہ!) حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ کلام پڑھو تا کہ میں بھی سنوں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے: وہ غار میں دو میں سے دوسرے تھے۔ جب وہ حضور ﷺ کو لے کر پہاڑ (جبل ثور) پر چڑھے تو دشمن نے ان کے اردگرد چکر لگائے اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو معلوم ہے کہ وہ (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے محبوب ہیں اور آپ ﷺ کسی شخص کو ان کے برابر شمار نہیں کرتے۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے حسان! تم نے سچ کہا' وہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) بالکل ایسے ہی ہیں جیسے تم نے کہا ہے''۔

(امام حاکم' ابن سعد)

☆ حدیث نمبر۱۶: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تو ہماری یہ حالت ہوتی گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اور ہم میں سے کوئی بھی کلام نہ کر سکتا تھا سوائے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ کے''۔ (امام طبرانی)

☆ حدیث نمبر۱۷: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کے درمیان اختیار دیا ہے۔ پس اس بندے نے اس چیز کو اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ ہم نے ان کے رونے پر تعجب کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایک بندے کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ اسے اختیار دیا گیا ہے۔ بعدازاں ہمیں معلوم ہوا کہ وہ (بندہ) جسے اختیار دیا گیا تھا خود تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور ابوبکر صدیق ہم سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد سمجھ گئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقت وصال قریب آ گیا ہے) (متفق علیہ)

☆ حدیث نمبر۱۸: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ یا تو دنیا کی آرائش سے جو چاہے لے لے یا جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ (یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں۔ راوی فرماتے ہیں ہمیں تعجب ہوا تو لوگوں نے ایک دوسرے کو کہا کہ اس بزرگ کی طرف دیکھو! حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کسی بندے کے متعلق فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کی آرائش یا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے ان میں سے ایک کے حصول کا اختیار دیا اور یہ فرما رہے ہیں کہ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: درحقیقت

حضور ﷺ کو ہی اختیار دیا گیا تھا (کہ آپ ﷺ مزید اس دنیا میں رہنا چاہیں یا وصالِ الٰہی قبول فرمائیں) اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس بات کو ہم سب سے زیادہ جانتے تھے‘‘۔ (متفق علیہ)

☆ حدیث نمبر ۱۹: حضرت سہل بن ساعدی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ بنی عمرو بن عوف کے ہاں تشریف لے گئے تا کہ ان (کے کسی تنازع) کی صلح کرا دیں۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ مؤذن‘ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: اگر آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیں تو میں اقامت کہہ دوں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! پس حضرت ابو بکر صدیق نماز پڑھانے لگے تو اسی دوران حضور نبی اکرم ﷺ واپس تشریف لے آئے اور لوگ ابھی نماز میں تھے۔ پھر آپ ﷺ صفوں میں داخل ہوتے ہوئے پہلی صف میں جا کھڑے ہوئے۔ لوگوں نے تالی کی آواز سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو متوجہ کرنا چاہا مگر چونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حالت نماز میں ادھر ادھر توجہ نہ کرتے تھے اس لئے انہوں نے توجہ نہ کی۔ پھر جب لوگوں نے بہت زور سے تالیاں بجائیں تو وہ متوجہ ہوئے اور حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے انہیں (حضرت ابو بکر صدیق کو) اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے اور اللہ رب العزت کی حمد بیان کی اور اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم ﷺ نے انہیں نماز پڑھاتے رہنے کا جو حکم فرمایا تھا اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق پیچھے ہٹے اور صف میں مل گئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ آگے تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ادھر متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابو بکر! جب میں نے تمہیں حکم دیا تھا تو کس چیز نے تمہیں اپنی جگہ پر قائم رہنے سے منع کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا: ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھائے‘‘۔ (متفق علیہ)

☆ حدیث نمبر ۲۰: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ (63) سال تھی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کی عمر مبارک بھی (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت میں) تریسٹھ (63) سال تھی"۔ (مسلم شریف)

☆ حدیث نمبر ۲۱: حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ دینے کا حکم فرمایا۔ اس حکم کی تعمیل کے لئے میرے پاس مال تھا۔ میں نے (اپنے آپ سے) کہا' اگر میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کبھی سبقت لے جا سکا تو آج سبقت لے جاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنا نصف مال لے کر حاضر خدمت ہوا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: اتنا ہی مال ان کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ (اتنے میں) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی: میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (دل میں) کہا' میں ان سے کسی شے میں آگے نہ بڑھ سکوں گا"۔ (ترمذی' ابوداؤد)

☆ حدیث نمبر ۲۲: حضرت طارق سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا' جب سورۃ الحجرات کی یہ آیت "بے شک جو لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے چن کر خاص کر لیا ہے"۔ (الحجرات ۳) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے قسم کھائی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف سرگوشی کی صورت میں (ہی کلام) کرونگا' جس طرح راز دان سرگوشی کرتے ہیں"۔ (امام حاکم)

☆ حدیث نمبر ۲۳: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کفار و مشرکین نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر جسمانی اذیت پہنچائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت ابوبکر (آئے اور) کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے: تم تباہ و برباد ہو جاؤ' کیا تم ایک (معزز) شخص کو صرف اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے؟ ان ظالموں نے کہا: یہ کون ہے؟ (کفار و مشرکین میں سے کچھ) لوگوں نے کہا: یہ ابوقحافہ کا بیٹا ہے جو (عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں) مجنون بن چکا ہے"۔ (امام حاکم)

☆ حدیث نمبر ۲۴: حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال فرمانا تھا (فراق حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غم میں) ان کا جسم کمزور ہوتا گیا یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا"۔ (امام حاکم)

☆ حدیث نمبر ۲۵: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنے یوم ولادت کے حوالے سے میرے پاس بیٹھے ہوئے مذاکرہ ہوا (یعنی خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے میلاد مبارک کا تذکرہ فرمایا) تو (معلوم ہوا کہ مقام و مرتبہ کے علاوہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عمر کے اعتبار سے (بھی) بڑے تھے۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کی عمر مبارک بھی تریسٹھ برس تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اڑھائی سال ہی عمر مبارک میں بڑے تھے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد دنیا میں حیات رہے"۔ (امام طبرانی' اسناد حسن ہیں)

☆ حدیث ۲۶: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: (وقت ہجرت) جب غار (میں پناہ لینے) کی رات تھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اجازت عنایت فرمایئے کہ میں آپ ﷺ سے پہلے غار میں داخل ہوں تاکہ اگر کوئی سانپ یا کوئی اور چیز ہو تو وہ آپ ﷺ کی بجائے مجھے تکلیف پہنچائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ داخل ہو جاؤ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور اپنے ہاتھ سے ساری جگہ کی تلاشی لینے لگے۔ جب بھی کوئی سوراخ دیکھتے تو اپنے لباس کو پھاڑ کر سوراخ کو بند کر دیتے۔ یہاں تک کہ اپنے تمام لباس کے ساتھ یہی کچھ کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر بھی ایک سوراخ بچ گیا تو انہوں نے اپنی ایڑی کو اس سوراخ پر رکھ دیا اور پھر حضور نبی اکرم ﷺ سے اندر تشریف لانے کی گزارش کی۔ جب صبح ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: "اے ابوبکر! تمہارا لباس کہاں ہے؟ تو انہوں نے جو کچھ کیا تھا اس کے بارے میں بتا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی: اے اللہ! ابوبکر کو قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں رکھنا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی فرمائی کہ اس نے آپ ﷺ کی دعا کو قبول فرمالیا ہے"۔ (ابونعیم)

☆ حدیث نمبر ۲۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا اور آپ ﷺ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس حال میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے عباء (لباس جو سامنے سے کھلا ہوا ہو اور اس کو کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے) پہنی ہوئی تھی جسے اپنے سینے پر خلال (لکڑی کا ٹکڑا جس سے سوراخ کیا جاتا ہے) سے جوڑا ہوا تھا۔ اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عباء پہن کر اسے اپنے سینے سے ٹانکا ہوا ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام انہوں نے اپنا سارا مال مجھ پر (میری مدد و نصرت کے لئے) خرچ کر ڈالا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو سلام کہا

ہے اور فرمایا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہیں' کیا تم اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض؟ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تم پر سلام بھیجا ہے اور دریافت فرمایا ہے کیا تم اپنے اس فقر میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں اپنے رب کریم پر ناراض ہوں گا؟ میں تو اپنے رب سے (ہر حال میں) راضی ہوں میں اپنے رب کریم سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب کریم سے راضی ہوں۔ (اس حدیث کو امام ابونعیم نے روایت کیا ہے)

☆ حدیث نمبر ۲۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں۔ (متفق علیہ)

☆ حدیث نمبر ۲۹: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے' سے روایت ہے کہ حضور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وصال کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھایا کرتے تھے' یہاں تک کہ پیر کا دن' آ گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز کی حالت میں صفیں باندھے کھڑے تھے۔ (اس دوران) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اپنے) حجرۂ مبارک سے پردہ اٹھایا اور کھڑے ہو کر ہمیں دیکھنے لگے۔ ایسے لگ رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور کھلے ہوئے قرآن کی طرح ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبسم ریز ہوئے۔ پس ہم نے ارادہ کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کی خوشی سے نماز توڑ دیں پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑیوں کے بل (مصلیٰ امامت سے) پیچھے لوٹے تاکہ صف میں شامل ہو جائیں اور گمان کیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے لئے (گھر سے) باہر تشریف لانے والے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اشارہ فرمایا کہ تم لوگ اپنی نماز کو مکمل کرو اور پردہ نیچے سرکا دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسی دن وصال ہو گیا''۔ (متفق علیہ)

☆ حدیث نمبر ۳۰: حضرت محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کسی چیز کے بارے میں سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دوبارہ آنے کا حکم فرمایا' اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو؟ (محمد بن جبیر فرماتے ہیں کہ میرے والد (جبیر بن مطعم) نے فرمایا: گویا وہ عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مراد لے رہی تھی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آ جانا"۔ (متفق علیہ)

☆ حدیث نمبر ۳۱: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ (اب خلت تو نہیں ہے) لیکن اسلام کی اخوت (برادری) اور مودت ہے"۔ (بخاری' ترمذی)

☆ حدیث نمبر ۳۲: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں فرمایا: ابوبکر کو (میری طرف سے) حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا کہ حضرت ابوبکر جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو وہ کثرت گریہ کی وجہ سے لوگوں کو (قرات) نہیں سنا سکیں گے۔ (اس لئے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کریں کہ حضرت ابوبکر صدیق جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام (مصلٰی) پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو کچھ سنا نہ پائیں گے۔ پس آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ایسے ہی کیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک تم صواحب یوسف (یعنی زنان مصر) کی طرح ہو۔ ابوبکر کو (میری طرف سے) حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں"۔

(بخاری، ترمذی)

☆ حدیث نمبر ۳۳: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی قوم کے لئے مناسب نہیں کہ ان میں ابوبکر صدیق موجود ہوں اور ان کی امامت ان (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کوئی اور شخص کروائے"۔ (ترمذی)

☆ حدیث نمبر ۳۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا جبکہ میں (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ) غار میں تھا: اگر ان (تلاش کرنیوالے کفار) میں سے کوئی شخص اپنے قدموں کی طرف (جھک کر) دیکھے تو یقیناً ہمیں دیکھ لے گا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ان دو (افراد) کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہو"۔ (متفق علیہ)

☆ حدیث ۳۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم حوض (کوثر) پر میرے ساتھی ہوگے اور غار (ثور) میں بھی میرے ساتھی تھے"۔ (ترمذی، امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے)

☆ حدیث ۳۶: حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں وزیر کی حیثیت رکھتے تھے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے تمام امور میں ان سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لانے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرے تھے، وہ غار (ثور) میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرے تھے۔ وہ غزوہ بدر کے عریش (وہ چھپر جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بنایا گیا تھا) میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرے تھے، وہ قبر میں بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر کسی کو بھی مقدم نہیں سمجھتے تھے"۔ (امام حاکم)

☆ حدیث نمبر ۳۷: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک چیز کا جوڑا خرچ کرے گا تو اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائیگا۔ اے اللہ کے بندے! یہ خیر ہے پس جو اہل صلوٰۃ (نمازیوں) میں سے ہوگا اس کو باب الصلاۃ سے بلایا جائے گا اور جو اہل جہاد میں سے ہوگا اسے باب الجہاد سے بلایا جائیگا اور جو اہل صدقہ (خیرات کرنے والوں) میں سے ہوگا اسے باب الصدقہ سے بلایا جائیگا اور جو اہل صیام (روزہ داروں) میں سے ہوگا اسے باب الصیام اور باب الریان سے بلایا جائیگا۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جو ان سارے دروازوں سے بلایا جائیگا اسے تو خدشہ ہی کیا ہے؟ پھر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ان تمام دروازوں میں سے بلایا جائیگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں' اے ابوبکر! مجھے امید ہے کہ تم ان ہی لوگوں میں سے ہو (جنہیں تمام دروازوں سے بلایا جائیگا)''۔(بخاری' نسائی' احمد)

☆ حدیث نمبر ۳۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آج کے دن تم میں سے کون روزہ دار ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: آج کے دن تم میں سے کون جنازے کے ساتھ گیا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں' پھر آپ نے فرمایا: آج کے دن تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے' آپ ﷺ نے فرمایا: آج کے دن تم میں سے کس نے بیمار کی عیادت کی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے' پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس میں یہ سب باتیں جمع ہوں وہ ضرور جنت میں جائیگا''۔

(امام مسلم بروایت' امام نسائی)

☆ حدیث نمبر ۳۹: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

آپ ﷺ نے فرمایا: تم عتیق یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ سے آزاد ہو۔ پس اس دن سے آپ رضی اللہ عنہ کا نام "عتیق" رکھ دیا گیا"۔ (ترمذی' ابن حبان' حاکم)

☆ حدیث نمبر ۴۰: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (ابھی) اہل جنت میں سے ایک شخص تمہارے پاس آئیگا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے۔ آپ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ (اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے فرمایا ہے کہ یہ (حدیث صحیح ہے)۔

☆ حدیث نمبر ۴۱: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا' پھر مجھے جنت کا دروازہ دکھایا جس سے میری امت (جنت میں) داخل ہو گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کاش میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوتا تا کہ میں بھی جنت کا وہ دروازہ دیکھتا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یقیناً تم تو میری امت کے وہ پہلے شخص ہو جو جنت میں اس دروازہ سے داخل ہوگا"۔

(ابوداؤد' حاکم)

☆ حدیث نمبر ۴۲: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جسے آگ سے آزاد (محفوظ) شخص دیکھنا پسند ہو وہ ابوبکر کو دیکھ لے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام ولادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمرو رکھا تھا' پھر اس پر عتیق کا لقب غالب آ گیا"۔ (اس حدیث کو امام حاکم' ابویعلی اور طبرانی نے روایت کیا ہے)

☆ حدیث نمبر ۴۳: حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے

فرمایا: تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ مجھ پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا احسان ہے مال کا بھی اور ہم نشینی کا بھی"۔ (متفق علیہ)

☆ حدیث نمبر ۴۴: حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: مسجد میں کسی کی کھڑکی باقی نہ رہنے دی جائے مگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کی کھڑکی قائم رکھی جائے"۔ (متفق علیہ)

☆ حدیث نمبر ۴۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس نے اپنے کپڑے کو تکبر کرتے ہوئے گھسیٹا' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا: میرے کپڑے کا ایک کونہ عموماً لٹک جاتا ہے سوائے اس صورت کے کہ میں اس کی احتیاط کروں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ایسا از راہ تکبر نہیں کرتے (یعنی اس حکم کا اطلاق تم پر نہیں ہوتا) (اس حدیث کو امام بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے)۔

☆ حدیث نمبر ۴۶: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرض وصال میں (حجرہ مبارک سے) باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر انور کپڑے سے لپیٹا ہوا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا: اپنی جان و مال (قربان کرنے) کے اعتبار سے ابوبکر بن ابی قحافہ سے بڑھ کر مجھ پر زیادہ احسان کرنے والا کوئی نہیں"۔ (بخاری' نسائی)

☆ حدیث نمبر ۴۷: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے انہوں نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا' مجھے سوار کر کے دارالہجرت (مدینہ منورہ) لے گئے اور اپنے مال سے بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کروایا"۔ (امام ترمذی' ابویعلی)

☆ حدیث نمبر ۴۸: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس طرح مخاطب ہوئے: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر انسان"۔ (امام ترمذی، حاکم)

☆ حدیث نمبر ۴۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی کا بھی ہمارے اوپر کوئی ایسا احسان نہیں جس کا ہم نے بدلہ چکا نہ دیا ہو، سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے۔ بے شک ان کے ہمارے اوپر احسان ہیں جن کا بدلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن چکائے گا"۔ (ترمذی)

☆ حدیث نمبر ۵۰: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد) حضرت ابوقحافہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور غلاموں کو آزاد کرواتے ہو۔ تم ایسا کیوں نہیں کرتے کہ تندومند اور طاقتور غلاموں کو آزاد کرواؤ تاکہ وہ تمہاری حفاظت کر سکیں اور تمہاری خاطر لڑ سکیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے ابا جان! میرا مقصد وہ ہے جو ان آیات کا مقصد ہے: (پس جس نے (اپنا مال اللہ کی راہ میں) دیا اور پرہیزگاری اختیار کی تو ہم عنقریب اسے آسانی (یعنی رضائے الٰہی) کے لئے سہولت فراہم کر دیں گے) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان تک (اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو مگر (وہ) صرف اپنے رب عظیم کی رضا جوئی کے لئے (مال خرچ کر رہا ہے) اور عنقریب وہ (اللہ کی عطا سے اور اللہ اس کی وفا سے) راضی ہو جائے گا)۔ (اللیل، ۹۲:۵-۲۱) (اس حدیث کو امام حاکم اور احمد نے روایت کیا ہے نیز امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

☆ حدیث نمبر ۵۱: حضرت اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توجہ فرمائی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکارا: ابوبکر! ابوبکر! روح القدس جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت میں سے میرے بعد سب سے بہتر ابوبکر صدیق ہیں"۔ (طبرانی)

☆ حدیث نمبر ۵۲: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو آسمان پر یہ پسند نہیں کہ ابوبکر سے زمین پر کوئی خطا سرزد ہو‘‘۔(امام طبرانی)

☆ حدیث نمبر ۵۳: حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا: اے عائشہ! یہ دودھ دینے والی اونٹنی دیکھو جس کا ہم دودھ پیتے تھے اور یہ بڑا برتن جس میں ہم کھانا پکاتے تھے اور یہ کمبل جسے ہم اوڑھتے تھے‘ ہم ان چیزوں سے اس وقت تک نفع حاصل کرنے کے مجاز تھے جب تک ہم مسلمانوں کے امور (یعنی امور خلافت) میں مصروف رہتے تھے۔ پھر جب میں فوت ہو جاؤں تو یہ سب کچھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوٹا دینا۔ پھر جب حضرت ابوبکر فوت ہو گئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے وہ چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھجوا دیں۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو‘ آپ نے اپنے بعد ہر آنیوالے کو تھکا دیا ہے (یعنی آزمائش میں ڈال دیا ہے) (اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے)

☆ حدیث نمبر ۵۴: حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ اور اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ‘ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا: یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ) (امام حاکم‘ امام بیہقی)۔

☆ حدیث نمبر ۵۵: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (امام احمد‘ طبرانی)

☆ حدیث نمبر ۵۶: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غار کے ساتھی ہیں۔ وہ ثانی اثنین (یار غار) ہیں اور ہم ان کے

شرف و بزرگی اور ان کے مرتبہ کو جانتے ہیں۔ بے شک انہیں حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں (بھی) نماز کی امامت کا حکم دیا تھا"۔ (امام حاکم، بیہقی) (عرفان السنۃ (کتاب المناقب) ص۵۱۳-۵۵۱)

☆ حدیث نمبر ۵۷: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر سے محبت اور اس کا شکر ادا کرنا میری امت پر واجب ہے"۔ (اس حدیث کو امام دیلمی اور خطیب بغدادی نے روایت کیا ہے)

(عرفان السنۃ (کتاب المناقب) ص۵۱۳تا۵۵۱)

☆ رمز شناسِ مصطفیٰ ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ☆

حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نظام حیات اور نظام کائنات ایک کشش و جذب کی کیفیت کا مرہون منت ہے جسے جذبہ عشق سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ یہ جذبہ عشق یا سوز دروں ہی وہ قوت محرکہ ہے جو ہر قدم پر اور ہر گھڑی اس نظام کے لئے مہمیز کا کام دیتا رہتا ہے۔ نظام زندگی میں سرگرمی عمل کی قوتیں بھی اسی سوز دروں کی مرہون منت ہیں۔ جذبۂ عشق و سوز دروں کے ساتھ ساتھ جذبۂ ایثار و قربانی اور عزم کی پختگی سے جو کردار بنتا ہے اسے فکر اقبال کی روشنی میں ''صدیقیت'' کا نام دیا جا سکتا ہے۔ جو سیرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شکل میں ہر مرحلہ پر امت کی رہنمائی کرتی ہے۔

☆ تاریخ انسانی کا رخ بدلنے والی ہستی (پیغمبر اسلام ﷺ) کی اولین تائید و حمایت بھی اسی سوز دروں کے طفیل ممکن ہوئی اور اسی کے سبب پیغام حق کی پہچان اور ہادیٔ حق کی تصدیق کرنے میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسی ہچکچاہٹ اور تردد کی ضرورت محسوس نہ کی' اسی جذبے کے طفیل وہ سفر و حضر میں سائے کی طرح ہادیٔ انسانیت ﷺ کے ساتھ ساتھ رہے۔ میدان عمل میں بھی ہر قدم اور ہر گھڑی رحمت للعالمین ﷺ پر اپنی جان و مال نچھاور کر کے سب پر سبقت لے جانے کے عزم کے ساتھ عظمتوں کا سفر طے کیا اس لئے اقبال رحمۃ اللہ علیہ انہیں ''خاصۂ خواصان عشق'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے جذبۂ عشق کی صداقت اور وفاداری کے ایسے ایسے بے مثال اور غیر فانی نقوش چھوڑے ہیں جو قیامت تک پوری انسانیت کے لئے عموماً اور ملت اسلامیہ کے لئے خصوصاً رہنمائی کرتے رہیں گے جو ہر قدم پر اپنے

رفیق صادق و امین ﷺ پر قربان ہونے کے لئے تیار تو رہتے ہی تھے لیکن ان سے جدائی کا ایک لحہ بھی آپ کے لئے برداشت کرنا تو کجا اس جدائی کے تصور ہی سے اشک بار ہو جایا کرتے تھے۔

☆ مگر ایک وقت ایسا بھی آیا جب رفیق صادق و امین ﷺ کی جدائی کا لحہ حقیقت بن کر سامنے آ گیا لیکن یہ فیصلہ کن گھڑی جذبۂ عشق کے ہاتھوں نڈھال ہونے یا آنسو بہانے کی بجائے کچھ اور ہی تقاضا کرتی تھی۔ ایک طرف تو انہیں اپنے رفیق صادق ﷺ کا انسانیت کے لئے پیغام ہدایت معرض خطر میں نظر آ رہا تھا تو دوسری طرف غم واندوہ سے نڈھال اور حواس کھو بیٹھنے والی امت عجیب بیچارگی اور افراتفری کی کیفیت میں مبتلا ہو گئی تھی۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس جدائی کا غم اور اپنے دکھ درد کے پہاڑ اپنے سینے میں دفن کر لئے۔ تاریخ کی اس فیصلہ کن گھڑی میں مشکلات کے سامنے عزم و ہمت کی چٹان اور تدبر و دور اندیشی کی شمع فروزاں بن کر کھڑے ہو گئے اور یوں قافلہ اسلام انسانیت کا مقدر بدلنے کے لئے پھر سے جادہ پیما ہو گیا۔

☆ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں جس کثرت و تکرار اور جس قوت بیان کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوز دروں، عشق رسول ﷺ، جذبۂ وفا واخلاص و جانثاری کو دوہرایا ہے۔ وہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ سوز دروں کے لئے جس لازوال رہنمائی اور بے مثال نمونہ قیادت کی انہیں ضرورت تھی وہ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت و شخصیت میں میسر آ گئی تھی، وہ کبھی انہیں ''خاصۂ خواصان عشق'' ''پروانۂ رسول خدا ﷺ'' اور ''بنائے عشق و محبت'' کے لئے تقویت و پائیداری کا وسیلہ قرار دیتے ہیں اور کبھی انہیں ''راز دار عشق و محبت'' ''مرد وفا سرشت'' اور ''رفیق نبوت'' کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور یہ سب باتیں اسی سوز دروں کا ہی نتیجہ ہیں جس نے عبداللہ بن عثمان نامی شخصیت کو سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فدائے رسول ﷺ بنا دیا۔ امت کی قیادت اسی جذبہ اور پختگی عزم کی محتاج ہوتی ہے اور اس کا نمونہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت وسیرت میں موجود ہے۔

☆ اقبال رحمۃ اللہ علیہ امت مسلمہ کی رہنمائی اور نوجوانانِ ملت کی صحیح تربیت کے لئے اسی ''صدیقیت'' کو اولیت دیتے ہیں اور ان میں یہ کردار پیدا کرنے کے لئے حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت و شخصیت کے ان گوشوں کو نوجوانانِ ملت کے سامنے رکھتے ہیں جو انہیں ''صدیقیت'' کے راستے پر گامزن ہونے کے لئے عملی نمونوں کا کام دے سکتے ہیں۔

☆ شاعرِ اسلام علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دینِ اسلام کی خشتِ اول' ملتِ بیضا کا فردِ یکتا اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرعنوان تصور کرتے ہیں۔ ''صدیقیت'' نے اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جہاں شجرِ اسلام کی آبیاری میں اپنا تاریخی کردار ادا کیا۔ وہاں اسلامی معاشرے کے لئے غیر فانی بنیادیں بھی فراہم کیں۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی' رموزِ بے خودی' کے مقاصد کی تکمیل' سورۂ اخلاص کی تکمیل سے ہوتی ہے اور تکمیل کا یہ نسخۂ کیمیا انہیں خواب میں حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبانی عطا ہوتا ہے۔ رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کا اولین شرف سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حصے میں آتا ہے۔ اسلام کی تبلیغ اور سربلندی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انہیں کا درجہ ہے۔ غارِ ثور' غزوہ بدر اور پھر روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ''ثانی اثنین'' کا جو غیر فانی شرف عطا ہوا اس کا بھی اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو صحیح ادراک ہے۔ اقبال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی پوری طرح آگاہ نظر آتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "امن الناس علی فی صحبۃ ومالہ ابوبکر'' (رفاقت اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں دولت صرف کرنے کے سلسلہ میں تمام انسانوں میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے)۔

☆ اقبال اس حقیقت سے بھی آگاہ ہیں اور امت کو بھی اس سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ وفاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت اگر اسلام اور ملتِ اسلامیہ کو ''صدیقیت'' میسر نہ آتی تو معلوم نہیں تاریخ کا رخ کدھر کو مڑ جاتا۔ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کوہِ گراں اگر آغازِ کار میں ملت کی شیرازہ بندی نہ کرتا تو شاید وہ بکھر کر رہ جاتی۔

☆ رموز بے خودی کے مقاصد کی تکمیل کے سلسلے میں اقبال ؒ کو خواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبانی جو نسخہ کیمیا عطا ہوتا ہے وہ ملت کی تمام مشکلات کا حل بھی ہے اور زندگی کے میدان عمل میں کامیابی کی ضمانت بھی' اقبال ؒ فرماتے ہیں:

من شبے صدیق را دیدم بخواب — گل زخاک راہ او چیدم بخواب
آں امن الناس برمولائے ما — آں کلیم اول سینائے ما
ہمت او کشت مارا چوں ابر — ثانی اسلام و غار و بدر و قبر
گفتمش اے خاصۂ خاصان عشق — عشق تو سر مطلع دیوان عشق
پختہ از دست اساس کار ما — چارہ فرما پئے آزار ما
گفت تا کے درہوس گردی اسیر — آب و تاب از سورۂ اخلاص گیر
ایں کہ در صد سینہ پیچد یک نفس — سرے از اسرار توحید است و بس

☆ اس نصیحت صدیقی میں اصلاح امت کے ساتھ ساتھ افراد امت کی تعمیر سیرت کے لئے جو نسخہ کیمیا اقبال ؒ کو سمجھایا گیا ہے' وہ نعرہ توحید ہے اور بس۔ توحید وہ نغمہ ہے جو قلب و روح کو گرماتا' جوش عمل عطا کرتا اور گوشت پوست کے انسان کو فولادی قوت بنا دیتا ہے۔ یہیں سے فکر اقبال نے تعمیر شخصیت کے لئے انسانی ذہن سے جن امراض کو جڑ سے اکھاڑ دینے کی تلقین کی ہے' ان میں سرفہرست شرک کی لعنت سے گریز و اجتناب ہے جسے قرآن کریم ''ظلم عظیم'' سے تعبیر کرتا ہے۔ اسی سے انسانی شخصیت یاس و قنوطیت اور خوف و غم میں مبتلا ہوتی ہے اور اس کے فکر و عمل کی راہیں مسدود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ شرک انسان کی قوت عمل کے لئے فالج کا کردار ادا کرتا ہے اور اس کے قافلۂ عزم و ہمت کی راہ میں رہزن بن کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ دراصل شرک کی آلائشوں میں پھنس کر انسان اخلاقی امراض کی دلدل میں پھنس کر شرف انسانیت کے بلند منصب سے بھی محروم ہو جاتا ہے اسی لئے نظام رسالت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہدایت و رہنمائی کا سامان کیا تاکہ انسانیت پورے وقار سے اپنی اصل منزل کی طرف رواں دواں رہے۔ چنانچہ رسالت محمدی ﷺ نے گمراہیوں میں گھری ہوئی انسانیت

کو وحدت و اخوت کا پیغام بھی دیا اور شرک و بدعت سے نکال کر اسے خالق حقیقی کی معرفت کی دولت سے بھی نوازا۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اہمیت رسالت کے اسی پہلو کو اپنے الفاظ میں یوں قلمبند کیا ہے۔

از رسالت در جہاں تکوین ما　　　از رسالت دین ما آئین ما
از رسالت صد ہزار ما یک است　　　جزو ما از جزو ما لاینفک است

☆ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مقام رسالت سے آگاہی کے لئے "صدیقیت" کے کردار کی ضرورت ہے اور اس کے بغیر معرفت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممکن نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ ہر نبی کے لئے ایک صدیق ہوتا ہے اور میرے صدیق ابوبکر بن ابی قحافہ ہیں۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں بلا توقف' بلا تردد اور بے چون و چراں رسالت کی ہر بات کی تصدیق اور رسالت کے ہر حکم کی اطاعت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملت بیضا کا فرد یکتا بنا دیتی ہے۔ رسالت محمدی کو اگر صدیقی نظر سے دیکھا جائے تو وہ مومن کے قلب وجگر کے لئے قوت وحیات اور رحمت ومحبت کا پیغام بھی ہے اور خدائے بزرگ و برتر کی عظمت و کبریائی کی ترجمان بھی۔ اللہ کا وہ پیغام حق جو کتاب مبین کی شکل میں قلب نبوت پر نازل ہوا' وہ اہل ایمان کے لئے قوت کا حقیقی سرچشمہ ہے اور جو باتیں زبان نبوت سے پر حکمت اقوال کی شکل میں ظاہر ہوئیں' وہ حیات ملت کے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

معنی حرفم کنی تحقیق اگر　　　بنگری بادیدہ "صدیق" اگر
قوت قلب و جگر گردد نبی　　　از خدا محبوب تر گردد نبی
قلب مومن را کتابش قوت است　　　حکمتش حبل الورید ملت است

☆ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفہ زندگی میں سوز جگر کو بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ اسی سے زندگی میں جوش عمل کے ساتھ ساتھ گرمی گفتار میسر آتی ہے۔ کل صرف اسی کا ہے جو اپنے آج کو سوز دروں سے روشن کرنے کی صلاحیت کے ساتھ ساتھ جوش عمل کے لئے ہمت وجرات بھی رکھتا ہے:۔

وہ کل کے غم و عیش میں کوئی حق نہیں رکھتا
جو آج دل افروز جگر سوز نہیں ہے

☆ یہ سوز جگر جس کی عملی تصویر عشق و مستی یا جذب و شوق سے عبارت ہے' دنیائے عمل میں رنگ و رونق اسی کا فیض ہے۔ اگر سوز جگر نہ ہو تو کوئی خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا اور سوز دروں نہ ہو تو کسی فکر و تخیل کو عملی حقیقت کا روپ نہیں دیا جا سکتا بلکہ سوز دروں کے بغیر تو جذب و عشق کا دعویٰ بھی باطل ہے۔

نالے ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر   عشق ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

سوز جگر ہو یا جذب و شوق' اسی کا عملی اظہار ایثار و قربانی سے وابستہ ہے۔ یہی جذبہ ایثار و قربانی ہے جو کسی انسان کو نہ صرف اپنے ابنائے جنس کے دلوں میں عزت و محبت کا بلند مقام عطا کرتا ہے بلکہ انسانی سیرت و شخصیت کے عملی نقوش بھی اسی کے طفیل تاریخ کے حافظے میں ثبت ہوتے ہیں' جنہیں نہ تو وقت کی آندھیاں مٹا سکتی ہیں اور نہ گردش ایام کی وسعت ان کا کچھ بگاڑ سکتی ہے۔ گویا کمال سوز' کمال عشق ہے اور یہ جذبہ سوز و عشق انسان کو ایثار و قربانی کے مرتبہ کمال تک پہنچاتا ہے۔ اس سوز جگر اور حقیقی جذب و شوق کی عملی تصویر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں ہی نظر آتی ہے۔ اس لئے اقبال سوز جگر اور کمال جذب و شوق کو "صدیقیت" سے وابستہ تصور کرتے ہیں۔ اپنے لئے اور امت مسلمہ کے لئے اسی جذبے کی تمنا کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دل مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سوز صدیق رضی اللہ عنہ دے

☆ چونکہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں جہانوں کی کامیابی کا ضامن ہے اور ملت اسلامیہ کی سربلندی اور زندگی اسی سے ہے اس لئے یہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مومن کے دل کی آرزو ہونی چاہئے مگر اس عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی طلب صدیق رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ جیسے سوز جگر کی محتاج ہے:

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست　　بحرو بر در گوشہ دامان است
سوز صدیق و علی از حق طلب　　ذرۂ عشق نبی از حق طلب
زانکہ ملت راحیات از عشق اوست　　برگ و ساز کائنات از عشق اوست

☆ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ... ین شعر میں جن جن اصحاب رسول کے لئے الگ عنوان سے مستقل نظمیں لکھی ہیں ان میں سیدنا ابو بکر صدیق بھی شامل ہیں۔ ''بانگ درا'' میں ایک نظم کا عنوان ''صدیق'' ہے۔ اس نظم کے پس منظر و پیش منظر کو سامنے رکھتے ہوئے اور سیاق و سباق کو ذہن میں لاتے ہوئے یہ حقیقت ہمارے سامنے عیاں ہو جاتی ہے کہ اقبال کے نزدیک سوز جگر کمال عشق سے وجود میں آتا ہے جو اپنے اندر انسانیت کے لئے ایک خاص پیغام رکھتا ہے۔ اسلام کی تاریخ میں یہ ''صدیقیت'' حضرت ابو بکر کا مقدر ٹھہری۔ اس سلسلے میں اقبال کے افکار کا نچوڑ یہ ہے کہ سوز جگر اور کمال عشق کی اگر عملی تصویر مطلوب ہو تو اس کے لئے خلیفۂ رسول اللہ حضرت صدیق اکبر کی سیرت و شخصیت کا مطالعہ کافی ہوگا۔

یہ نظم اقبال کی ابتدائی شاعری کا ایک نمونہ ہے جو دراصل سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک اہم واقعہ غزوہ تبوک کی یاد دلاتی ہے۔ غزوات نبوی میں اس غزوے کا ایک منفرد پہلو ہے۔ ایک طرف روم کی عظیم شہنشاہیت کا ہیبت و دبدبہ براہ راست تصادم کے لئے للکار رہا تھا۔ دوسری جانب اتفاق سے مسلمان تنگدستی اور دیگر مشکلات سے دوچار تھے۔ ایسے میں اس جنگ کی تیاری کرنا اور اسلامی لشکر کے لئے تمام ضروری وسائل مہیا کرنا ایک کٹھن اور صبر آزما کام تھا۔ تاریخ اسلام نے اس غزوہ میں شریک ہونے والے مجاہدین کو ''جیش عسرت'' یعنی تنگی کی کیفیت سے دوچار ہونے والے لشکر کا نام دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں اس غزوہ کی کیا اہمیت تھی اور نور نبوت اس کے دور رس نتائج کو کس انداز میں دیکھ رہا تھا' اس کا اندازہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی کو نہ ہو سکا۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل میں تمام صحابہ کرام نے حسب توفیق جہاد فی سبیل اللہ

میں اپنی مالی قربانی پیش کرنے کے علاوہ عملی طور پر حصہ لینے کا اظہار بھی کیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اس غزوہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت کو محسوس کر رہے تھے مگر جو کچھ عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مزاج شناس رسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ محسوس کر رہے تھے وہ صرف انہی کا حصہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دل میں فیصلہ کرتے ہیں کہ ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ جانثار رسالت ہے۔ رسول برحق کا جگری یار ہے مگر اس دفعہ جہاد فی سبیل اللہ کے اس نادر موقع پر میں جانثاری میں اس سے بازی لے جانا چاہتا ہوں۔ اپنا تمام مال و دولت دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اہل وعیال کے لئے چھوڑ دیا اور باقی نصف حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اللہ کی رضاجوئی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کے لئے جو قربانی دی وہ دربار نبوت میں شرف قبولیت سے نوازی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس عظیم جذبۂ قربانی اور سخیانہ اقدام کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا: عمر! اللہ کی راہ میں بہت کچھ قربان کر رہے ہو' کچھ اہل وعیال کا بھی خیال رکھنا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جو جواب دیتے ہیں وہ اقبال کے الفاظ میں یہ تھا کہ:

کی عرض نصف مال ہے فرزندوزن کا حق
باقی جو ہے وہ ملت بیضا پہ ہے نثار

اتنے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی گھر کے اثاثے سمیت جو کچھ پاس تھا' لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے' اقبال کے الفاظ میں یہ منظر یوں ہے۔

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آ گیا — جس سے بنائے عشق ومحبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مرد وفا سرشت — ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
ملک یمین' درہم و دینار و رخت وجنس — اسپ قمر' سم و شتر و قاطر و حمار

☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ منظر دیکھا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے

دریافت فرمایا۔ "مـا ابقیت لاھلك" اپنے اہل وعیال کے لئے کیا چھوڑا۔ جواب تھا:

"ابـقـیـت لھـم الـلّٰـہ ورسـولـہ" ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول ہی کافی ہے۔

اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر محب اور حبیب کے درمیان جو مکالماتی سلسلہ گفتگو پیش آیا اسے پیش کیا ہے۔

بولے حضور چاہئے فکر عیال بھی ۔ کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ ماہ و انجم فروغ گیر ۔ اے تیری ذات باعث تکوین روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس ۔ صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

☆ یہاں پر تین باتیں خصوصیت سے قابل توجہ ہیں۔ اقبال نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے رفیق نبوت کی تلمیح استعمال کی ہے جتنی طویل، جتنی مفید اور جتنی نتیجہ خیز رفاقت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی وہ اور کسی کا مقدر نہ تھی۔ اقبال اس حقیقت کو خصوصی اہمیت دینا چاہتے ہیں۔ یہاں پر اور اس کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی اقبال رحمۃ اللہ علیہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عشق و محبت کی اساس قرار دیتے ہیں بلکہ عشق و محبت کی بنیادوں کی استواری انہی سے وابستہ ہے۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت کا نمایاں ترین پہلو ہے۔ تیسری بات یہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اطاعت و وفاداری ہے۔ گویا "رفاقت نبوی" "عشق مصطفیٰ" اور "ایفائے عہد" "صدیقیت" کے اہم عناصر ہیں۔ یہی وہ عناصر ہیں جو نوجوانان ملت کی صحیح تربیت میں کام آ سکتے ہیں۔

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے نجوم ہدایت، مصنفہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر سے ماخوذ)

☆کون صدیق اکبر......؟☆

☆ ابوالبیان علامہ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص انداز میں تحریر فرماتے ہیں:

"اسلام کے موسم بہار کی پہلی بارش آپ ہیں
شجر اسلام کا پہلا تیار ہونے والا پھل آپ ہیں
شمع نبوت کی پہلی کرن آپ ہیں
آفتاب رسالت کی پہلی درخشندہ شعاع آپ ہیں
سینائے امت محمدی کے پہلے نقیب آپ ہیں
منبر ملت محمدی کے پہلے نقیب آپ ہیں
یوں سمجھ لیں کہ اس امت میں
سب سے پہلے مسلم ہیں تو ابوبکر
سب سے پہلے مومن ہیں تو ابوبکر
سب سے پہلے مبلغ ہیں تو ابوبکر
سب سے پہلے موحد ہیں تو ابوبکر
سب سے پہلے نمازی ہیں تو ابوبکر
سب سے پہلے امیر ہیں تو ابوبکر
سب سے پہلے پیر ہیں تو ابوبکر
سب سے پہلے خلیفہ ہیں تو ابوبکر
سب سے پہلے امام ہیں تو ابوبکر

(البیان۔علامہ سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ بار ہفتم)

☆☆☆☆☆☆

☆ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور مسئلہ فدک ☆

(قرآن وسنت اور حقائق کی روشنی میں)

فدک ایک وسیع وعریض علاقہ ہے جو خیبر میں واقع ہے۔ (خیبر یہودیوں کی قوت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ یہ زرخیز وادی مدینہ منورہ سے جانب شمال قریباً ایک سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں قدیم زمانہ سے یہود آباد تھے) خیبر کے کچھ علاقے مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کیے اور کچھ علاقے بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں کے سامنے سرنگوں ہوئے جو علاقے بزور شمشیر فتح ہوئے ان کی زمینیں اور مال' مال غنیمت تھے جن کے بارے میں ''سورۃ الانفال'' میں یہ حکم ہے۔

(ترجمہ) ''اور جان لو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے پایا ہو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) قرابت داروں کے لئے (ہے) اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہے''۔ (الانفال' ۴۱)

☆ خیبر کے بعض حصے جن میں فدک کا علاقہ بھی شامل تھا' یہ کسی جنگ وجدل کے بغیر ہی مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے۔ یہاں کے باشندوں نے پہلی دھمکی میں ہی ہتھیار پھینک دیئے تھے۔ اس کو مال ''فے'' کہا جاتا ہے جس کا ذکر سورۃ الحشر میں آیا۔

(ترجمہ آیات) ''اور جو (اموال فے) اللہ نے ان سے (نکال کر) اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لوٹا دیئے تو تم نے نہ تو ان (کے حصول) پر گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ' ہاں! اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ وتسلط عطا فرما دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔ جو (اموال فے) اللہ نے (قریظہ' نضیر' فدک' خیبر' عرینہ سمیت دیگر بغیر جنگ کے مفتوحہ) بستیوں والوں سے (نکال کر) اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لوٹائے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) قرابت داروں (یعنی بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب) کے لئے اور (معاشرے کے عام) یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہیں (یہ نظام تقسیم اس لئے ہے) تاکہ (سارا

مال صرف) تمہارے مالداروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے (بلکہ معاشرے کے تمام طبقات میں گردش کرے) اور جو کچھ رسول ﷺ تمہیں عطا فرمائیں سو اسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اس سے) رک جایا کرو' اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول ﷺ کی تقسیم و عطا پر کبھی زبان طعن نہ کھولو) بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

(مذکورہ بالا مال فے) نادار مہاجرین کے لئے (بھی) ہے جو اپنے گھروں اور اپنے اموال (اور جائیدادوں) سے باہر نکال دیئے گئے ہیں' وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا و خوشنودی چاہتے ہیں اور (اپنے مال و وطن کی قربانی سے) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں' یہی لوگ ہی سچے مومن ہیں۔

(یہ مال ان انصار کے لئے بھی ہے) جنہوں نے ان (مہاجرین) سے پہلے ہی شہر (مدینہ) اور ایمان کو گھر بنالیا تھا۔ یہ لوگ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے ہیں اور یہ اپنے سینوں میں اس (مال) کی نسبت کوئی طلب (یا تنگی) نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود انہیں شدید حاجت ہی ہو اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا پس وہی لوگ ہی بامراد و کامیاب ہیں۔

اور وہ لوگ (بھی) جو ان (مہاجرین و انصار) کے بعد آئے (اور) عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی' جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بے شک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے"۔ (سورۃ الحشر آیات ۶ تا ۱۰)

☆ قارئین محترم! ان آیات بینات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔ (۱) مہاجرین (۲) انصار (۳) اور بعد میں آنیوالے جو پہلوں کے لئے محبت' ہمدردی اور خلوص سے دعائے مغفرت مانگیں' مسلمانوں کی تین ہی قسمیں

ہیں۔ چوتھی کوئی قسم نہیں لہٰذا وہ لوگ جو نہ مہاجرین ہوں نہ انصار اور نہ ان کے بعد آنیوالے' ان کے لئے دعائے مغفرت مانگنے والے ہوں۔ وہ ان تینوں سے باہر ہیں۔ پس گالیاں دینے والے اور ان پاکیزہ نفوس پر تبرا کرنے والے سوچ لیں کہ وہ کس کھاتے میں ہیں۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ''آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ مہاجر بنو اگر کہو نہیں ہو سکتا تو انصاری بنو۔ یہ مقام نہ پاؤ تو ان کے سے عمل اپناؤ! اگر یہ نہ ہو سکے تو ان سے محبت کرو اور اللہ کے حکم کے مطابق ان کے لئے دعائے مغفرت مانگو''۔ (الجامع للحکام القرآن بقرطبی رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۱' جلد ۱۸ سورۃ الحشر طبع بیروت)

☆ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مہاجرین میں سے ہو بولا نہیں۔ فرمایا انصار میں سے ہو بولا نہیں فرمایا اب تیسری قسم رہ گئی ہے یعنی بعد میں آنیوالے جو پہلوں سے محبت کریں اور ان کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ فرمایا ''فو اللہ لئن لم تکن من اھل الایۃ الثالثۃ التخرجن من الاسلام''۔ خدا کی قسم اگر تو تیسری آیت والوں سے نہ ہوا تو اسلام سے لازماً باہر ہوگا''۔ (ایضاً)

☆ ان زمینوں کا شرعی حکم ☆

(ترجمہ) ''یہ آیت دلیل ہے کہ علماء کا یہ قول صحیح ہے کہ منقول مال تقسیم کر دیئے جائیں اور زمین تمام مسلمانوں کے لئے مشترک رکھی جائے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا''۔ (القرطبی' ج ۱۸' ص ۲۲' طبع لبنان' بیروت)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل ☆

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نضیر کا مال مخصوص اپنے پاس رکھا۔ جہاں مناسب سمجھتے خرچ کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ مال مہاجرین میں تقسیم فرمایا۔ صرف تین مفلس انصار کے سوا کسی انصاری کو کچھ نہ دیا۔ یہ تین صاحبان یہ ہیں۔ سیدنا ابودجانہ سماک بن خرشہ۔ سہیل بن حنیف' الحارث بن الصمۃ۔ ایک قول یہ ہے کہ سہیل اور ابودجانہ صرف ان دو

کو عطا فرمایا' ایک قول کے مطابق سیّدنا سعد بن معاذ کو ابن ابی الحقیق کی تلوار عطا فرمائی۔ (قرطبی' ج ۱۸' ص ۹)

☆ مال فیئے ☆

الازہری نے کہا ''الفیئ'' کفار کا وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کو اللہ پاک نے دیدیا۔ خواہ جلاوطن کر کے خواہ جزیہ لے کر صلح کرنے سے یا خون بہا کا تاوان لے کر جیسے بنی نضیر سے صلح اس شرط پر ہوئی کہ ان کے ہر تین آدمی اسلحہ کے علاوہ ایک اونٹ کا سامان لے جاسکتے ہیں۔ باقی چھوڑ جائیں۔ یہی مال فیئے ہے''۔ (امام رازی' تفسیر کبیر' ص ۲۸۴' ج ۲۹ طبع ایران)

☆ ایک اشکال ☆

بنی نضیر کا کئی دن تک محاصرہ ہوا۔ ان سے شدید جنگ ہوئی۔ پھر جلاوطنی پر ان کی جان بخشی ہوئی۔ لہٰذا ان کے اموال' مال غنیمت ہوئے نہ کہ مال فیئے؟

☆ جواب:

محاصرہ اور جنگ ان کے قلعوں سے متعلق رہے۔ اس آیت فیئے کا تعلق ان سے نہیں بلکہ فدک سے ہے جہاں سے یہود بستیاں خالی کر کے جنگ کئے بغیر چلے گئے تھے۔ سو یہ اموال جنگ و جدال کے بغیر ہی رسول اللہ ﷺ کے قبضہ میں اللہ پاک نے دے دیئے تھے۔ سو رسول اللہ ﷺ فدک کی پیداوار سے اپنا اور اپنے زیر کفالت افراد کا نان و نفقہ لے کر باقی اسلحہ اور گھوڑے (سامان جہاد) خریدنے میں خرچ کر دیتے تھے۔ (کبیر' ج ۲۹' ص ۲۸۴' طبع ایران)

☆ فیئے کا مصرف ☆

رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہری میں مال فیئے کے پانچ حصے کئے جاتے تھے۔ چار مخصوص تھے رسول اللہ ﷺ کے لئے اور پانچواں حصہ پھر پانچ حصوں میں تقسیم ہو جاتا جن میں ایک حصہ پھر حضور اکرم ﷺ کے لئے اور باقی چار حضور ﷺ کے

اہل قرابت' یتیموں' مسکینوں اور مسافروں پر خرچ ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد مال فئے میں سے جو رسول اللہ ﷺ کا حصہ تھا اس کے متعلق حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو قول ہیں۔ اول یہ کہ یہ ان مجاہدین کو ملے گا جو سرحدوں کی حفاظت پر مامور ہیں کہ یہی اس کام میں حضور ﷺ کے قائم مقام ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آمدنی مسلمانوں کی بہبود پر خرچ ہوگی جس میں سرحدوں کی حفاظت' نہریں کھدوانا' پل تعمیر کرنا وغیرہ شامل ہیں جس کی زیادہ اہمیت ہوگی' اسے اولیت دی جائے گی۔ یہ تفصیل ہے ان چار حصوں کی جو حضور ﷺ کو مال فئے کے خمس 1/5 میں سے آپ ﷺ کو ملا' وہ بلا اختلاف مسلمانوں کی بہبود پر خرچ ہوگا۔

(امام رازی رحمۃ اللہ علیہ' تفسیر کبیر' ج ۲۹' ص ۲۸۵ طبع ایران)

☆ علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ☆

(ترجمہ) ''غنیمت وہ مال ہے جو جنگ کے نتیجہ میں کفار سے حاصل ہوا اس کا حکم یہ ہے کہ پانچواں حصہ نکال کر باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوں گے اور ''مال فئے'' وہ ہے جو کفار سے جنگ کئے بغیر ملک کے دارالسلام بن جانے کے نتیجہ میں حاصل ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہوتا ہے اس میں سے پانچواں حصہ نہیں لیا جاتا بلکہ سب کا سب ان کی ضرورت پر صرف ہوتا ہے۔ (روح المعانی للآلوسی' ج ۲۸' ص ۴۶' طبع پاکستان)

☆ مال فئے کے مستحقین دور نبوت میں ☆

''اللہ تعالیٰ' رسول اللہ ﷺ' رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار' یتیم' مسکین' مسافر' فقراء' مہاجرین' انصار ان کے بعد آنیوالے (قیامت تک)'' (الحشر' ۶-۱۰)

اکثر علماء کرام نے فرمایا اللہ کا نام تبرکاً ذکر ہوا باقی مستحقین آٹھ ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ یہ اموال (فدک' خیبر' مدینہ منورہ) کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہو سکتے۔ کسی کی ذاتی جائیداد میں متعین ورثاء کا حصہ ہوتا ہے۔ قیامت تک کے تمام مسلمان' تمام یتیم' اہل قرابت' تمام مسکین' تمام مسافر' فقیر' مہاجرین' انصار' جس مال کے حقدار ہوں' وہ ذاتی

ملکیت نہیں ہوسکتا۔ وہ سرکاری وقومی ملکیت ہی ہوسکتا ہے اور سرکاری املاک میں کسی کی ذاتی وراثت نہیں چلتی کہ ہر حاکم کی وفات کے بعد اس علاقہ کو اس کے ورثاء میں تقسیم کر دیا۔ صوبوں کے گورنر فوت ہوں تو پورا صوبہ ان وارثوں میں تقسیم کر دو! علی ہذا القیاس۔ حکمران آتے جاتے رہتے ہیں قومی املاک جوں کی توں رہتی ہے یہ ذاتی شخصی ملکیتیں نہیں وارثوں میں بٹتی رہیں۔

☆ احادیث سے عہد صدیقی رضی اللہ عنہ تک ☆

اب ہم اسلامی احکام کے دوسرے ماخذ سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف آتے ہیں کہ مسئلہ فدک پر براہ راست روشنی پڑے۔

☆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد) ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی اس میراث سے اپنا حصہ مانگا جو مال فئے سے ان کا بنتا ہے۔ مدینہ منورہ اور فدک کے علاقہ میں اور خیبر کے پانچویں حصہ سے جو بچ گیا ہے' حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔ (ترجمہ) ''ہماری (انبیاء کرام کی دنیاوی مال کی) وراثت نہیں ہوتی۔ جو ہم چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ محمد ﷺ کی آل اس مال سے صرف کھائے گی اور میں رسول اللہ ﷺ کے صدقہ کی اس صورت حال وحیثیت میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں کرونگا جو رسول پاک ﷺ کے زمانہ میں تھی اور رمیں اس میں وہی عمل کرونگا جو رسول پاک ﷺ نے کیا۔ پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس میں سے کچھ دینے سے انکار کر دیا جس کے نتیجہ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئیں اور مرتے دم تک آپ رضی اللہ عنہ سے بات نہ کی۔ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہا چھ ماہ زندہ رہیں۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو رات کے وقت دفن کر دیا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ بتایا اور نماز جنازہ پڑھی''۔

☆ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں لوگوں کی نظر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی

بہت عزت تھی۔ سیدہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے رویہ میں فرق محسوس کیا۔ سو آپ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے صلح وصفائی اور بیعت کر لی جبکہ اتنے مہینے انہوں نے آپ کی بیعت نہیں کی تھی۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور فرمایا آپ کے ہمراہ ہمارے پاس کوئی اور نہ آئے۔ وہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی موجودگی نہیں چاہتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تنہا جانے سے منع کیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے خیال میں وہ میرے ساتھ کیا کریں گے؟ بخدا میں ان کے پاس ضرور جاؤں گا چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: "انا قد عرفنا فضلك وما اعطاك الله ولم ننفس" (بے شک ہم نے آپ کی فضیلت اور جو حکومت اللہ نے آپ کو دی پہچان لی اور ہمیں آپ کی اس فضیلت پر جو اللہ پاک نے آپ کو عطا فرمائی کوئی حسد نہیں) لیکن آپ نے اس امر خلافت میں ہم سے مشورہ نہیں کیا جبکہ ہم اپنی قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنا پر اس مشورہ میں اپنا حصہ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، مجھے اپنی قرابت کی صلہ رحمی سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت سے صلہ رحمی کروں۔ رہا میرے اور آپ کے درمیان ان اموال کا جھگڑا تو میں نے ان کے بارے میں کسی نیکی میں کوتاہی نہیں کی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے متعلق جو عمل کرتے دیکھا وہی کیا۔ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں پچھلے پہر آپ کے پاس بیعت کے لئے حاضر ہوں گا۔ پھر جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر ادا کی منبر پر تشریف لائے۔ توحید و رسالت کی گواہی دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حال اور بیعت میں تاخیر اور آپ کی معذرت تاخیر بیان فرمائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استغفار وشہادت بیان کی۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق کی عظمت بیان فرمائی اور بیان فرمایا کہ میرے طرز عمل کی وجہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حسد نہ تھی اور نہ اس فضیلت کا انکار تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی۔ ہاں ہمارا خیال تھا کہ اس

معاملہ میں ہمیں بھی حق مشورہ تھا اور ہم سے مشورہ نہیں کیا گیا' جسے ہم نے دل میں محسوس کیا۔ اس پر مسلمانوں میں مسرت کی لہر پیدا ہوگئی اور سب نے کہا آپ نے بہت اچھا کیا۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے اس نیک عمل سے مسلمان آپ کے اور قریب ہو گئے''۔ (بخاری شریف جلد دوم' ص۶۰۹)

☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نضیر کے اموال ان اموال میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے جن پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ' لہٰذا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مخصوص تھے۔ آپ سرکار اپنے اہل وعیال پر سال بھر خرچ کرتے تھے اور جو بچ جاتے وہ گھوڑوں اور اسلحہ پر خرچ فرماتے تاکہ جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری رہے''۔ (صحیح مسلم' ج۲' ص۸۹)

☆ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں ☆

مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوپہر کے وقت بلا بھیجا۔ میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ وہ کھجور کی خالی چٹائی اور چمڑے کے تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ مجھ سے فرمایا مالک! تیری قوم کے متعدد گھرانوں سے متعدد لوگ کسی اچانک مشکل کے نتیجہ میں میرے پاس آئے ہیں۔ میں نے انہیں کچھ مال دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ لو اور ان میں تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کی کسی اور کو یہ خدمت عطا فرماتے تو بہتر ہوتا۔ فرمایا مالک! لو! اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خادم یرفا نے آ کر کہا' امیر المومنین! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ اذن باریابی چاہتے ہیں۔ آپ نے اجازت دی وہ حضرات اندر تشریف لائے پھر یرفا نے کہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اجازت چاہتے ہیں۔ فرمایا آنے دو! حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین میرے اور اس جھوٹے' گنہگار' دھوکہ باز خائن کے درمیان فیصلہ کر لیں۔ لوگوں نے بھی کہا۔ ہاں امیر المومنین ان میں فیصلہ کر دیں اور ان کو آرام پہنچائیں۔ مالک بن اوس کہتے ہیں' میرے خیال میں یہ حضرات حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اسی غرض سے لائے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا صبر کرو

میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں' کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لانورث ماترکنا صدقة"۔ ہماری وراثت نہیں ہوتی جو چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ سب نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف رخ کر کے فرمایا "میں آپ دونوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ آپ جانتے ہیں؟ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "ہماری وراثت نہیں بنتی جو چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ دونوں نے تائید کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس حکم سے خاص فرمایا جس سے کسی اور کو مخصوص نہیں فرمایا۔ فرمایا: ماافاء اللہ علی رسوله من اهل القری فلله وللرسول ۔"جو مال دلایا اللہ پاک نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کا ہے"۔ (سورۃ الحشر۔ ۷)

پتہ نہیں آپ نے اس سے پہلی آیت تلاوت کی یا نہ فرمایا: "پس رسول اللہ ﷺ نے بنی نضیر کے اموال تم میں تقسیم فرمائے۔ خدا کی قسم نہ تو میں تم پر کسی کو ترجیح دوں گا اور نہ تمہیں محروم کر کے خود لوں گا۔ یہاں تک کہ یہ مال بچ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اس سے اپنا سال بھر کا خرچہ لیتے تھے باقی چھوڑ رکھتے۔ پھر فرمایا۔ میں تم کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ اتعلمون ذلك؟ تم یہ کچھ جانتے ہو؟ سب نے کہا جی ہاں! فرمایا۔ جب حضور ﷺ کا وصال ہوا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کا جانشین ہوں۔ پھر تم دونوں تشریف لائے اور آپ ان سے اپنے بھتیجے اور یہ اپنی بیوی کی وہ میراث مانگنے لگے جو والد کی طرف سے تھی۔ اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "مانورث ماترکنا صدقة" ہماری وراثت (دینوی مال میں) نہیں ہوتی' جو چھوڑ جائیں صدقہ ہوتا ہے"۔ تمہارے خیال میں وہ جھوٹے گنہگار' دھوکہ باز اور خائن تھے؟ حالانکہ اللہ جانتا ہے وہ ضرور سچے' نیک' ہدایت یافتہ اور حق کے پیروکار تھے۔

پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوئے۔ اب میں رسول اللہ ﷺ کا بھی' ولی و

جانشین ہوں اور ابوبکر صدیق کا بھی۔ اب تمہارے خیال میں' میں جھوٹا' گنہگار' دھوکہ باز اور خائن ہوں۔ حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ میں سچا' نیک' ہدایت یافتہ حق کا پیروکار ہوں۔ اب میں اس مال کا محافظ و مختار ہوں۔ پھر آپ اور یہ میرے پاس تشریف لائے ہیں۔ آپ سب ایک ہیں۔ آپ کا مسئلہ ایک ہے تو آپ نے کہا وہ مال ہمارے سپرد کرو! میں نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں اس شرط پر یہ مال آپ کے سپرد کرتا ہوں کہ اللہ کے نام پر وعدہ کریں کہ اس مال میں وہی تصرف کریں گے جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے۔ اب آپ نے اس شرط پر اسے لے لیا"۔ فرمایا: ایسا ہی ہے؟ دونوں صاحبوں نے فرمایا' جی ہاں! فرمایا "پھر آپ میرے پاس فیصلہ لینے آ گئے؟ خدا کی قسم میں اس کے علاوہ قیامت تک کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ اگر آپ یہ ذمہ داری نبھانے سے اکتا گئے ہیں' تو مجھے واپس کر دیں"۔ (مسلم شریف' ج ۲' ص ۹۱)

☆ ازواج مطہرات کی بھی یہی سوچ تھی ☆

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اردن یبعثن عثمان بن عفان الی ابی بکر فیسالنہ میراثھن من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قالت عائشۃ لھن الیس قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لانورث ماترکنا فھو صدقۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہماری وراثت نہیں ہوتی جو چھوڑ جائیں صدقہ ہوتا ہے"۔ (مسلم شریف' ج ۲' ص ۹۱)

☆ انتباہ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بھتیجے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں جو سخت الفاظ استعمال کئے۔ ان کی تین توجیہات ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ یہ کلام حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا نہیں۔ کسی غالی راوی کا تصرف ہے۔ دوم یہ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو زور

دے کر اس مقصد کے لئے لانے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے جبکہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ ان کے ہم خیال نہ تھے اور بار بار اس کیس کو پیش کرنا نہیں چاہتے تھے۔ سمجھتے تھے کہ نتیجہ پہلے سے مختلف نہ ہوگا۔ ہمیں یہ سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں کرنا چاہئے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصرار پر آ گئے اور جواب پا کر شدت احساس سے اپنے بھتیجے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ الفاظ کہہ دیئے جو مناسب نہ تھے اور دونوں کی شان کیخلاف تھے۔ سوم یہ کہ یہ معاملہ چچا بھتیجا کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھتیجا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ حقیقی چچا تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک موقع پر فرمایا تھا "**یا عمر اماشعرت ان عم الرجل صنو ابیه**"۔ اے عمر! تمہیں معلوم نہیں کہ آدمی کا چچا باپ کی طرح ہوتا ہے"۔

(متفق علیہ)

گویا باپ نے بیٹے کو اس کی دانست میں غلط کام پر اکسانے پر اور غلط بات کے غلط انجام پر سخت الفاظ استعمال کئے اور ایسا اکثر ہو جاتا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بعض علماء نے کہا ہے کہ ان دونوں صاحبوں (حضرت عباس رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ) کا مطالبہ یہ تھا کہ سیدنا صدیق و فاروق رضی اللہ عنہ ان بزرگوں میں اس جائیداد کو دو برابر حصوں میں تقسیم کریں تا کہ وہ اس سے اس طرح فائدہ اٹھائیں جیسے خود امام وقت ان کا انچارج ہو تو فائدہ اٹھائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مال پر تقسیم کا لفظ پسند نہیں کیا تا کہ زیادہ عرصہ گزرنے کے ساتھ یہ گمان نہ ہو کہ اس مال کے یہ بزرگ وارث تھے۔ بالخصوص ایک طرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیٹی اور دوسری طرف چچا عباس رضی اللہ عنہ۔ آدھی وراثت بیٹی کی اور آدھی چچا کی۔ اس سے شبہات پیدا ہوتے اور گمان ہوتا کہ یہ دونوں صاحبان اس کے مالک ہو گئے ہیں۔ ہماری توجیہہ کی تائید ابوداؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے" کہ جب خلافت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو آپ نے بھی اس صدقہ کی حیثیت نہیں بدلی۔ عباسی خلیفہ سفاح نے یہی دلیل دی تھی۔ جب اس نے پہلا خطاب کیا تو ایک شخص نے جس کی گردن میں قرآن پاک لٹک رہا تھا کھڑے ہو کر کہا "میں آپ کو اللہ کا

واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرے اور میرے مخالف کے درمیان اس قرآن سے فیصلہ کرنا ''سفاح نے کہا تیرا مخالف کون ہے؟ اس نے کہا ''ابوبکر رضی اللہ عنہ جس نے فدک نہیں دیا'' خلیفہ نے کہا ''انہوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟'' بولا ہاں! پوچھا ''ان کے بعد کون تھا'' بولا عمر رضی اللہ عنہ' پوچھا ''انہوں نے بھی تجھ پر ظلم کیا؟'' بولا ہاں! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی یہی کہا۔ سفاح نے کہا ''تو علی رضی اللہ عنہ نے بھی تجھ پر ظلم کیا؟'' وہ شخص خاموش ہو گیا۔ سفاح نے اسے سخت سست کہا...... سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر تنازع ختم کرنا' صدیقی فیصلہ پر اجماع تسلیم کرنا ہے اور جب ان کو حدیث رسول پہنچی اور بات واضح ہو گئی تو آپ نے اپنی رائے چھوڑ دی۔ پھر ان کی طرف سے یا ان کی اولاد میں سے کسی کی طرف سے میراث کا مطالبہ نہ ہوا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ سے اختلاف نہیں کیا۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مطالبہ یہ تھا کہ اس علاقہ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہم میں سے ہر ایک کو ایک حصہ کا منتظم مقرر کیا جائے۔ رہی یہ بات کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا' سو اس کا مطلب یہ نہیں کہ سلام و کلام چھوڑ دیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے ملاقات نہ کی۔ بات بالکل واضح ہے کہ ایسی غمزدہ' مصروف خانہ داری سیدہ کسی غیر محرم اجنبی سے بلا ضرورت کیوں ملاقات کرتیں؟ یہ شرعی مسئلہ ہے اس میں ناراضگی کی کیا بات؟ یہ کہیں نہیں لکھا کہ دونوں کا آمنا سامنا ہوا اور سیدہ نے ان سے سلام کلام نہیں کیا''۔ (نووی شرح' مسلم ج ۲' ص ۹۰)

☆ بیعت علی رضی اللہ عنہ میں تاخیر ☆

علماء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ صحت بیعت کے لئے نہ تمام لوگوں کی بیعت شرط ہے نہ حل و عقد کی' شرط یہ ہے کہ جو علماء' رؤسا اور معتبر لوگ جمع ہو سکیں۔ وہ بیعت کریں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر آدمی آ کر امام کے ہاتھ میں ہاتھ دے اور بیعت کرے۔ ضروری یہ ہے کہ جب اہل حل و عقد امام کا تعین کر دیں تو اس کی اطاعت کرے۔ اظہار

اختلاف و انشقاق نہ کرے اور عصائے خلافت کو نہ توڑے۔ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کا رویہ بیعت سے پہلے یہی رہا ہے کہ نہ انہوں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا' نہ عصا توڑا۔ بیعت میں تاخیر کی وجہ انہوں نے خود بیان کر دی۔ ویسے بیعت کی تکمیل ان کی حاضری پر موقوف نہ تھی۔ جب حاضری ضروری نہ تھی تو حاضر نہ ہوئے۔ ان سے اس بیعت کی مخالفت بھی منقول نہیں۔ البتہ دل میں رنجش ضرور تھی جس کے خاتمہ تک حاضری میں تاخیر ہوئی۔ رنجش کی وجہ بھی کوئی (معاذ اللہ) مخاصمت نہ تھی بلکہ یہ آپ کی وجاہت اور ہر چیز میں فی نفسہ فضیلت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی قربت وغیرہ کے پیش نظر کوئی اہم فیصلہ آپ کے مشورہ' موجودگی کے بغیر نہیں ہونا چاہیے۔ دوسری طرف ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معذوری و مجبوری بھی واضح تھی اس لئے کہ ان کے خیال میں نئے جانشین کا فیصلہ مسلمانوں کی اہم ترین مصلحتوں میں سے پہلے نمبر پر تھا (کہ ملکی نظم ونسق میں خلل نہ آئے اور فتنے سر نہ اٹھائیں) خطرہ تھا کہ تاخیر کی صورت میں اختلاف ونزاع پیدا ہو جاتا جس کے نتیجہ میں بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تدفین میں بھی تاخیر ہوئی کہ بیعت کا معاملہ طے ہو جائے۔ یہ اہم ترین معاملہ تھا تاکہ یہ جھگڑے سر نہ اٹھائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کہاں کیا جائے' کفن کیسے دیا جائے' غسل اور نماز جنازہ کیسے ادا کیا جائے وغیرہ وغیرہ اور کوئی ان جھگڑوں میں فیصلہ کرنے والا بھی نہ ہوتا۔ اسی لئے بیعت کو تمام امور پر اہمیت دی گئی۔

(شیخ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی الخرامی الشافعی' الشرح الکامل جلد دوم ص ۱۹)

☆ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تنہا آنے کو کہا اور آپ چاہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے جائیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے پسند نہ کیا تو اس کی وجہ واضح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں سختی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر بلا کر One to One (تنہائی میں بات کرنا چاہتے تھے اور آپ کا دل ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور امت کی بیعت پر مطمئن تھا) اور آپ بیعت کرنا

چاہتے تھے۔ رنجش دور ہو چکی تھی۔ سینے صاف تھے۔ خدشہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں یہ خوشگوار جذبات متاثر نہ ہوں۔ واللہ اعلم ورسولہ (نووی شرح مسلم ایضاً)

☆ فدک کی تفصیل ☆

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقات کے بارے میں جن کا ذکر ان احادیث میں (اور سورۃ حشر کی مذکورہ الصدر آیات میں) ہے۔ ان اموال کی تین قسمیں تھیں۔

☆ اول: جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کیے گئے جیسے مخیریق یہودی کے اموال، جو غزوہ احد کے موقع پر مسلمان ہوئے، اس نے اپنے اموال کی وصیت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کر دی تھی۔ یہ بنی نضیر میں سات باغات اور انصار کی دی ہوئی زمین تھی جسے پانی نہر سے لگتا تھا۔ یہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھی۔

☆ دوم: بنی نضیر کی زمین میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ حق جو ان کی جلاوطنی کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملا۔ یہ خاص سرکار کا مال تھا اس لئے کہ اس پر مسلمانوں نے گھوڑے اونٹ نہیں دوڑائے۔ رہ گئے بنی نضیر کے منقولہ اموال تو ان میں سے اسلحہ چھوڑ کر اونٹ جتنا اٹھا سکتا ہے ہر شخص اتنا مال لے گیا، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے صلح فرمائی تھی۔ پھر بقایا حضور علیہ السلام نے مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا تھا۔ زمین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کنٹرول میں رکھی۔ جس کی پیداوار سے مسلمانوں کی ضروریات پوری فرماتے تھے۔ اسی طرح فدک کی آدھی زمین، اس کے باشندوں نے فتح خیبر کے بعد آپ سے اس شرط پر صلح کی کہ آدھی زمین ان کی، آدھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ یہ بھی خالص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمین تھی۔ اسی طرح وادی القریٰ کی ایک تہائی زمین جو وہاں کی یہودی آبادی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کے عوض لی۔ اسی طرح خیبر کے قلعوں میں سے دو قلعے "الوطیح" اور "السلالم" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کر کے لئے۔

☆ سوم: خیبر کے پانچویں حصہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ اور جو علاقے خیبر میں

جنگ کے نتیجہ میں فتح ہوئے' یہ سب خاص رسول اللہ ﷺ کی ملکیت تھی۔ کسی اور کا ان میں کوئی حق نہ تھا۔ رسول رحمت ﷺ اپنے آپ کو اس سلسلہ میں ترجیح نہ دیتے تھے بلکہ یہ اموال اپنے اہل وعیال' تمام مسلمانوں اور بہبود عامہ پر خرچ فرما دیتے۔ ان تمام صدقات کا آپ کے بعد کسی کو مالک بنانا حرام ہے یہ قومی ملکیت ہے۔

(نووی شرح مسلم ج ۲' ص ۹۲ - عمدۃ القاری شرح بخاری للعینی' ج ۱۵' ص ۲۱)

☆ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ☆

☆ فدک مدینہ منورہ سے دو یا تین مرحلہ پر یہودی علاقہ تھا۔ مدینہ منورہ کی سرکاری زمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔ خیبر اور فدک کا علاقہ اپنے پاس رکھا اور فرمایا یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کا صدقہ ہیں۔ یہ دونوں علاقے ان حقوق کے پورا کرنے پر خرچ ہوں گے جو سربراہ ملک پر عائد ہوتے ہیں اور خود اس کی اپنی ضروریات پر اور ان کا معاملہ حاکم وقت کے اختیار میں رہے گا۔ آج تک ان کی حیثیت یہی ہے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ مذکورہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا تاکہ اس میں تصرف کریں اور اپنے حقوق حاصل کریں جیسے رسول اللہ ﷺ نے اس میں تصرف فرمایا' اس طور پر نہیں کہ یہ حضرات اس کے مالک بن گئے۔ القرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس صدقہ میں کوئی تبدیلی نہ کی اور عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں جو پوزیشن تھی برقرار رکھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بعد امام حسن رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ' پھر ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ بن حسین (زین العابدین) پھر حضرت حسن بن حسین (حسن مثنیٰ) ان کے بعد زید بن حسن پھر عبداللہ بن حسین اس کے منتظم بنے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ پھر بنوعباس اس کے مہتمم ہوئے۔ جیسا کہ البرقانی نے اپنی صحیح میں بیان کیا۔ ان تمام حضرات میں سے کسی سے یہ بات ثابت نہیں کہ کسی نے اسے اپنی ملکیت بنایا یا وارث بنا یا اس کے آگے کوئی وارث بنا۔ اگر دوسری بات حق ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دور

خلافت میں قبضہ کر لیتے اور ذاتی ملکیت بنا لیتے۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری للعلامۃ العینی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱۵ ص ۲۱ طبع پاکستان)

☆ایک سوال کا جواب☆

اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مال فئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنا درست ہے تو پہلے کیوں نہ کیا' اور درست نہ تھا تو ان کے سپرد کیوں کیا؟ س کا جواب یہ ہے کہ جس اصول کے تحت وہ پہلے مانگتے تھے وہ وراثت و ملکیت کا اصول تھا کہ چونکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہیں اور یہ مال رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی مال ہے لہٰذا ہمیں بطور وراثت دیا جائے۔ حضرات شیخین کا موقف یہ تھا کہ یہ مال تمام امت کی ضروریات پوری کرنے کے لئے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقف فرما دیا ہے لہٰذا یہ قومی ملکیت ہے جس میں وراثت نہیں چلتی۔ نیز انبیاء کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال دنیا جمع نہیں کرتے کہ ان کی وراثت بصورت زمین درہم و دینار تقسیم ہو۔ ان کی وراثت دین و علم ہے جو تمام انسانیت کے لئے عام ہے۔ جب یہ مرحلہ بخیر و خوبی گزر گیا اور صورت مسئلہ واضح ہو گئی کہ یہ اموال پوری امت کی بھلائی کے لئے وقف ہیں کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ ذہن صاف ہو گئے۔ پوزیشن واضح ہو گئی۔ اب خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر میں ان اموال کے نظم و نسق و حفاظت کے لئے ان حضرات سے بہتر کوئی نہ تھا۔ اسی میں حکمت تھی اور اسی میں ان کی دلجوئی کہ اب انہی اموال کا نظم و نسق ان حضرات کے سپرد کر دیا جائے۔ یہاں ہر بات میں خلوص تھا۔ معاذ اللہ ذاتی و خاندانی مفادات پیش نظر نہ تھے نہ ذاتی پسند و ناپسند۔ اگر عہد صدیقی میں پہلی بار ... موال ان حضرات کے سپرد ہوتے تو عرصہ دراز کے بعد یہی گمان ہوتا کہ یہ جائید... شخصی و ذاتی ہیں اور آنیوالی نسلیں وراثت کے اصول پر حصے کر دیتیں جو غلط ہوتا (عمدۃ القاری شرح بخاری للعینی رحمۃ اللہ علیہ متصرف ج ۱۵ ص ۲۵ - فتح الباری للعلامہ احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ج ۶' ص ۲۰۳ طبع بیروت)

☆فقہائے اسلام کی رائے☆

(ترجمہ) ''مشرکین سے جو مال جنگ کے نتیجہ میں فتح ہونے پر حاصل کیا جائے

مال غنیمت ہے۔جس میں سے پانچواں حصہ سرکار لے لیتی ہے اور باقی مجاہدین میں تقسیم ہو جاتا ہے اس میں دوسروں کا کوئی حق نہیں اور جو مال جنگ کئے بغیر ان سے مل جائے اور علاقہ دارالسلام بن جائے۔ یہ مال فئے ہے یہ سب لوگوں کے لئے ہے اس میں سے پانچواں حصہ نہیں لیا جائیگا۔ یونہی اہل حرب سے جنگ کئے بغیر جو مال ملے وہ بھی مال فئے ہے۔ مثلاً دشمن کے مقابلہ کے لئے لشکر اسلام نکلا' جب ان کو علم ہوا تو انہوں نے مال دے کر جان بچالی کہ مال لو اور واپس چلے جاؤ! مسلمانوں نے مال قبول کر لیا اور ان کے علاقے میں گئے بغیر واپس آ گئے۔

(امام ابوعبید القاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ) کتاب الاموال' ص ۲۵۴)

☆ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ☆

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

(ترجمہ) ''اللہ تعالیٰ نے تم سے بعد آنیوالوں کو اس مال فئے میں حصہ دار بنا دیا ہے۔ اگر میں نے اسے تقسیم کر دیا تو تمہارے بعد آنے والوں کے لئے کچھ نہ بچے گا۔ اگر میں زندہ رہا تو صنعاء (یمن کا شہر) میں رہنے والے چرواہے کو اس مال فئے میں سے اس کا حصہ ضرور پہنچے گا''۔

فتح عراق کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا ''تمہارا خط ملا جس میں لکھا ہے کہ لوگ تم سے مال غنیمت اور مال فئے تقسیم کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ میرا خط تمہیں ملے تو دیکھو! جو کچھ لوگوں نے گھوڑے اور مال تمہارے پاس جمع کیا ہے اسے حاضر مسلمانوں میں تقسیم کر دو!'' زمین اور نہریں انہی کے پاس رہنے دو جوان پر کام کرتے ہیں تا کہ یہ مسلمانوں کے عطیات میں رہیں۔ اگر تم ان کو موجودہ لوگوں میں تقسیم کر دو گے تو بعد میں آنیوالوں کے لئے کچھ نہ بچے گا''۔

(کتاب الخراج قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ' ص ۲۴ طبع بیروت)

☆ بعض اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ عراق کی سرسبز و شاداب زمین فاتحین میں تقسیم کر دی جائے مگر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اس تجویز پر حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

(ترجمہ) ''میری رائے اس کیخلاف ہے۔ خدا کی قسم میرے بعد ایسا علاقہ فتح نہ ہوگا جس میں دریائے نیل بڑا دریا ہو' بلکہ ممکن ہے مسلمانوں پر بوجھ ہو۔ اگر میں عراق و شام کی زمین ان کافر باشندوں سمیت تقسیم کر دوں تو سرحدوں کی حفاظت یہاں کے بچوں اور بیواؤں کے لئے کیا رہے گا''۔ (قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کتاب الخراج' ص ۲۵)

اس سے یہ اصول ملتا ہے کہ

☆ ''مال فئے میں تمام مسلمان حصہ دار ہیں''۔

☆ ''ہر ہر مسلمان مال فئی سے استفادہ کرنے والوں میں شامل ہے''۔

(یحیٰی بن آدم القرشی (م۔۲۰۳ھ) کتاب الخراج' ص ۲۳ طبع قاہرہ' مصر)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ☆

آپ رضی اللہ عنہ نے اہل نجران سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: ''عمر فاروق رضی اللہ عنہ راست رو تھے' جو فیصلے عمر رضی اللہ عنہ نے کئے میں انہیں ہرگز نہ بدلوں گا''۔ اہل کوفہ سے فرمایا:

''جو گرہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کس کے باندھی ہے میں اسے نہیں کھولوں گا''۔

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتے تھے'' (یحیٰی بن آدم القرشی' کتاب الخراج' ص ۲۶' طبع قاہرہ' مصر)

☆ حرف آخر ☆

ہم نے قرآن کریم سے رہنمائی لی تو پتہ چلا کہ فدک اور خیبر اور مدینہ منورہ کی کچھ زمینیں وہ ہیں جو بزور شمشیر نہیں بلکہ کسی جنگ کے بغیر اللہ پاک نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمائیں۔ یہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل تصرف میں تھیں۔ کسی اور کا ان میں کوئی اختیار نہ تھا۔ نہ کسی کا حق تھا۔ لیکن رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایثار کرتے ہوئے اپنی ساری امت کی ضروریات کے لئے ان کو وقف فرما دیا۔ یہ ذاتی ملکیت نہ تھی' نہ نبی ذاتی ملکیت کے لئے جنگیں لڑتے ہیں' نہ یہ ان کی شایان شان ہے۔

☆ ۲۔ ان اموال کا شخصی ورثہ سمجھ کر وراثتی حصہ مانگنا درست نہ تھا۔ اگر اس

مطالبہ پر وضاحت کئے بغیر یہ مال مطالبہ کرنے والوں کو دے دیا جاتا تو اسے کسی وقت بھی ذاتی ملکیت قرار دے کر خاندان میں تقسیم کیا جاتا۔ اس طرح یہ قومی دولت نجی ملکیت میں تبدیل ہو جاتی اور عام ضرورت مند' غریب مسکین' مسافر' یتیم' بیوہ اپنے حق سے محروم ہو جاتے۔ جنگی و دفاعی مقاصد کے لئے حکومت کو سرمایہ نہ ملتا۔ دیگر سرکاری اخراجات کے لئے رقم نہ ملتی اس لئے حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کے مطالبہ پر ان کو یہ مال نہ دیا۔

☆ ۳۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں جب قانونی صورتحال اچھی طرح واضح ہو گئی اور ذاتی وموروثی بننے کا خدشہ نہ رہا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہی حضرات کو ان اموال کا ناظم بنا دیا۔

☆ ۴۔ اس نظام میں آنے والوں نے بھی عمل کیا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں' اسی فیصلہ پر عمل کیا اور کوئی تبدیلی نہ فرمائی۔ بعد میں آنیوالوں نے بھی اکثر وبیشتر خاندان نبوت کو ہی اس کی نظامت سونپی اور کبھی ذاتی ملکیت کا شوشہ کسی نے نہ چھوڑا۔ فالحمدللہ رب العالمین۔

قرآن وحدیث اور فقہاء ومفسرین کرام ومحدثین کے اس واضح حکم کو نظرانداز کر کے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مطعون کرنا اور ان کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرنا سخت ناانصافی اور اسلامی قانون سے مکمل ناواقفی کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ ایمان وعقل کی دولت سے مالا مال فرمائے اور حقائق پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ (حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ العالی ماخوذ ماہنامہ منہاج القرآن)

☆☆☆

☆ عساکر اسلام کے عظیم قائدین ☆

جنہوں نے چند سالوں میں دنیا کا نقشہ بدل کر تاریخ عالم کے نئے رخ متعیر کیے

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے
پاؤں شیروں کے بھی میدان سے اکھڑ جاتے تھے
تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے
تیغ کیا چیز ہے؟ ہم توپ سے لڑ جاتے تھے
نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے
زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ ۱۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید...... سیف اللہ ☆

☆ ''یا الٰہی خالد تیری تلوار ہے' تو ہمیشہ اس کو فتح مند رکھیو''۔

(ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

☆ ''خوش قسمت ہے وہ ماں' جس کے بطن سے خالد جیسا فرزند پیدا ہوا''۔

(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

☆ نام ونسب

آپ رضی اللہ عنہ کا پورا نام ابوسلیمان خالد ہے۔ والد کا نام ولید بن مغیرہ مخزومی تھا جو مکہ

کے مشہور سردار اور بڑے مالدار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کے مشہور قبیلہ بنو مخزوم سے ہے۔ ساتویں پشت میں آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلۂ نسب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت لبابہ صغریٰ بنت الحارث' ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کے حقیقی خالو تھے اور خاندان نبوت سے آپ رضی اللہ عنہ کا یہ دوسرا قریبی رشتہ ہے۔

☆ باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی شدید مخالفت کی لیکن سلیم الطبع اور بہادر انسان تھے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی ہدایت کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے۔ جنگجویانہ اوصاف' علم وفضل' اصابت رائے اور لائق افراد کی کثرت کے باعث بنو مخزوم قریش میں خاص مقام رکھتے تھے اور بنو ہاشم کے بعد اسی قبیلہ کو اہمیت دی جاتی تھی۔ بنو مخزوم کے سپرد یہ خدمت تھی کہ لڑائی کے دنوں میں فوجوں کے لئے گھوڑے مہیا کریں اور سپاہیوں کے آرام اور سامان جنگ اکٹھا کر کے خیمے نصب کریں۔

آپ کے والد مکہ میں بڑے ذی اثر شخص سمجھے جاتے تھے۔ مکہ سے طائف تک ان کے باغات پھیلے ہوئے تھے' ان کی دولت مندی کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک سال وہ اکیلے خانہ کعبہ کا غلاف بنواتے تھے اور دوسرے سال تمام قریش مل کر بنواتے تھے۔ حج کے ایام میں منیٰ کے مقام پر حاجیوں کو ایک وقت کا کھانا بھی کھلایا کرتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد خانۂ کعبہ کی تولیت کے متعلق بات اٹھی تو ولید ان تین اشخاص میں سے ایک تھے جو یہ اعزاز حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ولید آخری سانس تک مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے۔ بعض مفسرین کے مطابق سورۃ المدثر میں جس شخص کو عذاب کی سخت وعید سنائی گئی ہے وہ یہی ولید تھے جیسا کہ ارشاد ربانی ہوتا ہے:

(ترجمہ) ''آپ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا (انتقام لینے کے لئے) چھوڑ دیں اور میں نے اسے بہت وسیع مال مہیا کیا تھا اور (اس کے سامنے) حاضر رہنے والے بیٹے (دیئے) تھے۔ پھر (بھی) وہ حرص رکھتا ہے کہ میں اور زیادہ

کروں''۔(المدثر' آیات ۱۱ تا ۱۵)

ولید نے ہجرت کے تین ماہ بعد ۹۵ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی دو ہمشیرہ اور چھ بھائی تھے۔ بھائیوں میں ہشام اور ولید اسلام لے آئے تھے اور باقی چار کا خاتمہ حالت کفر میں ہوا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہم عمر تھے اور ظہور اسلام کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۱۷ سال تھی۔

☆ خالد رضی اللہ عنہ کا بچپن و شباب

آپ کا بچپن دیہات کی آزاد فضاؤں میں کسی دایہ کے زیر سایہ گزرا جہاں ان کی جسمانی اور دماغی قوتوں کو پھلنے پھولنے کا پورا موقع ملا۔ آپ نے ایسے ماحول میں ہوش سنبھالا جہاں شہسواری' نیزہ بازی' شمشیر زنی اور جنگی داؤ گھات کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے نہایت پھرتیلے' نڈر اور صاحب تدبیر تھے۔ جوان ہو کر آپ کی شجاعت کا رنگ نکھرا اور آپ رضی اللہ عنہ قریش کے منتخب جوانوں میں شمار ہونے لگے۔ بچپن میں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کشتی لڑی اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پنڈلی کی ہڈی توڑ ڈالی' جو کافی عرصہ علاج کے بعد ٹھیک ہوئی۔ اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی جسمانی طاقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر چیچک کے نشان تھے اور جسم مضبوط اور گٹھا ہوا اور سینہ بہت کشادہ تھا۔

☆ خالد رضی اللہ عنہ......قبول اسلام سے پہلے

اسلام قبول کرنے سے پہلے خالد اسلام کے شدید ترین دشمن تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کیخلاف زبانی صلاح مشوروں سے لے کر عملی کارروائیوں تک ہر موقع پر ان کی شمولیت ضروری تھی بلکہ عملی کارروائیوں میں ان کا حصہ زیادہ ہوتا تھا۔ غزوہ احد میں مسلمانوں نے جو نقصان اٹھایا' اس کی بڑی وجہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جنگی فراست اور بہادری تھی۔ اس غزوہ میں مسلمانوں نے جبل احد کو پشت کی طرف رکھ کر صف آرائی کی تھی۔ اس پہاڑ میں ایک درہ تھا جسے عبور کر کے دشمن نہایت آسانی سے مسلمانوں کے عقب پر حملہ کر سکتا تھا۔ اسی خطرے کے پیش نظر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ

بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ وہاں متعین کر دیا تھا اور تاکید فرمائی تھی کہ لڑائی کا خواہ کچھ بھی انجام ہو، تم لوگ اپنی جگہ نہ چھوڑنا، جب مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے اور مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے تو درے کے محافظوں میں سے بھی اکثر نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ باوجود اس بات کے کہ مکہ کے نامور بہادر اور آزمودہ کار جرنیل میدان چھوڑ چکے تھے، نو عمر خالد رضی اللہ عنہ نے جبل احد کے درے کو غیر محفوظ پاتے ہی چکر کاٹ کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ یہاں تک کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس بھی خطرات میں گھر گئی۔ اگرچہ خالد رضی اللہ عنہ کی یہ کامیابی عارضی ثابت ہوئی اور مسلمانوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں سنبھل کر کفار کو مار بھگایا لیکن جہاں تک خالد رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی، فوجی تدبر اور دلیری کا تعلق ہے ان کے بڑے سے بڑے مخالف کو بھی ماننا پڑتا ہے کہ شکست خوردہ فوج کے سپاہیوں کو اکٹھا کر کے فاتح مسلمانوں پر عقب سے حملہ کر دینا ایک بہت بڑا فوجی کارنامہ ہے۔ چنانچہ جنگ احد کی اس عارضی کامیابی کے بعد ان کا شمار قریش کے چوٹی کے بہادروں میں ہونے لگا اور ان کی اسلام دشمنی اور بھی بڑھ گئی۔

جنگ احد سے صلح حدیبیہ تک وہ ہر وقت مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل اور عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص آپ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش نے خالد رضی اللہ عنہ کو دو سو سواروں کے ساتھ مسلمانوں کی نقل وحرکت دیکھنے کے لئے بھیجا۔ خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے ہر چند کوشش کی کہ کسی طرح مسلمانوں سے الجھ پڑیں لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تدبر، دور اندیشی اور امن پسندی ان کے ارادوں پر غالب آئی اور کفار کے ساتھ مسلمانوں کی صلح طے پا گئی۔

خالد رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

قدرت نے خالد رضی اللہ عنہ کو جہاں بے مثال بہادری اور شہ زوری بخشی تھی وہاں سچائی قبول کرنے کی بے پایاں صلاحیت بھی عطا کی تھی۔ صلح حدیبیہ کے وقت خالد رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو اور قریب سے دیکھنے کا موقع ملا

تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلیٰ صفات' پاکیزہ زندگی' بزرگی' حسن سلوک' رعب و جلال اور مسلمانوں کی عقیدت و محبت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور بے اختیار اسلام کی طرف کھنچنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے بھائی ولید رضی اللہ عنہ بن ولید ان سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''خالد رضی اللہ عنہ پر اسلام کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے پھر وہ اسلام کیوں نہیں لے آتا؟'' ولید رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ خالد رضی اللہ عنہ سے کیا۔ وہ بہت متاثر ہوئے اور اسلام کی طرف راغب ہوئے۔ ایک مرتبہ خالد رضی اللہ عنہ قریش کے مجمع میں کہنے لگے: ''ہر ذی عقل اور صاحب شعور کے لئے اب یہ امر واضح ہو چکا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ساحر ہیں نہ شاعر' ان کا کلام آیۂ ربّ العالمین ہے۔ بس ہر اہل خرد پر ان کا اتباع واجب ہے''۔

☆ اس پر ابوسفیان اور دیگر قریش بہت سیخ پا ہوئے اور ان پر ہاتھ اٹھانا چاہا لیکن اب حق ان پر واضح ہو چکا تھا۔ چنانچہ وہ مدینہ کی طرف چل پڑے۔ راستے میں عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا انہیں بھی اسلام کی محبت مدینے کی طرف کھینچے لیے جا رہی ہے۔ تاجدار مدینہ سرور قلب و سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر مل چکی تھی۔ چنانچہ فرمایا: ''مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو ہماری طرف پھینک دیا ہے''۔

☆ خالد رضی اللہ عنہ اپنے بھائی ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے گناہ کیونکر بخشے جائیں گے؟ میں نے آج تک حق کا مقابلہ کیا ہے اور ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو نقصان پہنچانے کی فکر میں رہا ہوں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے خالد رضی اللہ عنہ! غم نہ کر' اسلام لانے سے تیرے پچھلے گناہ ختم ہو گئے''۔ پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

کچھ ان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق نے کر لی کچھ ان کے پیار نے کر لی
مسخر اس طرح دنیا شاہِ ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کر لی

☆ خالد رضی اللہ عنہٗ عہد رسالت میں

حضرت خالد رضی اللہ عنہٗ نے قبول اسلام کے بعد اسلام کی حمایت بھی اس تندہی اور سرگرمی سے کی کہ بہت کم لوگوں کو ان کے مقابلے میں لایا جا سکتا ہے۔ اسلام کی عزت مسلمانوں کی حفاظت اور دعوت و تبلیغ کے لئے خالد رضی اللہ عنہٗ کے بازوؤں نے جتنی حرکت کی۔ جلیل القدر صحابہ کو چھوڑ کر شاید کسی نے بھی نہ کی ہوگی۔ یہ صرف انہی کے تہوّر و تدبر کا کرشمہ تھا کہ قیصر کا ٹڈی دل لشکر اور کسریٰ کا جاہ و جلال دنوں کے اندر دھول میں مل گیا اور ان بستیوں پر جہاں مسلمانوں کو قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی' اسلامی قانون کا آفتاب ضیا باریاں کرنے لگا۔

☆ جنگ موتہ (۸ھ) میں پہلی مرتبہ آپ رضی اللہ عنہٗ کی جنگی مہارت اور شجاعت و تدبر کا مظاہرہ ہوا۔ بنو غسان کے حاکم شرجیل نے جو قیصر روم کا باجگذار تھا' مسلمانوں کے سفیر کو قتل کر دیا' اس کا بدلہ لینے کے لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تین ہزار کا لشکر بھیجا۔ رومیوں کا لشکر ایک لاکھ افراد پر مشتمل تھا۔ مسلمان بڑی بہادری سے لڑے۔ پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہٗ اور پھر یکے بعد دیگرے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ شہید ہوئے۔ آخر مسلمانوں کے مشورے سے حضرت خالد رضی اللہ عنہٗ نے کمان اپنے ہاتھ میں لی اور اپنے قلیل لشکر کو اس انداز سے ترتیب دیا جس سے دشمن کو گمان ہوا کہ مسلمانوں کو کمک پہنچ گئی ہے۔ اس جنگ میں آپ رضی اللہ عنہٗ کے ہاتھ سے آٹھ تلواریں ٹوٹیں اور اسلامی لشکر کو بحفاظت مدینے واپس لے آئے۔ اس کامیاب مہم کے نتیجہ ہی میں آپ رضی اللہ عنہٗ کو دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ''سیف اللہ'' کا لقب عطا ہوا۔

☆ فتح مکہ کے موقع پر ایک دستے کی کمان حضرت خالد رضی اللہ عنہٗ کے ہاتھ میں تھی۔ جس راستے سے آپ رضی اللہ عنہٗ کا لشکر آ رہا تھا اسے کفار نے روکنے کی کوشش کی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہٗ کو چار و ناچار تلوار چلانی پڑی اور کفار سے مقابلے میں کچھ آدمی مارے گئے اور دو مسلمان شہید ہوئے۔ چونکہ پہل کفار نے کی تھی' اس لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے باز پرس نہ فرمائی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کفار کے مشہور بت عزیٰ کو پیوند زمین کر دیا اور مختلف تبلیغی مہموں میں معروف رہے۔

غزوہ حنین میں بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ بڑی بہادری سے لڑے اور کئی زخم کھائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور برکت سے آپ رضی اللہ عنہ جلد شفایاب ہو گئے۔ اسی طرح طائف کے محاصرے، غزوہ تبوک اور دیگر مختلف معرکوں میں آپ رضی اللہ عنہ نے بھرپور حصہ لیا اور بڑے کارنامے دکھائے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ خالد رضی اللہ عنہ عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بہت سے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے، جن کا دبانا بہت مشکل نظر آتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فوراً حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے جھوٹے مدعیان نبوت کی طرف متوجہ ہوئے۔ پہلے طلیحہ بن خویلد کی سرکوبی کی، پھر اسود عنسی کا خاتمہ کیا۔ جھوٹے مدعیان نبوت میں مسیلمہ کذاب زبردست حریف ثابت ہوئے۔ اس نے چالیس ہزار کا لشکر جرار اکٹھا کر لیا تھا۔ پہلے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل مقابلے پر گئے اور شکست کھائی۔ پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ میدان جہاد میں اترے، زبردست مقابلہ ہوا۔ دشمن کے بیس ہزار آدمی مارے گئے اور مسیلمہ کذاب بھی واصل جہنم ہوا۔ اس طرح یہ عظیم فتنہ ختم ہوا۔ سجاح بنت الحارث بھی شکست کھا کر مفرور ہو گئی۔ اسی طرح جو قبائل اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے، ان کیخلاف بھی فوج کشی کر کے فتنہ ارتداد کا مکمل خاتمہ کر دیا۔

☆ خالد رضی اللہ عنہ...... فاتح عراق

عراق اس زمانہ میں ایران کا ایک صوبہ تھا۔ مثنیٰ بن حارثہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

کی اجازت سے تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ حیرہ (حرہ) اور ابلہ پر حملہ کیا مگر ناکام رہے تو خلیفۂ وقت سے مدد مانگی۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو عراق پر لشکر کشی کا حکم دے دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ عراق میں ایک سال اور دو مہینے رہے۔ ان کے ساتھ کل دس ہزار فوج تھی اور تقریباً اتنے ہی سپاہی دیگر اسلامی سپہ سالاروں کے ساتھ تھے لیکن اس قلیل فوج نے اس مختصر مدت میں جو شاندار کارنامے انجام دیئے وہ تاریخ میں بے مثال ہیں۔ فتح عراق آپ رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھوں مکمل ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے رعایا کے ساتھ اس قدر نیک سلوک کیا کہ لوگ حیران رہ گئے۔

☆ فتح عراق کے لئے آپ کو کئی جنگیں لڑنی پڑیں۔ مثلاً جنگ سلاسل (یا جنگ کاظمہ) جنگ مذار' جنگ دلجہ' جنگ الیس' جنگ حیرہ' جنگ عین التمر' جنگ دومۃ الجندل اور جنگ فراض وغیرہ۔ ان جنگوں میں آپ رضی اللہ عنہ نے حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے۔ آپ رضی اللہ عنہ دشمنوں کے حق میں بجلی تھے اور دشمن کو سامنے دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے تھے۔ فوراً کوند کر ان کے سر پر جا پڑتے تھے۔ بلاشبہ آپ رضی اللہ عنہ خدا کی تلوار تھے اور فتح عراق میں آپ رضی اللہ عنہ کی ذات مسلمانوں کے حق میں خدا کی ایک بہت بڑی امداد تھی۔

حدیث بندۂ مومن دل آویز!
جگر پرخوں' نفس روشن' نگہ تیز

☆ خالد رضی اللہ عنہ......فاتح شام

شام اس زمانے میں روم کے ماتحت تھا۔ مدینہ پر شامیوں کے حملے کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا۔ اس بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ سے شام پر فوج کشی کا فیصلہ کیا۔ الگ الگ علاقوں میں علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں۔ دمشق کی مہم پر یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ مامور ہوئے۔ حمص پر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح' اردن پر شرجیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ اور فلسطین پر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص مقرر ہوئے۔ ان فوجوں کی کل تعداد ۳۶ ہزار تھی۔ ان تمام فوجوں کے سپہ سالار اعظم حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح تھے۔

☆ ادھر قیصر روم کو مسلمان فوجوں کی آمد کا پتہ چلا تو اس نے دو لاکھ چالیس ہزار کا زبردست لشکر مقابلے کے لئے بھیجا۔ رومیوں کی اس کثرت کا اندازہ کر کے مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور مزید فوجی امداد طلب کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو جو اس وقت عراق میں تھے' فوری طور پر شام چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے شام پہنچنے کے لئے ایسا مختصر راستہ اختیار کیا جو ایک انتہائی خطرناک دشوار گزار صحرا سے ہو کر جاتا تھا۔ جہاں پانچ دن کی منزل میں پانی کا ایک قطرہ بھی دستیاب نہ تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے عزم راسخ اور حکمت عملی سے یہ راستہ طے کیا اور شام کے اسلامی لشکر سے جا ملے۔ یرموک کے مقام پر دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر بہترین جنگی حکمت عملی سے کام لیا۔ سب سے پہلے تمام افواج کو ایک متحدہ کمان میں جمع کیا۔ پھر فوج کو اس طرح مرتب کیا جیسے پہلے کبھی عربی فوج مرتب نہیں کی گئی تھی۔ زبردست جنگ ہوئی جو سارا دن اور ساری رات جاری رہی اور جب صبح ہوئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ رومی سپہ سالار کے خیمے میں بیٹھے تھے اور میدان جنگ رومیوں سے بالکل صاف تھا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار رومی صرف دریا میں غرق ہو کر مر گئے جبکہ تین ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ رومیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی یہ فتح ایک شاندار فتح تھی۔ ابھی یہ جنگ ہو رہی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری سے معزول کر دیا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح کو سپہ سالار عام مقرر کر دیا۔ (اصابہ ج ۲' ص ۹۹)

☆ حضرت خالد بن ولید......عہد فاروقی میں ☆

شام کی فتوحات اور ۱۷ھ کے واقعات میں سے سب اہم واقعہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی معزولی کا ہے۔ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی خالد کو معزول کر دیا تھا۔ لیکن یہ بات درست نہیں۔ درحقیقت یہ واقعہ ۱۷ھ کا ہے یہ واقعہ اس وجہ سے عام ہے کہ جس جانباز کی تلوار نے

عراق و شام کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عین محاذ جنگ میں اسے معزول کر دیا اور انہیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح کے ماتحت کر دیا۔

☆ قارئین باتمکین! حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی معزولی کی تفصیل یہ ہے کہ خالد اپنے شجاعانہ اور جان فروشانہ کارناموں کے ساتھ بعض معاملات میں لاپرواہی برتتے تھے۔ چنانچہ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے وہ کبھی فوجی مہمات کے مصارف کا حساب کتاب دربار خلافت میں نہیں بھیجتے تھے۔ خلیفۃ الرسول رضی اللہ عنہ نے بارہا ان کی فہمائش بھی کی تھی لیکن خالد رضی اللہ عنہ اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت نرم طبیعت کے انسان تھے اور اپنے عمال کے کارناموں میں زیادہ دخل دینا اور ان کی چھوٹی موٹی غلطیوں پر سختی سے احتساب کرنا پسند نہ فرماتے تھے دوسرے اس نازک وقت میں اسلام کو خالد رضی اللہ عنہ کی تلوار کی سخت ضرورت تھی۔ بدیں وجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کی خدمات کی بنا پر چشم پوشی سے کام لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسی زمانے سے خالد رضی اللہ عنہ کی یہ روش پسند نہ تھی۔ ان کے عہد خلافت میں بھی خالد رضی اللہ عنہ اسی روش پر قائم رہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو تاکید کی کہ وہ آئندہ سے ان کی اجازت کے بغیر کسی کو ایک بکری بھی نہ دیں اور فوجی مہمات کے مصارف کا باقاعدہ حساب کتاب بھیجا کریں۔ خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے سے ہی ایسا کرتا چلا آ رہا ہوں۔ اب اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بار دیگر لکھا کہ تم سپہ سالار صرف اسی صورت میں رہ سکتے ہو کہ فوجی مصارف کا حساب باضابطہ بھیجتے رہو لیکن خالد رضی اللہ عنہ اپنی ضد پر قائم رہے۔ اس پر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول نہیں کیا بلکہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ماتحت کر دیا۔ اس کے بعد ۱۷ھ ہی میں انہوں نے اشعث بن قیس نامی ایک شاعر کو دس ہزار کی خطیر رقم دے ڈالی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے باز پرس کی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اگر خالد رضی اللہ عنہ نے یہ رقم اپنی جیب سے دی ہے تو یہ اسراف ہے اور اگر بیت المال سے دی ہے تو

خیانت کی، دونوں حالتوں میں وہ معزولی کے قابل ہیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا ان کی کلاہ اتار لی گئی اور عمامہ سے ہاتھ باندھ کر سوال کیا گیا کہ اشعث کو انعام کہاں سے دیا ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ چنانچہ بھرے مجمع میں قاصد نے ان کی معزولی کے احکام سنائے۔ اس طرز عمل کے جواب میں خالد رضی اللہ عنہ نے صرف اتنا کہا کہ: میں نے اس حکم کو سنا اور مانا اور اب بھی میں اپنے افسروں کے احکام ماننے اور خدمات بجا لانے کے لئے تیار ہوں۔ (تاریخ طبری، جلد ۵، ص ۲۵۲۸)

☆ اس واقعہ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی حق پرستی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے رعب و دبدبہ دونوں کا اندازہ ہوتا ہے کہ اتنے بڑے نامور سپہ سالار کو بھرے مجمع میں معزول کیا جاتا ہے لیکن وہ دم نہیں مارتا بلکہ حکم امیر کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ معزولی کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید دربار خلافت میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے میرے معاملہ میں زیادتی سے کام لیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ ثروت کہاں سے آئی۔ خالد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مال غنیمت کے حصوں سے ساٹھ ہزار سے جو زیادہ نکلے، آپ کا ہوا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تخمینہ لگایا۔ بیس ہزار کی رقم زیادہ نکلی وہ ضبط کر کے بیت المال میں جمع کر دی گئی لیکن بعد میں خالد کو اس رقم کا عوضانہ دے دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عوضانہ آپ رضی اللہ عنہ نے مزید تحقیقات کے بعد دیا۔ بعد ازاں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خالد! اللہ کی قسم تم مجھے نہایت عزیز اور محبوب ہو۔ آج کے بعد میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان جاری فرمایا کہ میں نے خالد کو کسی ناراضگی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا بلکہ ان کے کارناموں کی وجہ سے لوگ فتنے میں مبتلا ہو رہے تھے اس لئے میں نے معزول کر دیا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے۔ معزولی کے بعد حضرت خالد مدینہ سے حمص واپس چلے گئے اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔

☆اسباب معزولی☆

☆ ۱- حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے ہی سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی بعض بے اعتدالیاں ناپسند تھیں مثلاً آپ انہیں مالک بن نویرہ کے قتل سے بالکل بری الذمہ نہ سمجھتے تھے۔

☆ ۲- میدان جنگ میں ان کی سخت گیری آپ رضی اللہ عنہ کو پسند نہ تھی۔

☆ ۳- حضرت خالد رضی اللہ عنہ فوجی حسابات دربار خلافت میں نہ بھیجتے تھے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پسند نہ کرتے تھے۔

☆ ۴- چونکہ بے شمار اسلامی فتوحات کا سہرا اب تک حضرت خالد رضی اللہ عنہ سیف اللہ کے سر تھا اور عوام فتح کو صرف انہی کے ذریعہ لازم سمجھنے لگے تھے اور لوگ فتنہ میں مبتلا ہو رہے تھے حالانکہ مسلمانوں کی نصرت کا راز یہ تھا کہ وہ اپنی قوت بازو کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر تمام باتوں سے زیادہ بھروسہ کرتے تھے۔

☆ ۵- حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ایک شاعر اشعث بن قیس کو دس ہزار درہم انعام میں دیئے' یہ اسراف یا خیانت کے زمرے میں آتا تھا۔

☆ ۶- اس وقت شام کا صدر مقام فتح ہو چکا تھا' وہاں کے باشندوں کا دل مٹھی میں لینے کے لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ جیسے گرم مزاج سپاہی کی بجائے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جیسے نرم دل مدبر کی ضرورت تھی۔ نیز تبلیغ اسلام کے لئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ زیادہ موزوں تھے اور پھر دربار رسالت سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امین الامت کا خطاب عطا ہوا تھا۔

☆ ۷- حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی جنگی مہمات میں برق رفتاری کا اندازہ تھا جبکہ عام سپاہی اس برق رفتاری کا ساتھ نہیں دے سکتے اور انہیں ان مہمات میں کچھ آرام و سہولت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

☆ بعض مورخین کا خیال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے میں کچھ جلد بازی کا مظاہرہ کیا اور جس طریقے سے ان کی معزولی عمل میں

آئی وہ اور بھی ناقابل فہم ہے جبکہ اس کے مقابلے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی حیل و حجت احکام خلافت کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اطاعت امیر اور اسلامی تنظیم کا ناقابل تردید ثبوت پیش کیا۔

قارئین محترم! ابن عساکر اور ابن برہان الدین لکھتے ہیں کہ خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کی اصل وجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ان سے ناراضگی تھی اور اس ناراضگی کا اصل سبب یہ تھا کہ بچپن میں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ میں لڑائی ہو گئی جس میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پنڈلی توڑ ڈالی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلا کام حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے اپنے بچپن کا انتقام لیا۔ یہ درست ہے کہ بچپن میں ان دونوں میں جھگڑا ہو جایا کرتا تھا اور واقعی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پنڈلی بھی توڑ دی تھی لیکن اس کا اگر کچھ اثر ہوسکتا ہے تو محض وقتی ہوسکتا ہے۔ ہم یہ بات تسلیم نہیں کر سکتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر یہ واقعہ ہمیشہ کے لئے نقش ہو گیا ہو اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے تب بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد اس واقعہ کے تاثرات کا باقی رہنا کسی صورت میں ممکن نہیں کیونکہ اسلام نے مومنین کے دلوں سے جاہلیت کے ان پرانے کینوں' رنجشوں اور عداوتوں کو یکسر مٹا دیا تھا جو پشتوں سے مختلف قبائل اور اشخاص میں چلی آ رہی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف سے کسی قسم کا کوئی بغض موجود نہ تھا۔ (معزولی کے اسباب پہلے بیان ہو چکے ہیں)

☆ حضرت خالد رضی اللہ عنہ...... حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ☆

معزولی کے بعد بھی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی مجاہدانہ سرگرمیوں میں ذرہ برابر کمی واقع نہ ہوئی۔ وہی تلوار جو سپہ سالاری کے نشان کے طور پر مجاہدین کی رہنمائی کرتی تھی۔ ایک عام سپاہی کے حربے کے طور پر اسلام کی سربلندی اور حق و انصاف کی حمایت کے لئے رومی شہنشاہیت کے سر پر بجلی کی طرح کوندتی رہتی ہے اور اس وقت میان میں نہیں جاتی جب تک اس غیر منصفانہ' غیر مساویانہ اور ظالمانہ حکومت کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ حضرت

خالد کے کردار کی یہی سر بلندی ہے جو انہیں ایک عام دنیا دار فاتح کی حیثیت سے اونچا کر کے مجاہد فی سبیل اللہ کے خلعت فاخرہ سے آراستہ کرتی ہے اور ان کا رتبہ عام فاتحین سے بدرجہا بڑھا ہوا نظر آتا ہے۔ اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ سپہ سالاری سے معزول ہوئے تھے لیکن لقب سیف اللہ سے تو معزول نہ ہوئے تھے جو آپ رضی اللہ عنہ کو دربار رسالت سے عطا ہوا تھا۔ اسی لقب کی لاج رکھتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے عملاً یہ بات ثابت کر دی کہ آپ رضی اللہ عنہ کا جہاد عمر رضی اللہ عنہ کے لئے نہیں بلکہ محض رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ:

''اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے اوپر کسی حبشی کو بھی سردار بنا دیتے تو میں اس کے زیر کمان بھی اسی جوش سے جہاد کرتا' جیسے کہ اب تک کرتا رہا ہوں''۔

☆ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بطور مشیر خاص اور دست راست مسلسل حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصروف جہاد رہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ انہیں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور جب بھی کوئی اہم اور مشکل مہم درپیش ہوتی' اسے سر کرنے کے لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہی کا انتخاب کیا جاتا اور وہ ہمیشہ سرخرو کامیاب ہو کر لوٹتے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ وہ اکیلے دشمنوں کے نرغے میں آ گئے اور دشمن نے انہیں دھوکے سے قتل کرنا چاہا' لیکن وہ بے پناہ شجاعت و جانثاری اور بیدار مغزی سے کام لے کر بچ نکلتے اور دشمن کو رسوا ہونا پڑتا۔

قارئین محترم! اس سے پہلے جنگ یرموک میں آپ رضی اللہ عنہ کا کارنامہ بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے حمص' قنسرین' رستن' اردن' حلب' فلسطین اور انطاکیہ وغیرہ کے معرکوں میں بے مثال کارنامے سرانجام دیئے اور ہر اہم مہم اور مرحلے میں پیش پیش رہے۔

☆ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا اخلاق و کردار ☆

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید مثالی اخلاق و کردار کے مالک تھے۔ اسلام لانے کے بعد ان کی پوری جدوجہد اور سعی و کوشش اسلام کی عظمت کو دوبالا رکھنے اور شرک کو نیست

و نابود کرنے کی خاطر صرف ہوتی رہی۔ خالد رضی اللہ عنہ نے اپنی جان اور اپنا مال اللہ کے راستے میں اور دین کی سربلندی اور مسلمانوں کی بہبود کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ دین کا علم حاصل کرنے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی زندگی گزارنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے لیکن جنگوں اور جہاد میں مشغول رہنے کی وجہ سے دین میں غور و فکر کرنے اور قرآن حکیم اور حدیث سیکھنے کے لئے زیادہ وقت نہ نکال سکے۔ ایک دفعہ حیرہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ دوران نماز ایک ہی سورت آپ نے بار بار پڑھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''جہاد نے مجھے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے سے محروم رکھا''۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید بلند اخلاق و عادات اور خداداد عسکری قابلیت کے مالک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمیشہ ہر میدان سے کامیاب اور کامران ہو کر لوٹے۔ کسی جگہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کو شکست کا سامنا نہ کرنا پڑا جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ''سیف اللہ'' کا لقب عطا ہوا تھا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خالد رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: خالد رضی اللہ عنہ کو تکلیف نہ دو کیونکہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ نے کافروں پر گرایا ہے ایک اور موقع پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ کا بندہ بھی کیا خوب آدمی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اس نے کفار اور منافقین پر کھینچا ہے۔

چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کار سپاہ

☆ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید ایک مدبر اور دور اندیش سپہ سالار تھے جو فنون سپہ گری کے اصولوں اور طریقوں سے پوری طرح واقف تھے۔ ایک تجربہ کار سپہ سالار کی جملہ صفات کے ساتھ ساتھ سپاہی کی صفات بھی آپ رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ لڑائی میں آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ بوڑھوں کی سی تجربہ کاری' نوجوانوں کی سی بہادری اور شیر کی سی جرات مندی کا مظاہرہ کیا۔ متعدد لڑائیوں میں لڑنے کے باعث آپ رضی اللہ عنہ کو

جنگی امور کا اس قدر تجربہ ہو گیا تھا کہ کوئی شخص بھی اس میدان میں آپ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ جب تک فتح نہ ہو جاتی' آپ رضی اللہ عنہ میدان جنگ سے نہ ہٹتے تھے۔ دشمن کی کثرت' بہادری' شجاعت اور سامان جنگ کی فراوانی آپ رضی اللہ عنہ کو قطعاً مرعوب نہیں کر سکتی تھی۔

☆ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے کردار اور اخلاق و عادات کی صحیح اور روشن تصویر ان کے ہم عصر اکابر اسلام کے ان اقوال کی روشنی میں بخوبی دیکھی جا سکتی ہے جو تاریخ اسلام کی زینت ہیں۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب عراقی معرکوں کے دوران خالد رضی اللہ عنہ کے کارناموں کا حال معلوم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے گروہ قریش! تمہارے شیر نے ایک شیر پر حملہ کر دیا اور اس کی کچھار میں گھس کر اس کو مغلوب کر دیا۔ اب عورتیں خالد رضی اللہ عنہ جیسا بہادر پیدا کرنے سے عاجز ہیں''۔ عہد صدیقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے پر اصرار کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' میں اس تلوار کو ہرگز نیام میں نہ ڈالوں گا' جسے اللہ نے کفار پر مسلط کیا ہوا ہے''۔

☆ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ☆

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قنسرین کی فتح کا حال سن کر فرمایا: ''اس کارنامے سے خالد رضی اللہ عنہ نے خود ہی اپنے آپ کو امیر بنا لیا ہے۔ اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی وفات کی خبر سنی تو فرمایا: ''اسلام کی فصیل میں ایک ایسی دراڑ پڑ گئی ہے جو کبھی پُر نہیں ہو سکے گی''۔

☆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ☆

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ

کے بارے میں رائے دریافت کی۔ انہوں نے فرمایا: ''وہ جنگ کی سیاست کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں' وہ موت کی پرواہ مطلق نہیں کرتے' ان میں چیتے کی سی پھرتی ہے اور ان کا حملہ شیر کی مانند ہوتا ہے''۔

☆ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید خود اپنے متعلق فرماتے ہیں: ''جس دن سے میں اسلام لایا اس دن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اور دوسرے صحابہ کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے''۔

نگہ بلند' سخن دل نواز' جاں پر سوز!
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ حیرت انگیز فتح

جبلہ بن ایہم غسانی (غسان کا بادشاہ) قبول اسلام کے بعد مرتد ہو گیا تھا۔ وہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلے پر آیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ' حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی اجازت سے صرف ساٹھ منتخب مجاہدین کے ساتھ مقابلے پر نکلے۔ دشمن سمجھا کہ صلح کی بات چیت کے لئے آئے ہیں لیکن دشمن کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ تو جنگ کے لئے آئے ہیں چنانچہ جنگ شروع ہوئی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ساتھیوں نے پہلے ایک دائرے کی صورت میں اور پھر الگ الگ ٹولیوں کی صورت میں شجاعت کے کارنامے دکھائے اور سارا دن جنگ جاری رہی۔ شام ہوئی تو دشمن میدان سے بھاگ چکا تھا اور مسلمان فاتح بن کر لوٹے' دس مجاہد شہید ہوئے اور پانچ گرفتار ہوئے۔ دشمن کا نقصان بے اندازہ تھا۔ یہ مجاہد رومی سردار باہان کی قید میں تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ باہان کے شاہانہ دربار میں بے باکانہ پہنچ گئے۔ باہان نے دھوکے سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا چاہا' لیکن آپ رضی اللہ عنہ ایک ہی جست میں باہان کے تخت پر جا چڑھے اور اپنی تلوار کی نوک باہان کے سینے پر رکھ دی اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں

نے باہان کے تخت کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے للکار کر کہا اگر کسی نے ہلنے کی جرات کی تو نوک شمشیر سینے میں اتر جائیگی۔ اس پر باہان نے مجبوراً مسلمان قیدی رہا کر دیئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ فتح یاب لوٹے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ خالد رضی اللہ عنہ اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو تاجدار مدینہ سرور قلب و سینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے خاص محبت اور والہانہ عشق تھا۔ ایک مرتبہ حضرت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر مبارک کے بال کٹوائے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں عقیدت و محبت سے اٹھا کر اپنی ٹوپی میں سی لیا (ٹوپی میں موئے مبارک رکھ کر سلائی کر لی)۔

قارئین محترم! یہی ٹوپی وہ جہاد کے وقت اپنے سر پر اوڑھے رکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر محاذ پر ان کو فتح دیتا تھا۔ سبحان اللہ!

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر!
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ!

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام میرا قیام بھی حجاب! میرا سجود بھی حجاب

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ خالد رضی اللہ عنہ ...... دنیا کا سب سے بڑا جرنیل

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے حالات پڑھنے کے بعد ہر انصاف پسند اور صاف

ذہن رکھنے والا انسان محسوس کرتا ہے کہ بلاشبہ آپ رضی اللہ عنہ دنیا کے سب سے بڑے جرنیل تھے۔ نہ صرف اسلام کی بلکہ دنیا کی تاریخ میں آپ رضی اللہ عنہ کو وہ مقام دیا جانا چاہیے جس کا مستحق دنیا کے کسی فاتح، کسی جرنیل اور کسی سپاہی کو نہیں سمجھا گیا۔

☆ بخت نصر، جولیس، سکندر، نپولین اور دنیا کے دوسرے فاتحین کی داستانوں کا تجزیہ کرنے کے بعد صرف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ طاقت نے کمزوری کو، کثرت نے قلت کو اور ظلم نے مظلومی کو فتح کیا۔ ان فاتحین کی داستانوں میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی داستان، ایسا رنگ کہاں کہ ہمیشہ مظلومی نے ظلم کے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا ہو، قلت نے کثرت کو چیلنج کیا ہو، بے سروسامانی نے کثرت ساز و سامان والوں سے ٹکر لی ہو یا پیادہ غازیوں نے آہن پوش سواروں کو نیچا دکھایا ہو۔

☆ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی یہ کتنی بڑی خصوصیت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں کم و بیش ایک سو چھبیس جنگیں لڑیں جن میں آپ رضی اللہ عنہ کی فوجی طاقت دشمن کے مقابلے میں رتی برابر ہوتی تھی لیکن کسی ایک جنگ میں بھی شکست نہیں کھائی۔ دوسری بات [illegible] آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ [illegible]رائے عرب کے غیر تربیت یافتہ مٹھی بھر افراد تھے۔ خود آپ رضی اللہ عنہ (خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے بھی کسی فوجی کالج یا ملٹری اکیڈمی میں باقاعدہ تعلیم و تربیت حاصل نہ کی تھی پھر مقابلے پر کون تھے؟ قیصر و کسریٰ کے آہن پوش منظم اور تربیت یافتہ لشکر، جن کے وسائل اور سامان حرب کا کوئی اندازہ نہ تھا۔ ادھر مسلمان بے سرو[illegible]نی کے عالم میں! آپ رضی اللہ عنہ نے یہ فتوحات تائید ایزدی اور حسن تدبیر و شجاعت کے بل بوتے پر حاصل کیں۔ آپ نے موقع و محل کی مناسبت سے نئے نئے اسلوب جنگ اختیار کئے اور جدید قاعدے وضع کئے۔ کبھی آپ رضی اللہ عنہ نے محض صفوں کی ترتیب بدل کر دشمن کو خوفزدہ کر دیا، کبھی اپنے لشکر کو چند قدم پیچھے ہٹا کر فتح حاصل کی۔ بعض اوقات عام فوجی اصولوں کے برخلاف بالکل معمولی طاقت کے ساتھ دشمن کی بڑی بڑی جماعتوں پر ٹوٹ پڑے۔ کبھی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ ہفتوں اور مہینوں کی راہ دنوں میں طے کر کے دشمن کی توقع اور اندازے کے بالکل خلاف اسے منزلوں آگے

جا لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ دشمن پر بجلی بن کر گرتے تھے اور اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام سنتے ہی دشمن پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی اور بہت بڑے بڑے سپہ سالار آپ رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے سے کتراتے تھے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

قارئین محترم! مشہور مقولہ ہے کہ: "جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے"۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی ہر چالاکی اور مکاری کو جائز نہیں سمجھا۔ صلح اور جنگ دونوں صورتوں میں باہمی معاہدوں اور وعدوں کا جس قدر لحاظ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کرتے تھے، شاید کسی اور قوم کے ہیرو نے کیا ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں بھی عدل و انصاف اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کا پاس و لحاظ رکھتے تھے۔ آپ کو اسلام کی صداقت اور اپنی مہم کی کامیابی کا اسی طرح یقین تھا جس طرح دوسرے دن طلوع آفتاب کا!...... یہی وہ خوبیاں ہیں جن کی بنا پر آج ایک مخالف کو بھی کہنا پڑتا ہے کہ: "خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دنیا کا سب سے بڑا جرنیل تھا"۔

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا سفر آخرت

ملک شام کی فتح کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو قنسرین کا گورنر مقرر کیا گیا۔ لیکن آپ کچھ عرصہ بعد مستعفی ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت فاروقی کے آٹھویں برس حمص میں بیمار رہ کر وفات پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اتنی جنگیں لڑیں تھی کہ جسم کا کوئی حصہ زخموں کے نشانات سے خالی نہ تھا مگر شہادت کی آرزو بر نہ آئی۔

(طبری وعقد الفرید، ج ۲، ص ۷۹)

جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو بستر پر جان دینے کے خیال سے آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت حسرت بھرے الفاظ میں فرمایا:

''میں ایک سو سے زائد جنگوں میں لڑا ہوں۔ میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں تلوار، تیر یا نیزے کے زخم کا نشان نہ ہو۔ میری سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ میں میدان جنگ میں شہادت حاصل کرتا لیکن افسوس میں بستر پر پڑا ہوا اس طرح جان دے رہا ہوں جس طرح اونٹ جان دیتا ہے''۔

☆ قارئین باتمکین! دراصل اس کا سبب یہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ''سیف اللہ'' کا خطاب ملا تھا اور ظاہر ہے کہ اللہ کی تلوار کو اللہ کے سوا اور کون توڑ سکتا ہے؟

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ خالد رضی اللہ عنہ کا ترکہ

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے ترکے کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک غلام، ایک گھوڑا اور چند ہتھیاروں کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا۔

☆ نذرانۂ عقیدت از ماہر القادری رحمۃ اللہ علیہ

تو نے اسلامی حمیت کا دریا رنگین ثبوت
خون کے بہتے ہوئے دریا میں گھوڑا ڈال کر
کفر کی شہ رگ سے تھمتا ہی نہیں اب تک لہو
اللہ اللہ! تیری تیغ حق پرستی کا اثر!
تو نے تنہا کفر کی فوجوں میں ہلچل ڈال دی
تنہا جرأت عزم تھا بیگانۂ خوف و خطر

تیرے دل کے حوصلے ناخوردۂ زخم شکست
تو جہاں پہنچا وہیں موجود تھی فتح و ظفر
آج بھی افسانۂ یرموک کی تازہ ہے یاد
سر کٹا دیتے ہیں اب بھی لوگ حق کے نام پر

☆ کرامات حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ☆

☆ ۱- زہر نے اثر نہیں کیا

روایت ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مقام ''حیرہ'' میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر لشکر! آپ عجمیوں کے زہر سے بچتے رہیں۔ ہم لوگوں کو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ لوگ آپ کو زہر نہ دے دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لاؤ میں دیکھ لوں کہ عجمیوں کا زہر کیسا ہوتا ہے؟ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دیا! تو آپ رضی اللہ عنہ ''بسم اللہ'' پڑھ کر کھا گئے اور آپ کو بال برابر بھی ضرر نہیں پہنچا اور ''کلبی'' کی روایت میں یہ ہے کہ ایک عیسائی پادری جس کا نام عبدالمسیح تھا۔ ایک ایسا زہر لے کر آیا کہ اس کے کھا لینے سے ایک گھنٹہ کے بعد موت یقینی ہوتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے وہ زہر مانگ کر اس کے سامنے ہی ''بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم'' پڑھا اور زہر کھا گئے۔ یہ منظر دیکھ کر عبدالمسیح نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! یہ اتنا خطرناک زہر کھا کر بھی زندہ ہیں' یہ بہت ہی حیرت کی بات ہے۔ اب بہتر یہی ہے کہ ان سے صلح کر لو ورنہ ان کی فتح یقینی ہے۔ چنانچہ ان عیسائیوں نے ایک گرانقدر جزیہ دے کر صلح کر لی۔ یہ واقعہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین جلد ۲' ص ۸۶۷ بحوالہ بیہقی وغیرہ)

☆ قارئین محترم! کرامت کی پچیس اقسام میں سے مہلکات کا اثر نہ کرنا بھی کرامت کی ایک بہت ہی شاندار قسم ہے چنانچہ مذکورہ بالا روایت (کرامت کی) اس کی

بہترین مثال ہے۔

☆ ۲-شراب کا شہد بن جانا

حضرت خثیمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس شراب سے بھری مشک لے کر آیا تو آپ نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اس کو شہد بنا دے۔ تھوڑی دیر بعد جب لوگوں نے دیکھا تو وہ مشک شہد سے بھری ہوئی تھی۔

(حجۃ اللہ علی العٰلمین، ج ۲، ص ۸۶۷، طبری، ج ۴، ص ۴)

۳-شراب سرکہ بن گئی ☆

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے شکایت کہ اے امیر لشکر آپ کی فوج میں کچھ لوگ شراب پیتے ہیں۔ آپ نے فوراً ہی تلاشی لینے کا حکم دیا۔ تلاشی لینے والوں نے ایک سپاہی کے پاس سے شراب کی ایک مشک برآمد کی لیکن جب یہ مشک آپ کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں یہ دعا مانگی کہ ''یا اللہ! اس کو سرکہ بنا دے''۔ چنانچہ جب لوگوں نے مشک کا منہ کھول کر دیکھا تو واقعی اس میں سے سرکہ نکلا۔ یہ دیکھ کر مشک والا سپاہی کہنے لگا: خدا کی قسم! یہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے ورنہ حقیقت یہی ہے کہ میں نے اس مشک میں شراب بھر رکھی تھی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، جلد ۲، ص ۸۶۷ بحوالہ کرامات اولیاء - علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی)

☆(ضروری نوٹ) حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مفصل حالات زندگی اور کارنامے ہماری کتاب ''تجلیات سیّدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ (جو کہ اس کتاب کا دوسرا حصہ ہے) میں ملاحظہ فرمائیں۔

(محمد یوسف کیفی)

☆ خانوادۂ صدیقی ☆

خلیفہ اول' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں پانچ شادیاں کیں۔ ان کی پہلی بیوی قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھیں۔ جن سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔ یہ مسلمان نہیں ہوئیں بلکہ علیحدگی اختیار کر کے مکہ مکرمہ میں دوسری شادی کر لی۔

دوسری بیوی قبیلہ کنانہ کی ام رومان رضی اللہ عنہا تھیں جن سے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔ تیسری شریک حیات قبیلۂ کلب کی ایک خاتون ام بکر تھیں۔ انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اسی لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی۔ چوتھی بیوی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس تھیں جن سے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ پانچویں بیوی مدنی خاندان کی حبیبہ بنت خارجہ تھیں۔ ان سے ام کلثوم رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد پیدا ہوئیں۔ خاندان حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اہم افراد کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا بنت عامر

۹ ھ میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دن ایسی خاتون کی وفات کی خبر ملی جو شمع رسالت پر پروانہ وار فدا تھیں۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خبر سن کر سخت حزن و ملال کے عالم میں ان کے جنازے پر تشریف لے گئے خود قبر میں اتارا اور پھر ارشاد فرمایا:

''جو شخص عورتوں میں حورعین کو دیکھنا چاہے وہ ام رومان رضی اللہ عنہا کو دیکھے''۔

یہ ام رومان رضی اللہ عنہا جن کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی حور قرار دیا' سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رفیقۂ حیات' حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشدامن اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ تھیں۔

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کا شمار بڑی جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق قبیلہ کنانہ کے خاندان فراس سے تھا۔ اہل سیر میں سے کسی نے ان کا اصل نام نہیں لکھا اس لیے اپنی کنیت ''ام رومان رضی اللہ عنہا'' سے مشہور ہیں۔

سلسلۂ نسب یہ ہے۔

''ام رومان رضی اللہ عنہا بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ''۔

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح (زمانہ جاہلیت میں) عبداللہ بن حارث بن سنجرہ سے ہوا اور انہی کے ساتھ مکہ آ کر سکونت پذیر ہوئیں۔ عبداللہ کے صلب سے ان کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام طفیل رکھا گیا۔ کچھ عرصہ بعد عبداللہ بن حارث نے وفات پائی اور ام رومان رضی اللہ عنہا بے سہارا رہ گئیں چونکہ عبداللہ اپنی زندگی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حلیف۔ بن گئے تھے اس لیے ان کے انتقال کے چند ماہ بعد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ام رومان رضی اللہ عنہا سے خود نکاح کر لیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صلب سے ام رومان رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو تاریخ اسلام کی نہایت درخشندہ ہستیاں ہیں۔

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے سال وفات کے بارے میں مؤرخین میں اختلاف ہے۔ کسی نے ۴ھ لکھا ہے۔ کسی نے ۵ھ اور بعض نے ۶ھ اور ۹ھ بیان کیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''اصابہ'' میں قوی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کی وفات ۹ھ سے پہلے نہیں ہوئی۔ چنانچہ جمہور اہل سیر نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور ام رومان رضی اللہ عنہا کی بہت عزت کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی تدفین کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود قبر میں اترے اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کی۔

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

کانت ام رومان رضی اللہ تعالٰی عنها امراۃ صالحۃ (ام رومان رضی اللہ عنہا بہت نیک خاتون تھیں)

۲۔حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس

اسماء رضی اللہ عنہا نام' قبیلہ خثعم سے تھیں۔ والدہ کا نام ہند (خولہ) بنت عوف تھا جو قبیلہ کنانہ سے تھیں۔ اس بنا پر ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اخیافی بہنیں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانۂ ارقم میں مقیم ہونے سے پہلے مسلمان ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف بیعت حاصل کیا۔ کم و بیش یہی زمانہ ان کے شوہر کے قبول اسلام کا ہے۔ انہوں نے اپنے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

جمادی الاول ۸ ھ میں غزوہ موتہ کے اندر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ تقریباً ٦ ماہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نکاح ثانی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پڑھا دیا۔ اس کے دو برس بعد ۱۰ ھ میں محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ اس وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حج کی غرض سے مکہ آئی تھیں۔ چونکہ محمد (بن ابی بکر رضی اللہ عنہ) ذوالحلیفہ میں پیدا ہوئے تھے' اسماء رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا میں کیا کروں؟ ارشاد ہوا نہا کر احرام باندھیں۔ ۸ ھ میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو جو صدمہ پہنچا وہ ان کے لئے قیامت سے کم نہ تھا لیکن خدا کی رضا جوئی میں وہ اپنے اس غم کو صبر و شکر سے بدل چکی تھیں۔ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات سے وہ پھر محزون و مغموم ہو گئیں اور اپنے دوسرے شوہر کا صدمہ بھی انہیں برداشت کرنا پڑا۔ جب ۱۳ ھ میں ان کے شوہر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا تو انہوں نے وصیت کی تھی کہ میری بیوی مجھے غسل دیں۔ چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کو غسل دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ان کے صاحبزادے محمد کی عمر تقریباً تین سال کی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی اپنی والدہ کے ساتھ آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آغوش عاطفت میں فخر تربیت حاصل کیا۔ ۴۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی اور ان کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے تین نکاح کئے چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے محمد، عبداللہ اور عون، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محمد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یحییٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصیبت اور تکلیف میں پڑھنے کے لئے ان کو ایک دعا بتائی تھی۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے بچوں کو دبلا دیکھا تو پوچھا کہ یہ اس قدر دبلے کیوں ہیں؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا ان کو نظر بہت لگتی ہے۔ فرمایا: تو تم جھاڑ پھونک کرو۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ایک منتر یاد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنایا، فرمایا یہی سہی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو خواب کی تعبیر میں دخل تھا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اکثر ان سے خوابوں کی تعبیر پوچھتے تھے۔

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے

۱۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت میں ہجرت کے مبارک سفر کا آغاز فرمایا تو پہلے تین شب و روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار ثور میں تشریف فرما رہے۔ اس دوران ہر روز جب شب کا اندھیرا گہرا ہو جاتا تو کسرتی بدن کے ایک خوبرو نوجوان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قریش مکہ کی دن بھر کی تمام کارروائیوں سے آپ کو مطلع کرتے اور پھر وہیں غار میں پڑے رہتے۔ آخر شب میں چپکے سے اٹھتے اور مکہ جا کر قریش میں گھل مل جاتے۔ یہ ایسا نازک موقع تھا کہ اگر مشرکین مکہ کو

اس نوجوان پر مخبری کا ذرا سا شبہ بھی ہو جاتا تو شاید وہ ان کو زندہ نہ چھوڑتے۔ یہ سعادت مند نوجوان جنہوں نے ہجرت کے موقع پر اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر سرور عالم ﷺ کی اعانت و خدمت کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لخت جگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ (طالب ہاشمی) حضرت عبداللہ بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ذات النطاقین حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برادر حقیقی تھے۔ ماں کا نام قتیلہ (مصغر) بنت عبدالعزیٰ تھا جو قبیلہ بنی عامر بن لوی سے تھیں۔ وہ اسلام سے مشرف نہیں ہوئیں اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی تھی۔ اہل سیر نے حضرت عبداللہ کے سال ولادت کی تصریح نہیں کی لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ہجرت نبوی ﷺ کے وقت وہ نوجوان تھے اور شرف اسلام سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ اوائل بعثت ہی میں بادۂ توحید سے مخمور ہو گئے اور یوں ''سابقون الاولون'' کی مقدس جماعت میں شمار ہوئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی جلیل القدر صحابی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ عاتکہ رضی اللہ عنہا بنت زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی تھی وہ شرف صحابیت سے بہرہ ور تھیں اور نہایت حسین وجمیل اور عاقلہ وفاضلہ خاتون تھیں۔ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے عشق میں جہاد تک کو ترک کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے ترک جہاد سے سخت آزردہ تھے۔ چونکہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جہاد پر جانے پر مجبور نہیں کیا تھا اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ عاتکہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں پہلے تو وہ کچھ عرصہ ٹالتے رہے لیکن جب والد ماجد کی طرف سے سخت اصرار ہوا تو انہوں نے اطاعت والدین کے حکم الٰہی کے مطابق طلاق دے دی اور یہ اشعار کہے (ترجمہ اشعار)

☆ اے عاتکہ جب تک سورج چمکتا اور قمری بولتی رہے گی میں تجھے نہ بھولوں گا۔

☆ اے عاتکہ میرا دل شب و روز بصد ہزار تمنا و شوق تجھ سے لگا ہوا ہے۔

☆ مجھ جیسے آدمی نے اس جیسی خاتون کو کبھی طلاق نہ دی ہوگی اور نہ اس جیسی خاتون کو بغیر گناہ طلاق دی جاتی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے رقیق القلب تھے وہ ان اشعار سے بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو رجعت کرنے کی اجازت دے دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ (۸ ھ رمضان) سے کچھ پہلے کا ہے کیونکہ کئی ارباب سیر نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ اور حنین و طائف کے غزوات میں شرکت کی۔

طائف کے محاصرے کے دوران ایک دن وہ دشمن کی طرف سے آنیوالے ایک تیر سے سخت زخمی ہو گئے (کہا جاتا ہے کہ یہ تیر ابومحجن ثقفی نے چلایا تھا) اگرچہ یہ زخم بظاہر مندمل ہو گیا لیکن تیر کا زہر اندر ہی اندر کام کرتا رہا۔ چنانچہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے کچھ عرصہ بعد شوال ۱۱ ھ میں زخم عود کر آیا اور اسی کے صدمہ سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ انہوں نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبیداللہ قبر میں اترے اور ظہر کی نماز کے بعد خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لخت جگر کو سپرد خاک کر دیا۔ بعض اہل سیر نے انہیں شہدائے طائف میں شمار کیا ہے۔

☆ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو اپنے محبوب خاوند کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا اور انہوں نے ایک پردرد مرثیہ کہا جس کے کچھ اشعار یہ ہیں (ترجمہ)

☆ ''قسم کھا کر کہتی ہوں کہ تیرے غم میں میری آنکھ روئے گی اور میرا جسم غبار آلود رہے گا۔

☆ زہے قسمت اس آنکھ کی جس نے تجھ سا جنگجو اور ثابت قدم جوان دیکھا۔

☆ اس پر تیر برستے تو ان کی بوچھاڑ میں گھستا ہوا وہ اس وقت تک موت کی طرف چلتا رہتا جب تک کہ خون کی ندیاں نہ بہا لیتا۔

۲۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

پہلی صدی ہجری کے چھٹے عشرے کے ایک موسم حج کا ذکر ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج بیت اللہ کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ آئیں۔ اپنے قیام مکہ کے دوران وہ ایک دن قبرستان تشریف لے گئیں۔ جونہی ایک قبر کے ایک قریب پہنچیں، جوش گریہ سے بے تاب ہو گئیں اور زار زار رونے لگیں۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ اشعار جاری ہو گئے۔ (ترجمہ اشعار)

☆ ''ہم دونوں جذیمہ (بادشاہ) کے مصاحبوں کی طرح مدت سے ایک ساتھ رہے یہاں تک کہ لوگ کہنے لگے یہ اب ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔

☆ پھر جب ہم جدا ہو گئے تو گویا میں نے اور مالک نے عرصہ رفاقت کی درازی کے باوجود ایک رات بھی ساتھ نہیں گزاری''۔

پھر وہ رقت انگیز لہجے میں فرمانے لگیں۔ ''اے صاحب قبر! جب تم اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر رہے تھے اگر اس وقت میں تمہارے پاس موجود ہوتی تو واللہ اس قدر نہ روتی اور تمہیں اسی جگہ سپرد خاک کرتی، جہاں تم نے وفات پائی تھی''۔

☆ یہ صاحب قبر جن کی یاد نے امت کی جلیل القدر ماں صدیقہ حمیرا رضی اللہ عنہا بنت الصدیق رضی اللہ عنہ کو بے قرار کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ام المومنین کے حقیقی برادر بزرگ اور ایک حق کے سرفروش سپاہی۔ (طالب ہاشمی)

سیدنا ابوعبداللہ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے حسب و نسب کے لئے یہی شرف کافی ہے کہ وہ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند تھے۔ والدہ کا نام ام رومان رضی اللہ عنہا تھا جو جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی انہی کے بطن سے تھیں۔ اس لحاظ سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور ام المومنین رضی اللہ عنہا حقیقی بہن بھائی تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سبقت فی الاسلام سے سعادت اندوز نہ ہو سکے اور صلح حدیبیہ تک کفر و شرک کی بھول بھلیوں میں بھٹکتے رہے۔ صلح حدیبیہ (ذی قعدہ ۶ ھ) کے

موقع پر ان کے نہاں خانۂ دل سے کفر و شرک کا رنگ یکسر کافور ہو گیا اور وہ مشرف بہ اسلام ہو کر حق کے ایک جانباز سپاہی بن گئے۔ اپنے فرزند اکبر کے قبول اسلام سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کمال درجے کی مسرت ہوئی۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس مدینہ منورہ بلا لیا اور اپنا ذاتی کاروبار اور گھر کا سارا انتظام ان کے سپرد کر دیا۔ وہ یہ تمام امور بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے تھے اور والد گرامی کی مرضی و منشاء کو ہر معاملے میں پوری طرح ملحوظ رکھتے تھے۔

☆ جنگ یمامہ میں انہوں نے کمال ہی کر دکھایا۔ دشمن کے سات بڑے بڑے جنگی افسروں کو تنہا انہوں نے اپنے تیر کا نشانہ بنا کر ختم کر دیا تھا۔ اسی طرح قلعہ یمامہ کی دیوار میں ایک شگاف تھا' مسلمان اس کے ذریعے سے اندر داخل ہونا چاہتے تھے لیکن محکم بن طفیل نام کا ایک سردار اس کی حفاظت کر رہا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے تاک اس کے سینے میں ایسا تیر مارا کہ تڑپ کر خاک کا ڈھیر بن گیا۔ مسلمان قلعہ میں داخل ہو گئے۔ قیاس غالب ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ۵۶ ھ اور ۵۸ ھ کے درمیانی عرصے میں کسی وقت وفات پائی۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں دو لڑکوں اور دو لڑکیوں کے نام ملتے ہیں۔ لڑکوں کے نام ابو عتیق محمد رضی اللہ عنہ اور عبداللہ تھے اور لڑکیوں کے حفصہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا یہ سب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آغوش تربیت کے پروردہ تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے بیٹے ابو عتیق محمد رضی اللہ عنہ بھی شرف صحابیت سے بہرہ ور ہوئے گویا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے گھر میں چار نسلیں صحابی تھیں یعنی ان کے دادا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ' والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ خود اور ان کے فرزند ابو عتیق محمد رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے صحیفۂ اخلاق میں شجاعت و بسالت' شوق جہاد اور حق گوئی و بے باکی سب سے نمایاں ابواب ہیں۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن المسیب سے مروی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

سیدنا حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بلاشبہ خاصی تاخیر سے اسلام قبول کیا تھا لیکن

سعادت اندوز اسلام ہونے کے بعد انہوں نے اپنے اخلاص عمل سے گزشتہ دور حیات کی تلافی کر دی یہاں تک کہ بارگاہ رسالت ﷺ میں تقرب حاصل کر لیا۔ یہی سبب تھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان سے بے پناہ محبت کرتی تھیں اور ان کو صرف برادر بزرگ کی حیثیت نہیں دیتی تھیں بلکہ حضور اکرم ﷺ کا ایک جاں نثار اور اسلام کا ایک سرفروش مجاہد سمجھ کر بھی ان کی بے حد تکریم کرتی تھیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

☆ شجاعت و بسالت حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اپنے جلیل القدر والد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ورثے میں ملی تھی۔ وہی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنہیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی بے جگری اور دلاوری کی بنا پر ''اشجع الناس'' کا لقب دیا تھا۔

۳۔محمد بن سیّدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

یہ اولاد میں سب سے چھوٹے تھے۔ حجۃ الوداع کے سال ماہ ذی قعدہ کے اواخر میں بمقام ذوالحلیفہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ان کے ایک بیٹے کا نام قاسم تھا۔ اسی نسبت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی کنیت ابوالقاسم رکھ دی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب ان کی والدہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی تو اس تقرب سے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو آغوشِ مرتضوی رضی اللہ عنہ میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہٗ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون ناحق کے دھبوں سے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا دامن بھی پاک نہیں۔ لیکن حافظ ابن عبدالبر نے اس کی تردید کی ہے اور لکھا ہے: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا دامن ذرا بھی تر نہیں ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا: ''محمد! اگر تیرا باپ تجھ کو اس حالت میں دیکھتا تو ہرگز اسے پسند نہیں کرتا تو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ فوراً باہر نکل گئے۔

آپ کی وفات نہایت اندوہناک طریقے پر ہوئی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے

۳۷ ھ میں مصر کا والی بنا کر بھیجا تھا۔ جب یہ مصر پہنچے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کر دیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ شکست کھا گئے اور سپرد تیغ کر دیئے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی تو بے حد ملال ہوا اور ان کے بیٹے قاسم رضی اللہ عنہ کو خود اپنی تربیت میں لے لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہی تربیت کا یہ اثر تھا کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا شمار اپنے عہد کے ''فقہائے سبعہ'' میں ہوتا ہے۔ جن کے علم و فضل کی دھاک چار دانگ عالم میں بیٹھی ہوئی تھی اور ان کے منہ سے نکلی ہوئی بات ہر مسلمان کے لئے باعث اطمینان تھی۔

☆ سیّدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیاں ☆

☆ ۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

دنیا کی تاریخ میں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے آدمی تسلیم کیے جاتے ہیں، اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تاریخی لحاظ سے سب سے بڑی عورت ہیں اور جس طرح ان کے محترم شوہر نے دنیا میں ایک سچا مذہب پھیلا کر بہت بڑا احسان کیا ہے اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کی تعلیمات شائع کر کے امت کو مرہون منت کیا ہے۔'' چنانچہ بعض محدثین کا قول ہے کہ اگر حضرت عائشہ نہ ہوتیں تو نصف علم دین ضائع ہو جاتا''۔ ان کی عقلمندی، صداقت، ذہانت، صورت، سیرت، نیکی اور بہت سے اوصاف اسی قابل تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی بہترین بیوی شمار کرتے۔

☆ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئے چار برس کا عرصہ گزرا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس دنیا میں تشریف لائیں۔ آپ کا اسم گرامی عائشہ، کنیت ام عبداللہ اور لقب حمیرا اور صدیقہ تھا۔ چونکہ آپ کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی اسی لیے اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی کنیت سے بلائی جاتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بال سرخ تھے اسی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اکثر (سرخ بالوں والی) کہہ کر بلایا کرتے تھے۔ بعد میں یہی آپ رضی اللہ عنہا کا لقب (حمیرا) ہو گیا۔

☆ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تمام امہات المومنین اور صحابیات میں جو اعلیٰ و ارفع مقام حاصل ہے اسے احاطۂ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ دنیائے اسلام کی تمام خواتین میں فضائل و مناقب کے لحاظ سے کوئی آپ کا ثانی نہیں ہے حتیٰ کہ بارہا آپ کی شان میں قرآنی آیات نازل ہوئیں اور نزول وحی کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں سلام پیش کرتے تھے۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشارت دی تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی ہوں گی۔ یہ ایسے فضائل ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی خاتون کو حاصل نہیں ہیں۔ (تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''تذکرہ قرآنی خواتین'' ملاحظہ فرمائیں)۔ اتنی کم عمری اور ناپختگی میں اس قدر بلند و بالا مقام پانا خوش بختی کی علامت نہیں تو اور کیا ہے۔

☆ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی علمی مشکل درپیش آتی تو ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم سے استفادہ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ زنانہ معاشرت کے اکثر مسائل آپ رضی اللہ عنہا حل کرتی تھیں اور خواتین میں تبلیغ و تعلیم کا کام بھی جاری رکھتیں۔ اگر کسی کو خلاف اسلام یا خلاف شرع فعل کرتے دیکھتیں تو فوراً ٹوک دیتیں۔

☆ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو تمام کھانوں پر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں کہ مجھ کو چند خصوصیتیں حاصل ہیں جو ازواج مطہرات میں سے کسی اور کو حاصل نہیں ہیں اور ان خصوصیات پر میں فخر کرتی ہوں۔

☆ پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے میرے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں کیا۔

☆ دوسری یہ کہ میری برأت (بے گناہی) آسمان سے نازل ہوئی۔

☆ تیسری یہ کہ میں ہی صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ بی بی ہوں جس کے ماں باپ

دونوں مہاجر ہیں۔

☆ چوتھی یہ کہ میرے ہی حجرے میں جبکہ آپ ﷺ کا سر مبارک میری آغوش میں تھا' آپ ﷺ نے وصال فرمایا۔

☆ پانچویں یہ کہ آپ ﷺ میرے ہی حجرے میں دفن ہوئے۔

☆ پیر کی رات عشاء کے وقت ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ میں ۶۶ سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور اسی شب کو جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ شاید اس قدر ہجوم مدینے میں کسی رات کو نہ ہوا ہوگا۔ تمام لوگ بوڑھے' جوان' مرد' عورت اور بچے سب جمع تھے۔ ہزارہا مشعلیں جل رہی تھیں۔ رات ہونے کی وجہ سے اور نیز ان کی اس عظمت اور محبت کی کشش سے جو مدینے کی عورتوں کے دلوں میں تھی' تمام عورتیں جمع تھیں اور ایک عجیب وغریب کہرام مچا ہوا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی وفات کے موقع پر ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا یوں رطب اللسان ہوتی ہیں۔

''خدا رحمت کرے اس عورت پر جو رسول اکرم ﷺ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ عزیز تھیں''۔

☆ ۲۔حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سوتیلی بہن ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام قتیلہ تھا۔ جن کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں ہی طلاق دے دی تھی۔ آپ ہجرت سے تقریباً 27 برس قبل پیدا ہوئیں۔ آپ کی پیدائش کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عمر بیس سال کی تھی۔ چونکہ اسلام لانے والوں میں آپ کا سترہواں نمبر ہے اس لیے آپ کا شمار ''سابقون الاولون'' میں ہوتا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت رسول اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن العوام سے ہوئی تھی۔ آپ کے پانچ صاحبزادے (عبداللہ' عروہ' منذر' عاصم اور مہاجر) اور تین

صاحبزادیاں (خدیجۃ الکبریٰ، ام الحسن اور عائشہ) ہیں۔ جب حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے والد ماجد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر پیغمبر اسلام کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کی تو حضرت زید کو اور اپنے صاحبزادے عبداللہ کو اپنے اہل وعیال لانے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ مدینہ ہجرت کی۔ ہجرت کے دوران قبا کے مقام پر آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش ہجرت کے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلی پیدائش ہے۔

☆ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رفیق نبوت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوران ہجرت تین روز تک غار ثور میں قیام کیا تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے مستقل وہاں آپ کے خورد ونوش کا انتظام کیا۔ آپ رات کی تاریکی میں گھر سے کچھ لے کر نکلتیں اور راہ حق کے مسافروں کی خدمت میں پیش کر آتیں۔

☆ ایک مرتبہ اسی طرح خوراک لے کر جا رہی تھیں کہ اس کے باندھنے کا مسئلہ پیش آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً اپنا نطاق (کمر بند) (ایک رومال جس کو عرب عورتیں قمیض کے اوپر کمر پر باندھتی تھیں) کھول کر اس کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک سے دسترخوان کا منہ باندھا اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ باندھا۔ اسی دن دربار نبوت سے ان کو ''ذات النطاقین'' کا لقب ملا اور یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں آپ رضی اللہ عنہ کو ''ذات النطاقین'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

☆ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عشق کامل اور ہر کام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقتداء حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی سرشت میں داخل تھا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی چھوٹی بہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جُبّہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس کو لے لیا اور تادم واپسیں اپنے پاس رکھا جب کوئی بیمار ہو جاتا تو تریاق کے طور پر اس کو دھو کر اس کا پانی پلاتیں۔ اللہ تعالیٰ اس مریض کو اس پانی کی برکت سے شفا عطا کر دیتا تھا۔ سبحان

اللہ!

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اپنی خالص نجی زندگی میں بھی مختلف النوع مسائل کی توجیہہ اور ان کا حل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں تلاش کرتی تھیں ان کے تقدس کا عام چرچا تھا لوگ ان سے دعا کراتے تھے۔''ابن ابی ملیکہ کا بیان ہے کہ ان کے سر میں درد ہوتا تو سر پکڑ کر کہتیں' یہ میرا گناہ ہے اور جو گناہ خدا معاف کرتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو فیاض نہیں دیکھا۔''

☆ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ۷۳ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔اس وقت ان کی عمر ۱۰۰ سال کی تھی۔

☆بارگاہِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں مولا علی رضی اللہ عنہ کا ہدیہ عقیدت☆

حضرت اسید بن صفوان رضی اللہ عنہ جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں روایت کرتے ہیں:

''جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رحلت فرمائی تو آپ رضی اللہ عنہ کے جسدِ اطہر پر ایک چادر ڈال دی گئی اور مدینہ طیبہ کی فضا نالۂ فغاں سے لرز اُٹھی۔ لوگوں پر وہی دہشت طاری ہو گئی۔ جو سرورِ کائنات، جانِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانحۂ ارتحال پر طاری ہوئی تھی۔ سیّدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تیزی سے قدم اُٹھاتے ہوئے، آنسوؤں کا مینہ برساتے ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کا ورد کرتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے صد حیف! آج نبوت کی خلافت ختم ہو گئی۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اس مکان کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے جس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جسد اطہر رکھا ہوا تھا اور یوں بارگاہِ صدیقی رضی اللہ عنہ میں زبانِ فصاحت سے ہدیہ عقیدت و محبت پیش کیا''۔

''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے۔ آپ ساری قوم سے پہلے اسلام لے آئے، آپ رضی اللہ عنہ کا ایمان سراپا خلوص تھا۔ آپ یقین میں سب سے زیادہ تھے۔ غنیٰ میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا اور اسلام کے بارے میں آپ سے زیادہ تیز تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں آپ بے حد محتاط تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ تیز تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں

آپ بے حد محتاط تھے اور حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں آپ بہت امین تھے۔ صحبت اور سنگت کے لحاظ سے سب سے بہترین تھے۔ آپ کے مناقب سب سے بڑے تھے۔ نیکیوں میں آپ سب پر سبقت لے جانے والے تھے۔ آپ کا درجہ سب سے بلند تھا اور اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول اللہ ﷺ کے آپ سب سے زیادہ قریب تھے۔ سیرت، صورت، خلق و کردار میں آپ حضور اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ قریب تھے۔ سیرت، صورت ، خلق و کردار میں آپ حضور اکرم ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے، بارگاہِ رسالت میں آپ کی قدر ومنزلت بڑی عظیم تھی۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی نگاہوں میں آپ سب سے زیادہ قابلِ اعتماد تھے۔

☆ پس اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی طرف سے، اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی طرف سے تمام فرزندانِ اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

☆ آپ نے اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب ﷺ کی اس وقت تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا پس نبی کریم ﷺ نے آپ کا نام صدیق رکھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جاء بالصدق'' یعنی محمدًا (ﷺ) وصدق بہٖ'' یعنی ''ابوبکر'' حضور سرور کائنات ﷺ صدق لے کر آئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کی۔

جب لوگوں نے بخل سے کام لیا تو آپ نے دل کھول کر اعانت کی۔ جب لوگ لاتعلق ہو کر الگ بیٹھے تھے آپ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔ مشکل وقت میں بھی آپ نے محبت کا حق ادا کیا۔ غار اور منزل میں آپ دو میں سے دوسرے تھے۔ ہجرت اور دیگر مشکل مقامات پر آپ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے رفیق تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے بعد، حضور ﷺ کی اُمت میں حضور ﷺ کی نیابت کا حق ادا کر دیا۔ جب لوگ دین سے مرتد ہونے لگے تو آپ دین کا جھنڈا

لے کر یوں مردانہ وار کھڑے ہوئے کہ آپ سے پہلے کسی نبی کا خلیفہ یوں کھڑا نہیں ہوا تھا۔ جب دوسرے ساتھیوں نے کمزوری دکھائی تو آپ رضی اللہ عنہ قوی ثابت ہوئے۔ جب اُنہوں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا تو آپ میدان میں نکل آئے۔ جب اُنہوں نے سستی کا اظہار کیا تو آپ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برحق خلیفہ تھے۔ منافقین کی ریشہ دوانیوں، حاسدوں کی طعنہ زنیوں، فاسقوں کی ناپسندیدگی اور کافروں کے غیظ و غضب کے باوجود آپ کی ہستی ہر نزاع سے بالا تر تھی۔ آپ تکمیل حکم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ جب لوگوں نے بزدلی دکھائی، آپ اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ جب لوگ ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے۔ جب انہوں نے آپ کی پیروی کی تو انہیں ہدایت نصیب ہوئی۔ آپ کی آواز ان سب سے دھیمی تھی۔ آپ کی گفتگو مختصر لیکن پُر مغز ہوتی تھی۔ اور اثر میں سب سے زیادہ بلند تھی۔ آپ کا یقین سب سے زیادہ پختہ، آپ کا دل سب سے بہادر۔ آپ کی عقل سب سے زیادہ معاملہ فہم اور سب سے زیادہ سمجھنے والی تھی، بخدا آپ دین کے سب سے بڑے راہنما تھے۔ اُس وقت بھی جب لوگ دین سے ہٹے ہوئے تھے اور بعد میں بھی جب ان کی تعداد قلیل تھی۔ آپ مومنوں کے لئے مہربان باپ تھے۔ وہ سب آپ کے بال بچے تھے۔ آپ نے ان کے وہ بوجھ اُٹھائے جنہیں اُٹھانے سے وہ عاجز تھے۔ جو چیزیں اُنہوں نے ضائع کیں آپ نے ان کی حفاظت کی۔ جن چیزوں کو انہوں نے نظر انداز کیا، آپ نے ان کا لحاظ رکھا۔ جب انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو آپ نے ان کے خلاف جہاد کے لئے کمر باندھ لی۔ جب وہ گھبرا گئے تو آپ نے صبر کا دامن تھامے رکھا۔ جس انتقام کا انہوں نے مطالبہ کیا آپ نے اُسے پورا کیا۔ آپ کے طفیل انہیں وہ سعادتیں نصیب ہوئیں جن کا ان کو گمان بھی نہ تھا۔ آپ کافروں کے لئے سخت عذاب تھے اور مومنوں کے لئے موسلا دھار بارش اور زرخیزی۔ آپ ساری فضیلتیں لے گئے۔ آپ نے ساری نیکیاں سمیٹ لیں۔ کبھی آپ کی دلیل کند

نہیں ہوئی۔ آپ کی بصیرت میں کبھی ضعف نہیں آیا۔ آپ کے نفس نے نہ بزدلی دکھائی۔ اور نہ خیانت کی۔ آپ پہاڑ کی مانند تھے جسے تند و تیز جھکڑ جنبش نہ دے سکے۔اور زلزلے اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے۔ آپ اس طرح تھے جس طرح نبی کریم ﷺ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

''اے ابوبکر تو اپنی محبت اور میرے لئے اپنا مال خرچ کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والا ہے۔ نیز جس طرح اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! تو بدن میں تو کمزور ہے لیکن اللہ کے دین میں طاقتور ہے۔ اپنے نفس میں تواضع کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی جناب میں تیری شان بلند ہے زمین میں تو بڑا ہے اور مومنوں کی نگاہوں میں تو جلیل القدر ہے تجھ پر کوئی زبانِ طعن دراز نہیں کر سکتا۔ اے ابوبکر! آپ کسی کی طرفداری نہیں کرتے تھے۔ ہر کمزور آپ کے نزدیک قوی اور طاقتور ہوتا تھا۔ جب تک اس کا حق اس کو لے کر نہ دیتے اور طاقتور آپ کی نگاہوں میں کمزور ہوتا تھا یہاں تک کہ آپ اس سے حق لے لیتے اس معاملہ میں قریب اور بعید، آپ کے نزدیک یکساں تھے۔ آپ سراپا حق و صداقت تھے آپ کا قول حکمت سے لبریز اور اٹل ہوا کرتا تھا اور آپ کا فیصلہ غنیمت اور عزیمت ہوتا۔ آپ نے اسلام کی بنیادوں کو مستحکم کر دیا۔ اللہ کی قسم! آپ سب سے آگے نکل گئے آپ نے اپنے پیچھے آنے والوں کو سخت درماندہ کر دیا۔ آپ خیر و برکت کے ساتھ کامیاب ہوئے۔ آپ آہ و فغاں سے بالا تر ہیں۔ آپ کی مصیبت اہلِ آسماں میں بہت بڑی ہے۔ آپ کی رحلت کے غم نے لوگوں کو ہلا ڈالا ہے۔ خدا کی قسم! حضور اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد جیسی تکلیف آج پہنچی ہے، مسلمانوں کو پھر نہیں پہنچے گی۔ آپ مسلمانوں کے لئے ایک مضبوط قلعہ اور مونسِ جاں تھے۔ آپ منافقین پر سخت غیظ و غضب تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ملائے اور ہمیں آپ کے اجر سے محروم نہ کرے اور آپ کے بعد ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھے! انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۳۶۶-۳۶۷)

☆☆☆☆☆

کون ابوبکر رضی اللہ عنہ............؟ جو:

ذات میں بھی اول ہے اور صفات میں بھی اول
درجات میں بھی اول ہے اور حسنات میں بھی اول
خدمات میں بھی اول ہے اور خیرات میں بھی اول
صدقات میں بھی اول ہے اور ہر بات میں بھی اول
جو مشاہدہ غار میں بھی اول ہے اور مشاہدہ یار میں بھی اول

(البیان۔ علامہ سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ)

علامہ شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالی لکھتے ہیں:

''اُمت محمد یہ میں جتنے لوگ خیرات و حسنات کو حاصل کرنے والے ہیں ابوبکر ان سب میں پہلے ہیں، ایمان سب سے پہلے لائے، تبلیغ سب سے پہلے کی، دین کی نصرت میں سب پر سبقت کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں اور بعد از وصال مسلمانوں کی امامت اور قیادت کرنے والوں میں سب سے مقدم ہیں۔ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قرب حاصل کرنے میں سابق، حشر میں سب سے پہلے، دخول جنت میں سب پر مقدم، الغرض دنیا ہو یا برزخ، میدان محشر ہو یا جنت سیّدنا ابوبکر ہر جگہ اُمت میں سب سے آگے نظر آتے ہیں''۔

(مقالات سعیدی، علامہ غلام رسول سعیدی ص ۱۸۸)

☆حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تصوف میں بلند مرتبہ و مقام☆

☆ تصوف میں صوفیاء کرام کی سب سے بڑی سند حضور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ بلا شبہ صوفی ہونے کی شان صفا تو صرف آپ ہی کا خاصہ تھی اس لئے کہ صفا حقیقی کے لئے ایک اصل اور ایک فرع ہے۔ ''اصل تو دل کا ماسوا اللہ تعالیٰ سے منقطع ہونا ہے'' اور

''فرغ دل کا دنیا کی محبت سے خالی کر دینا''۔ اور یہ دونوں صفات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں تھیں۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہی وہ ہستی ہے جسے امامِ اہل طریقت اور مقتداء اہل تصوف کہا جائے۔ یہی وہ پاک باطن تھے کہ جن کا قلب اغیار سے اس قدر صاف تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی آپ کی ہستی کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ کرام آپ کو پیشوا اہل مشاہدہ مانتے ہیں جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کی سخت گیری کے باعث پیشواء مجاہدین مانتے ہیں۔

☆ احادیث مبارکہ میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے وقت نماز میں قرآن حکیم آہستہ آواز میں تلاوت فرماتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تو قرآن حکیم بلند آواز سے پڑھتے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ آہستہ آواز میں تلاوت کیوں کرتے ہیں؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لیے آہستہ پڑھتا ہوں کہ ''میں جانتا ہوں کہ جس کی مناجات کر رہا ہوں وہ مجھ سے غائب نہیں'' اور اس کی سماعت ایسی ہے کہ اس کے لئے دور و نزدیک اور آہستہ پڑھنا یا بلند آواز سے پڑھنا برابر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو عرض کیا کہ ''میں سوتے ہوئے لوگوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں''۔

یہ شانِ مجاہدات کا مظاہرہ تھا اور وہ شان مشاہدات کا اور یہ امر ظاہر ہے کہ مشاہدہ کے اندر مجاہدہ اور اس طرح ہے جیسے قطرہ دریا کے اندر۔ اور یہی وجہ تھی کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ھل انت الا حسنة من حسنات ابی بکر''۔

''عمر! تم ابوبکر کی بھلائیوں میں سے ایک حصہ میں ہو''۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی جلیل القدر ہستی جن سے عزت و وقار اسلام ترقی پر آیا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ایک حصہ بھلائی کے مالک ہیں تو غور کیجئے کہ دنیا کے لوگ آپ کے مقابلہ میں کس درجہ پر ہوں گے۔

پھر باوجود اس شان کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"دارنا فانية واحوالنا عارية وانفاسنا معدودة وكسلنا موجودة" .

"ہمارا گھر فانی ہے ہمارے حالات پرانے ہیں اور ہمارے سانس گنتی کے ہیں اور ہماری سستی بدستور موجود ہے"۔

آپ رضی اللہ عنہ اپنی دعاؤں میں فرماتے ہیں:

"اللهم ابسط لى الدنيا وزهدنى فيها" .

"اے اللہ میرے لئے دنیا وسیع فرما دے اور مجھے دنیا سے زہد میں رکھ" (یعنی میں زاہد دنیا بن جاؤں)

یعنی جب مجھ پر دنیا وسیع ہو جائے تو مجھے اس کی آفات سے محفوظ رکھ۔ مقصد یہ ہے کہ یعنی پہلے مال عطا فرما تا کہ اس کا شکر ادا کروں پھر ایسی توفیق عطا فرما کہ تیرے لئے اس سے ہاتھ کھینچ لوں اور اس سے مستغنی ہو کر منہ پھیر لوں تا کہ مجھے شکر گزاری اور انفاق فی سبیل اللہ کا درجہ حاصل ہو جائے اور درجۂ صبر بھی اس قدر عطا فرما کہ فقر کی حالت میں مضطر نہ ہو جاؤں تا کہ میرا فقر اختیاری ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہستی مبارک وہ ہستی ہے کہ آپ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں آپ سے آگے بڑھ کر قدم اُٹھانا کسی کو روا نہیں اور اختیار فقر پر اضطراری فقر کو مقدم کرنا کسی طرح صحیح نہیں اور تمام مشائخ صوفیاء کرام اس مذہب پر ہیں اس کی دلیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول وفرمان سے ہوتی ہے جسے زہری نے روایت کیا ہے۔ کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت کے لئے لوگوں سے بیعت لی تو آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور خطبہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کی قسم! میں اس خلافت و امارت کا حریص نہیں ہوں اور نہ تھا اور کسی رات دن میں اس کی خواہش میرے دل میں نہیں ہوئی اور میری رغبت اس کی طرف نہیں اور نہ میں نے کبھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خفیہ و علانیہ اس

کے لئے دعا کی اور مجھے اس میں کوئی راحت وخوشی نہیں"۔

بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندہ صادق کو کمال صدق پر پہنچا دیتا ہے اور درجہ تمکین کے ساتھ معزز و ممتاز بنا دیتا ہے تو وہ کسی معاملہ کو اپنے اختیار میں نہیں رکھتا بلکہ منتظر ہوتا ہے کہ بارگاہِ الٰہی کی طرف سے کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ پھر حکم وارد و صادر ہوتا ہے کہ فقیر بن کر رہ تو فقیری کو پسند کر لیتا ہے اور حکم آتا ہے امارت پر متمکن ہو تو امیر بن جاتا ہے کسی معاملہ میں اسے اپنے اختیارات کا تصرف و اختیار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' کہ آپ نے ابتدا میں بھی تسلیم ہی اختیار فرمائی اور انتہا تک اسی تسلیم و رضا کے محور پر رہے چنانچہ تسلیم و رضا کے مسئلہ پر جتنے بعد میں ہوئے سب کے سب آپ کو اپنا امام و پیشوا مانتے چلے آرہے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ تمام ارباب تسلیم و رضا کے امام اور اہلِ طریقت کے پیشوا خاص ہیں"۔ (کشف المحجوب اُردو ترجمہ)

☆ حضرت واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے پہلے تصوف کا بھید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک نے اشارۃ فاش کیا۔ جس سے اہل فہم و دانش نے لطائف اخذ کئے اور وہ بھید یہ تھا کہ جب آپ اپنی وہ تمام مملوکات سے دستبردار ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے اللہ کا نام لیا اور پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور حقائق تفرید میں اہلِ توحید کے لئے یہ ایک عظیم الشان اشارہ ہے اس کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور بھی شرئط سے اشارات ہیں جن سے مزید دیگر لطائف نکلتے ہیں جو اہل طریقت اچھی طرح جانتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں علامہ ابونصر اللہ ابن علی السراج الطوسی "کتاب اللمع" میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ اقدس میں اور بھی بہت سے معانی جمع ہو گئے تھے جن کے ساتھ اہل حقیقت اور اربابِ قلوب نے تمسک کیا ہے لیکن اگر ہم ان سب کو بیان کریں تو کتاب میں طوالت پیدا ہو جائے

گی“۔

مثلاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے توکل کا یہ حال تھا کہ تمام مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا اور فرمایا کہ اہل وعیال کے لئے میں نے صرف اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ دیا ہے۔ ورع وتقویٰ کی یہ حالت تھی کہ جب ایک مرتبہ اپنے غلام کے ہاتھ سے چیز کھائی اور یہ معلوم کر کے کہ وہ مشتبہ تھی تو حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی۔ احتیاط کی یہ کیفیت تھی کہ آپ اول شب میں وتر ادا کرتے تھے کہ کہیں سو نہ جائیں۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آخر شب میں ادا کرتے تھے۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معلوم ہونے پر فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے احتیاط کو پیشِ نظر رکھا اور عمر رضی اللہ عنہ نے قوت کو۔ کفِ لسان کا اس قدر خیال تھا کہ ایک مرتبہ اپنی زبان پکڑ کر کھینچ رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پاس سے گزرے اور آپ رضی اللہ عنہ کو منع فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی وہ چیز ہے جس نے مجھے مصیبتوں میں گرفتار کر رکھا ہے“۔

(ازالۃ الخفاء، کتاب اللمع بحوالہ سیرت خلفائے راشدین)

☆ ابوجعفر کا قول ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبریل کی سرگوشی سنا کرتے تھے گو انہیں دیکھ نہ سکتے تھے۔

☆ محمد بن زبیر کا بیان ہے کہ میں نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ بعض لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہو گئے ہیں آپ میری تسکین فرما دیجئے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو خلیفہ بنا دیا تھا؟ یہ سن کر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ غصہ سے بھر گئے اور فرماتے لگے کیا تمہیں اس میں شک ہے واللہ خدا ہی نے ان کو خلیفہ بنا دیا تھا اور کیوں نہ بناتا وہ سب سے زیادہ عالم تھے۔ ان کے دل میں سب سے بڑھ کر خوف خدا تھا۔ وہ خلیفہ بنائے جاتے یا نہ بنائے جاتے وہ تا وفات اسی حالت میں رہتے۔

☆یارِ غار رضی اللہ عنہ............اپنوں کی نظر میں☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب اور کمالات ومحاسن بے حد وحساب ہیں دوسرے محاسن ومحامد سے قطع نظر، چند مقدس اور ممتاز ہستیوں کی آراء پیش خدمت ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ:

ہم صرف اس بات سے جوش میں آ گئے کہ ہمیں سقیفہ کے مشورہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ ورنہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے لئے سب لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ بلاشبہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یارِ غار ہیں اور یقیناً ہم ان کے شرف اور ان کی بزرگی کو جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مقدسہ میں انہیں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ (مغازی۔ روایت حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف)

☆حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت☆

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت سے فرمایا: کیا تو نے ہمارے دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی شعر نہیں کہا؟ حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت نے عرض کیا ہاں کہے ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ارشاد ہوا قل وانا اسمع کہو: ہم سنتے ہیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ رطب اللسان ہوئے:

☆ترجمہ اشعار:

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہاڑ (ثور) پر چڑھے اور غار شریف

میں (تشریف لے) گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ دو میں سے ایک تھے۔

اور دشمنوں نے غار کے گرد چکر کاٹے۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست ہیں۔ یقیناً اس حقیقت کو سب جانتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخلوق میں سے کسی شخص کو ان کے برابر نہیں سمجھا

(طبقات۔ جلد ثالث ص ۱۷۴۔ ازالۃ الخفا، جلد اول ص ۲۰۶)

☆ابو محجن رضی اللہ عنہ ثقفی☆

رسول کریم و رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس شاعر صحابی کے دل میں یارِ غار رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل وشرف کا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی تھے (کتنا بلند درجہ مقام تھا) اس کا اندازہ ان کے اشعار سے لگایا جا سکتا ہے۔ (ترجمہ اشعار)

"صرف آپ کا نام صدیق رکھا گیا۔ حالانکہ دوسرے مہاجرین حضرات اپنے اپنے اچھے ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ خدا گواہ ہے آپ نے اسلام لانے میں سبقت کی اور آپ (بدر میں) بلند عریش میں (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) ہم نشین تھے اور غارِ (ثور) میں بھی آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیق تھے اسی وجہ سے آپ کا نام یار غار رکھا گیا"۔

(ازالۃ الخفا۔ ج ۱ ص ۲۲۰)

☆ ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ

میرے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک زمین کے سلسلے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ دوران کلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک ایسا لفظ کہہ دیا جسے خود انہوں نے ناپسند فرمایا اور نادم ہوئے اور مجھ سے کہنے لگے۔ اے ربیعہ تم بھی اسی طرح کہہ لو تا کہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے کہا میں تو ایسا نہیں کروں گا۔ فرمایا تمہیں ضرور کرنا ہو گا۔ ورنہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہوں گا کہ تم کو حکم دیں۔ میں نے کہا میں تو ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ میرا جواب سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ پھر مجھے اپنے قبیلہ اسلم کے کچھ لوگ ملے تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ خدا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحمت فرمائے۔ وہ رسول کرم رضی اللہ عنہ کے پاس تیرے خلاف کس چیز کی شکایت کریں گے میں نے ان کو جواب دیا کیا تم جانتے ہو یہ شخص کون ہے؟ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں یہ ثانی اثنین ہیں۔ اور یہ مسلمانوں کے بوڑھے بزرگ ہیں۔ تم لوگ مجھ سے ہٹ جاؤ مبادا وہ ادھر متوجہ ہوں اور تمہیں دیکھ لیں کہ تم ان کے مقابلے پر میری مدد کر رہے ہو اور ان کو غصہ آ جائے اور اسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے غصہ کے سبب سے مجھ پر غصے ہوں اور ان دونوں کے غصے کے سبب سے خدا غضب ناک ہو جائے اور ربیعہ ہلاک ہو جائے۔

(ازالۃ الخفاء مقصد اول فصل چہارم)

☆ حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن المسیب:

ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے اپنے جمیع امور میں مشورہ لیا کرتے تھے اور وہ اسلام میں اور غار میں اور بدر کے دن عریش میں اور قبر میں حضور کے ثانی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر کسی کو مقدم نہ فرماتے تھے۔ (ازالۃ الخفاء مقصد اول فصل چہارم)

☆ عہد حاضر کے نامور مصری فاضل و مورخ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل ☆

''اللہ کی ہزاروں برکتیں اور رحمتیں ہوں اس مقدس اور پاک باز انسان پر جس نے اپنی ساری عمر رسول اللہ کی رفاقت اور اسلام کی اشاعت میں صرف کر دی۔ وہ ضعیف تھا لیکن دین کی راہ میں اس نے عدیم المثال استقامت کا ثبوت دیا۔ وہ غریب تھا لیکن اللہ کے راستے میں اپنا ایک ایک پیسہ خوش دلی سے خرچ کر دیا۔ اس کے راستے میں سنگِ گراں حائل تھے مگر اس کے پائے استقلال میں خفیف سی بھی جنبش پیدا نہ ہوئی اور وہ اسلام کی کشتی کو خوفناک طوفانوں اور مہیب چٹانوں سے صحیح سلامت نکال کر لے گیا''۔ (ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ ص ۴۸۱)

☆مصری فاضل شیخ محمد حضری بک☆

''ہم بلا خوف تردید کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وجود نہ ہوتا تو تاریخِ اسلام کا دھارا کسی اور ہی طرف مڑا ہوا ہوتا۔ جب آپ نے عنان خلافت ہاتھ میں لی تو تمام مسلمانوں کے دلوں پر خوف و خطر طاری اور مایوسی و بددلی محیط تھی لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حیرت انگیز اولوالعزمی سے تمام فتنوں اور شورشوں کا قلع قمع کر ڈالا اور اسلام کا قافلہ شان وشوکت سے دوبارہ اپنے راستے پر گامزن ہو گیا''۔

(بحوالہ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل۔ ابوبکر صدیق اکبر)

☆لبنان کا مشہور اہلِ قلم اور مورخ عُمر ابوالنصر☆

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اُمت ہی پیدا نہیں کی بلکہ اس اُمت میں ایسے عظیم القدر انسان بھی پیدا کیے جن کی مثال گذشتہ زمانہ میں کہیں بھی نہیں مل سکتی۔ کون سی اُمت اور کون سی قوم ایسی ہے جن نے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ جیسے انسان پیدا کیے ہوں۔ ان دونوں نے خلافت کا بار انتہائی نازک حالات اور سخت گھڑیوں میں اپنے اوپر لیا اور اُمت کی بہبودی کی خاطر اپنی جان، صحت اور اہل وعیال کی قربانی پیش کی اور اس طرح اُنہوں نے حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد رُونما ہونے والے فتنہ ارتداد کو جس طرح دور کیا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی جانشین تھے۔

(سید العرب۔ ص ۹۳-۹۴)

☆حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ☆

بارگاہِ صدیقی میں علامہ محمد اقبال ایسے مفکرِ اسلام اور حکیم الامت اپنا نذرانہ عقیدت پیش نہ کریں۔ یہ کیسے ممکن تھا۔ حضرت علامہ کے دل میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت اور عظمت کے تابندہ نقوش مرتسم تھے۔ بارگاہِ صدیقی میں ایک جگہ نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

آں امّن الناس بر مولائے ما
آں کلیم اوّل سینائے ما
ہمت او کشتِ ملت راچوں ابر
ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

☆مولانا ظفر علی خاں☆

بابائے صحافت اور تحریک پاکستان کے رہنما مولانا ظفر علی خان مرحوم نے بڑی خوبصورت نظمیں کہی ہیں۔ جن سے اسلامی جذبات کی واضح عکاسی ہوتی ہے اور دردِ دل رکھنے والا ہر سچا مسلمان ان کے اشعار کو پڑھ کر تڑپ اُٹھتا ہے۔ ان کا ایک مشہور شعر ہے۔

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

(مسلم شخصیات کا انسائیکلو پیڈیا۔ص ۲۵)

؎ بعد از نبی بزرگ توئی قصہ مختصر

☆یارِ غار رضی اللہ عنہ اغیار کی نظر میں☆

ہمت او کشت مارا چوں ابر
ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

(اقبالؒ)

جا نثار آفتابِ رسالت، تاجدارِ مملکت صداقت، محرم اسرار نبوت، مطلع انوارِ حقیقت، مرکب محبوبِ خدا، مرکزِ صدق و صفا حضرت ابی بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پرخلوص، بے غرض اور بے لوث جذبوں کا منہ بولتا ثبوت ''یارِ غار'' کی ترکیب ہے۔ جو آپ ہی سے منسوب ہے اور آپ ہی اس ترکیب کی تخلیق کا باعث و مرجع ہیں۔ جس کا مطلب ہے ''سچا و پکا دوستِ حقیقی و مخلص ساتھی اور کڑے وقت میں کام آنے والا رفیق'' اس ترکیب کا یہ مقدس مفہوم بلا تفریق دین و مذہب اور بلا امتیاز مسلک و مشرب جملہ اُردو متکلمین (URDU SPEAKING) کے نزدیک معتبر ہے۔ بلکہ اعتبار کے اس درجہ کو پہنچ چکا ہے۔ جہاں کوئی ترکیب یا کوئی لفظ معاجم و قوامیس (DICTIONARIES) (فیروز اللغات، فرہنگِ عامرہ، فرہنگِ آصفیہ وغیرہ) کی زینت بن جاتا ہے اور زبان زدِ عوام و خواص ہو جاتا ہے۔ اس کی حلاوت کے پیشِ نظر شعراء و ادباء اپنے کلام کو اس سے آراستہ کرتے ہیں۔

قبر میں بھی جاؤں گا تو ساتھ جائیں گے میرے
حسرت و اندوہ و حرماں میرے یارِ غار ہیں

(رند)

قارئین محتشم! ''یارِ غار'' کی ترکیب اگرچہ بادی النظر میں اردو زبان کی ترکیب سمجھی جاتی ہے مگر فی الحقیقت یہ فارسی الاصل ہے۔ (لُغاتِ فارسی، فیروز اللغات) جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس ترکیب کا معنوی تقدس اردو متکلمین (URDU SPEAKING)اور فارسی متکلمین(PERSAIN SPEAKING) ہر دو کے نزدیک مسلّم ہے۔ جس کا منطقی و بدیہی نتیجہ یہ نکلا کہ اردو اور فارسی بولنے والے جملہ اہلِ زبان کے نزدیک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صداقت، ان کی مودتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا جذبہ جاںنثاری تسلیم شدہ ہے۔ ممکن ہے کوئی معاند معترض یہ کہہ دے کہ اُردو اور فارسی دونوں اہلِ اسلام کی زبانیں ہیں۔ اس لئے مذکورہ بالا استدلال سے یارِ غار و رفیق مزار کا اغیار میں مکرّم و معظم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ تو یہ محض عناد اور اعتراض برائے اعتراض ہی ہوگا کیونکہ کسی نظریہ اور مذہب کی کوئی زبان نہیں ہوتی وہ تو کسی بھی زبان میں بیان کیا جا سکتا ہے اور کوئی بھی معترف یا منکر ہو سکتا ہے۔ زبانیں تو محض اظہار کے ذرائع(SOURCES OF EXPRESSION) ہیں۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ انگریزی بولنے والے تمام یہودی ہیں یا تمام عیسائی ہیں۔ جیسے یہ کہنا غلط ہے ایسے ہی اُردو اور فارسی کے متعلق بھی یہ حکم لگانا قرینِ قیاس نہیں۔

مزید برآں یہ کہ یارِ غار ہونا ہی صرف آپ کی عملی زندگی کا مابہ الامتیاز نہیں بلکہ آپ کی تو پوری زندگی ہی محاسن و محامد کا مرقع ہے۔ جو چراغ کی طرح روشن حقائق پر مشتمل ہے۔ ابھی جب اسلام کی روشنی سے فضا منوّر نہیں ہوئی تھی اُس وقت بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سچائی کے راستہ پر گامزن تھے۔ گو ان کے چہار اطراف دھندلکا پھیلا ہوا تھا۔ ہر سو برائی کی دلدلیں محیط تھیں اس کے باوجود آپ کا دامنِ اخلاق مراسمِ جاہلیت سے داغدار نہ ہوا حتیٰ کہ آپ نے شراب نوشی تک سے احتراز کیا جو کہ ان کے معاشرہ کے ہر فرد کے نزدیک ایک شریفانہ شغل تھا۔

جُوا اُن کی دن رات کی دِل لگی تھی
شراب اُن کی گھٹی میں گویا پڑی تھی

☆ آپ رضی اللہ عنہ قریش میں بڑے بامروت اور لوگوں پر احسان کرنے والے تھے۔ مصائب و آلام کے وقت صبر و استقامت کا پہاڑ تھے۔ مسلمانوں کی خاطر و مدارت اور تواضع میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھتے تھے۔ عہدِ جاہلیت میں لوگوں کے مشیر تھے اور اعلیٰ درجہ کے صائب الرائے (HAVING SOUND JUDGEMENT) مانے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے تو ربیعہ ابنِ رفیع (غیر مسلم) آپ کو واپس لایا اور اپنے ہمسایہ میں ٹھہرا کر کہا "آپ نساب اور اخبارِ عرب کے بہت بڑے ماہر ہیں۔ آپ طبعاً برائیوں اور خصائل رذیلہ سے اجتناب کرتے ہیں آپ نے اپنے اوپر شراب تک حرام کر لی ہے۔ اس لئے ہم آپ ایسے صاحب احسان و مروت کو اپنے سے جدا نہیں ہونے دیں گے"۔

آپ رضی اللہ عنہ ذاتی حیثیت سے بڑے رفیق القلب، نرم خو، متواضع، خاکسار اور زہد و ورع کا مجسم پیکر تھے۔ رفیق القلب ایسے کہ بات بات پر آہ سرد کھینچتے یہاں تک کہ "اَوّاہ" لقب ہو گیا۔ تواضع اور سادگی کا یہ حال تھا کہ امیر المؤمنین ہوتے ہوئے محلہ والوں کا کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے تھے۔ زہد و عبادت کا یہ عالم تھا کہ اکثر راتیں قیام میں اور اکثر دن روزوں میں گزرتے تھے۔ خشوع و خضوع کی کیفیت یہ تھی کہ نماز کی حالت میں چوبِ خشک نظر آتے تھے۔ رقت اتنی طاری ہوتی کہ روتے روتے ہچکی بندھ ہو جاتی۔ عبرت پذیری کا یہ حال تھا کہ دنیا کا ذرہ ذرہ ان کے لئے دفتر عبرت تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کا ایمان غیر متزلزل تھا۔ مردم شناسی کے جواہر آپ میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ غرضیکہ آپ کے مناقب و فضائل اس قدر ارفع و بلند تھے کہ اسلام کے بدترین دشمن مؤرخین بھی آپ کی صداقت کو تسلیم کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ اُنہوں نے آپ کی نیک سیرت، عزم بالجزم، قول و عمل میں یگانگت، سادگی، تواضع اور عدل و انصاف کے بارے میں جن آراء کا اظہار کیا ہے۔ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت و فضیلت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اور ان کی سیادت و شرافت ہر شک و شبہ سے بالا نظر آتی ہے۔ کیونکہ فضیلت و خوبی تو ہوتی ہی وہ ہے جس کا دشمن بھی اعتراف کریں۔ ورنہ

''من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو'' والا معاملہ چل پڑے تو کھوٹے اور کھرے کی تمیز مشکل ہو جاتی ہے۔ (پروفیسر نور محمد شاکر)

قارئین باتمکین ! یارِ غارِ نبی ﷺ کے متعلق غیر مسلم مفکرین و مؤرخین کی آراء پیشِ خدمت ہیں۔

☆ ڈبلیو منٹگمری واٹ (W. MONTGOMERY WATT):

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے ہی رحم دل اور نیک سیرت انسان تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو رقت سے آنکھوں میں آنسو جاری ہو جاتے جس کا عوام پر بڑا اثر ہوتا۔ آپ کی صاحبزادی کا بیان ہے کہ جب میرے والد کو اطلاع ملی کہ ہجرت کیوقت رسول اللہ ﷺ کے ہمرکاب ہوں گے تو خوشی سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ ترقی و اشاعت اسلام کیلئے دنیا کی کوئی گراں سے گراں چیز بھی ان کے نزدیک کوئی وُقعت نہ رکھتی تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فراخدلی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہجرت سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار درہم تھے مگر مدینہ پہنچتے پہنچتے آپ کے پاس صرف پانچ ہزار درہم رہ گئے تھے اور جب ابوبکر رضی اللہ عنہ انتقال ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس صرف تین درہم تھے۔

(ENCYCLOPAEDIA OF ISLAM, BY GIBB)

☆ سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) ☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قلب و ذہن میں شخصی شان وشوکت کا خیال تک نہ تھا۔ حالانکہ وہ شاہانہ اختیارات کے مالک تھے اور کسی کے سامنے جوابدہ نہ تھے۔ اُنہوں نے اپنی ساری دولت اور طاقت صرف خدمتِ اسلام اور اس کی برتری کے لئے صرف کی تا کہ ملتِ اسلامیہ کو فائدہ ہو۔ ہمیشہ یہی کہا ''مجھے اللہ کا خلیفہ کہہ کر نہ پکارو۔ میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں''۔ ہر معاملے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام عمر انہی اُصولوں پر کاربند رہے جو نبیِ اکرم علیہ السلام نے تعلیم فرمائے تھے اور انہی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر آپ رضی اللہ عنہ نے تمام مخالفتوں اور شورشوں کو ختم کر کے از سرِ نو مستحکم اور مضبوط

بنیادوں پر استوار کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت اگرچہ بہت ہی مختصر تھا لیکن بلا شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں میں کوئی ایسا نہیں جو ایمان و عمل میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بالاتر ہو۔ (خلافت کا عروج و زوال اور خاتمہ)

☆ ایڈورڈ گبن (EDWERDGIBBEN):

''مسلمان عربوں کی فتوحات کی تیز رفتاری کو دیکھتے ہوئے یہ گمان ہوتا ہے کہ پہلے خُلفاء بذاتِ خود عساکر مجاہدین کی سالاری کرتے تھے اور شوقِ شہادت میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ اس میں کلام نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، اور عثمان رضی اللہ عنہ کی جرات و بہادری اور ایثار و قربانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام آزمائش اور ازاں بعد غزوات میں آزمائی جا چکی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو بہشت میں جانے کا یقین دلایا لہذا جہاں اُنہوں نے دنیاوی لذتوں سے گریز کیا وہاں اُنہوں نے خطراتِ جنگ سے بھی پرہیز کیا۔ ہر ممکن صلح جوئی پر آمادہ رہے۔ لیکن جہاں کہیں جنگ کی اشد ضرورت پڑی جنگ کی اور اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب منصبِ خلافت پر مامور ہوئے تو اُس وقت یا تو وہ بڑی عمر کے تھے یا کم ازکم پختہ سالی کو پہنچ چکے تھے علاوہ ازیں اندرونِ ملک ان کے ذمہ اپنے مقدس مذہب اسلام کی بہت سی ذمہ داریاں تھیں۔ کفایت شعاری اور سادہ زندگی کی وجہ ان کی جبلی عادت ہو سکتی ہے یا ان کا نیک خیال اور عمل'' (HISTORY OF SIR-CAUSES)

☆4- ایچ۔ جی۔ ویلز (H.G. WELLS):

''تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے روحِ رواں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جانشین اور حقیقی دوست ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نئے مذہب اسلام کا دل و دماغ کہا جائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام کا ایمان و عزم تھے۔ دونوں کی رفاقت اس طرح گزری کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ کہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سرِ تسلیم خم کر کے اس کو عملی جامہ پہنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

نے تبلیغ و اشاعتِ اسلام میں اس عزم و ثبات کا مظاہرہ کیا جس عزم کے سامنے پہاڑ بھی ٹل جاتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی منصوبہ بندی سادہ مگر موثر ہوتی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہان عالم کو جو مراسلے تحریر فرمائے تھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی دور اندیشی، دانشمندی اور صرف تین ہزار کی فوج سے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان آرزوؤں کو امرِ واقعہ بنا دیا۔ اگر مسلمانوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے ایک درجن اور مسلمان ہوتے جو عمر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کم ہوتے مگر ان جیسی اہلیت کے مالک ہوتے تو فرامین رسالت بتمام و کمال پایہ تکمیل کو پہنچ جاتے۔ ان فرامین کی کافی حد تک تکمیل اس لئے ہوگئی کہ عربستان عزم و ایمان کا دل بنا ہوا تھا اور دنیا میں چین، روس، اور ترکستان کے سوا کہیں بھی ایسے بہادر، قابل اور جنگجو بادشاہ تھے نہ لشکر تھے۔ ان کے اندر عزم تھا نہ اعتماد۔

(HISTORY OF THE WORLD)

☆5-وان کریمر (VON KREMER):☆

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشیں کی حیثیت سے نظامِ اسلامی میں اگرچہ انہیں وسیع تر اختیارات حاصل تھے۔ لیکن آپ کے طرز زندگی اور رہن سہن میں کوئی تبدیلی نہ آئی اور آپ رضی اللہ عنہ اپنے قدیمی عرب تمدن پر قائم رہے۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ سے باہر سخ نامی ایک چھوٹے سے قصبے میں ایک بدوی شیخ کی مانند اُونٹ کی کھال سے بنے ہوئے خیمے میں اہل و عیال سمیت زندگی بسر کرتے تھے۔ خلافت کے ابتدائی ایام میں سات ماہ تک آپ ہر روز پیدل یا گھوڑے پر سوار ہو کر مدینہ آتے اور فجر کی نماز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں باجماعت ادا کرتے اور مغرب کی نماز ادا کر کے گھر واپس جاتے۔ سات ماہ کے بعد آپ نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی مگر اب بھی آپ کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ بڑی سادہ زندگی تھی۔ صرف ایک غلام تھا جو گھر کا کام کاج بھی کرتا اور فارغ وقت میں اپنے آقا کے اسلحہ کو تیز کرتا اور کارآمد رکھتا۔

(THE ORIENT UNDER THE CALIPHS)

☆ 6- سائمن اوکوبے:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لمبے قد کے دبلے پتلے گندمی رنگ اور ہلکی داڑھی جسے آپ مشرقی انداز پر رنگتے تھے اور جس کی وجہ سے آپ کے رعب، وقار اور متانت میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا۔ آپ نے بیت المال میں کبھی روپیہ جمع نہ کیا۔ ہر جمعہ کی رات کو آپ سب سے پہلے مجاہدین میں مال تقسیم کرتے اور اس کے بعد محتاجوں کی امداد کرتے۔ آپ کی نیک روش، میانہ روی، احکامِ دین کی پابندی اور کسی حالت میں بھی ان کو فراموش نہ کرنا۔ ایک زریں مثال ہے۔ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اس دن سے حساب لگائیں جس دن سے وہ خلیفہ مقرر ہوئے تا کہ معلوم ہو سکے کہ انہوں نے بیت المال سے کیا کچھ لیا ہے۔ آپ نے یہ رقم مسلمانوں میں تقسیم کردی اور اپنے لئے صرف تین درہم رکھے تا کہ مسلمانوں کی کمائی سے اپنی خدمت کے صلہ میں امیر نہ بن جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس واقعہ کا پتہ چلا تو انہوں نے فرمایا:

''ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت فرمائے۔ انہوں نے اپنے جانشینوں کے لئے ایسی مثال قائم کی جس کی تقلید مشکل ہے''۔

(HISTORY OF SIRE-CAUSES)

☆ 7- ڈاکٹر اینڈرے سرویئر (ANDRE SERVIER):

پس ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان ہو گیا وہ بے حد سادگی پسند انسان تھے۔ عہدہ اور جاہ و منزلت میں معمولی ترقی ہو جانے کے باوجود آپ نے غربت میں زندگی بسر کی۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ نے ورثہ میں پہننے کے کپڑوں کا جوڑا، ایک اونٹ اور ایک غلام چھوڑا۔ آپ صحیح معنوں میں ایک نیک سیرت مدنی بزرگ تھے۔

ISLAM AND THE PSYCHOLOGY OF MUSLIMS)

☆ 8-ڈاکٹر ویل:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نجی زندگی اور عہدِ حکومت ایسا گزرا ہے جس پر انگشت نمائی ناممکن ہے اور وہ بہترین مثال ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے طرزِ عمل پر کوئی نکتہ چینی نہیں کرسکتا سوائے اس کے کہ آپ خالد بن ولید پر بہت مہربان تھے۔ لیکن اس میں بھی آپ کی نہایت دانشمندانہ سیاست پنہاں تھی۔ وہ تمام مال ومتاع جو فاتح جرنیل آپ کو وقتاً فوقتاً مدینہ بھیجتے رہے آپ نے صرف عوام، ملک اور حکومت کی بہتری اور بہبودی پر صرف کیا۔ بذاتِ خود آپ غریب ہی رہے بلکہ خلیفہ بن جانے کے باوجود تجارت اور زراعت سے اس وقت تک اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالتے رہے۔ جب تک صحابہ نے بیت المال سے وظیفہ لینے پر مجبور نہ کیا تا کہ آپ خلقِ خدا کی خدمت پر پوری توجہ اور وقت مبذول کرسکیں۔ اس پر بھی آپ نے صرف چند ہزار درہم سالانہ کے علاوہ ایک جوڑا کپڑوں کا سردیوں کے لئے ایک جوڑا گرمیوں کے لئے لینا قبول کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ رحمدل، سادگی پسند اور نیک طبع تھے۔ سب سے پہلے قرآن مجید کو لکھوا کر محفوظ کرنے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ عدل وانصاف کے معاملے میں آپ اپنے جانشینوں کے لئے ایک قابلِ عمل مثال تھے۔ ایسے منصفانہ اور عادلانہ فیصلے کیے جو ہمیشہ بطور سند پیش کیے جاتے رہیں گے۔ (HISTORY OF ISLAMIC PEOPLES)

9-جیرالڈ۔ ڈی۔ گورے:

لکھتا ہے۔ ”جب قاتل (ارادہِ قتل سے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در دولت پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلم اول حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تشریف لے جا چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادارہ اسلامی کے معاملات کے پوری طرح مجاز تھے۔ مگر یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نام کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام شامل کرلیتے اور جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حکم کی تقویت چاہتے تو یہ طریقہ استعمال کرتے کہ ”میں ابوبکر اور عمر“............ اگست کے آخر میں

آپ کا وصال اسی نہایت سادہ جھونپڑی میں ہوا جس میں آپ اپنی زندگی کا طویل عرصہ گزار چکے تھے۔ آپ مدنی خلفاء میں سے پہلے اور آخری خلیفہ ہیں جنہوں نے طبعی وفات پائی۔

(RULES OF MECCA)

☆ 10- جے- ویل- ہاسن:

"ABU BAKR, MUHAMMAD'S MOST TRUSTED FRIEND"

''ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قابل اعتماد صحابی تھے''۔

(THE ARAB KINGDOM AND ITS FALL)

☆ 11- لاراویِیا ویکیلری:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی قریبی دوست اور معاون حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو (خلیفہ منتخب ہونے پر) خراجِ عقیدت پیش کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشیں (خلیفہ) بنے اور اس طرح خلافت کی بنیاد پڑی جو ایک ایسا ادارہ تھا کہ جس کی دنیائے اسلام سے باہر کوئی مثال نہیں ملتی اور نہ ہی آئندہ کوئی مثال مل سکے گی۔

(THE CAMBRIDGE HISTORY OF ISLAM)

☆ 12- جے۔ جے۔ سونڈرس (J.J. SAUNDERS):

پہلے خلیفہ کی یاد مسلمانوں کی دلوں میں ہمیشہ ایک ایسے انسان کے طور پر جاگزیں رہی جو بےلوث وفاداری (SIMPLE LOYALTY) اور نرم ولطیف شفقت ومہربانی (GENTLE KNIDLINESS) کا حامل تھا اور جس کے مضبوط و مستحکم سکون واطمینان کو کوئی سخت سے سخت طوفان بھی درہم برہم نہ کر سکا۔ ان کا عہد حکومت اگرچہ مختصر تھا لیکن اس میں جو کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ بہت اہم نتائج کی حامل تھیں۔

ان کے زبردست ثبات و استقلال نے ردّہ کے بحران پر قابو پا کر عرب قوم کو دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل کر دیا اور ان کے تسخیر شام کے عزم بالجزم نے عربوں کی عالمی سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔

(A HISTORY OF MEDIEVAL ISLAM LONDON-1978)

13۔ سر جان گلب (SIR JOHN GLUBB)

انگریز مصنف سر جان گلب اپنی قابلِ قدر تصنیف ''عربوں کی سلطنت'' (THE EMPIRE OF THE ARABS) میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

''ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں ہی پیغمبر (اسلام) کے بہت قریبی دوست اور ساتھی رہے تھے۔ اور انہوں نے اپنی زندگیوں کو پوری طرح اسلام کے لیے وقف کر دیا تھا۔ خود پیغمبرؐ کی مانند وہ بھی دولت کی محبت سے بے گانہ تھے۔ (یعنی اس کے جمع کرنے کے خلاف تھے) اور حکومت و طاقت حاصل کرنے کے بعد بھی انہوں نے اپنی کسانوں جیسی سادہ زندگی کو برقرار رکھا۔ موٹے اون وغیرہ سے بنے ہوئے پیوند لگے کپڑوں میں ملبوس وہ اب بھی اپنی بکریوں کا دودھ ایسے ہی دوہتے جیسے وہ اس سے پیشتر دوہتے رہتے تھے''۔

☆ یہی مصنف اپنی ایک اور بلند پایہ تصنیف ''عربوں کی عظیم فتوحات'' (THE GREAT ARAB CONQUESTS) میں لکھتا ہے کہ پہلے دونوں خلفاء شہنشاہوں کی سی طاقت و قوت رکھنے کے باوجود' غریب' پھٹے پرانے کپڑوں میں (ILL-CLAD) اور کفایت شعار رہے۔ اور انہوں نے معمولی جھونپڑوں (MODEST HUTS) میں غریب و مسکین کسانوں کی طرح اپنی زندگی بسر کی۔ دونوں میں قدر مشترک یہ تھی کہ انہوں نے جزئیات تک پیغمبرؐ کی مثال اور نمونہ پر عمل کرنے کا عزم بالجزم کیا ہوا تھا۔ اسی عزم نے دونوں کو منکسر المزاج بنا دیا تھا۔ کیونکہ ان کے سامنے اپنا کوئی ذاتی مفاد یا عزت و توقیر نہ تھی۔ دونوں نے ایسی واضح سادگی کا نمونہ پیش کیا جو اکثر ان لوگوں کا خاصہ ہوتی ہے۔ جو خود مکمل طور پر مذہب کے لئے وقف کر

دیتے ہیں۔(باب ۶-ص ۱۵۵)

14-باڈلے(R.V.C. BODLEY):

انگریز مصنف آر۔ وی۔ سی۔ باڈلے اپنی گراں قدر تالیف ''دی میسنجر (THE MESSENGER) میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق رقمطراز ہے:

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک امیر تاجر تھے اور بڑے غریب ماحول سے ترقی کر کے یہ درجہ اور دولت حاصل کی تھی۔ وہ بہت ہوشیار اور سمجھ دار تھے۔۔۔۔۔ حالانکہ آپ شروع سے آخر تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ راست رہے اور اسلام کے پہلے خلیفہ بھی بنے۔لیکن آپ کے سوچنے کا انداز اور رہن سہن کے طریقے درویشانہ تھے۔

(محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۱۱۵ ترجمہ سید محمد امین زیدی)

☆ 15-ٹی۔ڈبلیو۔آرنلڈ (T.W. ARNOLD):

وہ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) ایک دولت مند تاجر تھے۔اعلیٰ کردار اور ذہانت اور قابلیت کی بنا پر ان کے ہم وطن ان کی بہت عزت کرتے تھے۔اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنی دولت کا بڑا حصہ ان مسلمان غلاموں کو خریدنے پر صرف کر دیا جنہیں ان کے آقا (کفار) اسلام قبول کرنے پر اذیتیں دیتے تھے۔(دی پریچنگ آف اسلام۔ص ۱۲)

(THE PREACHING OF ISLAM)

☆16-ہٹی۔فلپ کے (PHILIP K HITTI):

امریکی مورخ پروفیسر فلپ۔کے۔ہٹی نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت واخلاق کی بڑی تعریف کی ہے چنانچہ وہ اپنی ''تاریخ عرب''(HISTORY OF ARABS) میں لکھتا ہے:

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرب میں اس وقت امن وامان قائم کیا جبکہ پورا عرب شورشوں کا گہوارہ بن گیا تھا۔آپ کی زندگی انتہائی سادہ تھی۔ مدینہ سے آپ کا گھر کچھ دور تھا لیکن آپ روزانہ پیدل مدینہ آیا کرتے تھے''۔

☆17-ڈوزی(DOSY):

ہالینڈ کے مشہور مستشرق اور مورخ پروفیسر رائن ہارٹ ڈوزی نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایمان کی مضبوطی کی بہت تعریف کی ہے۔ (عبرت نامہ اندلس ص ۳۱)

☆18-نولڈ یکے(NO LDEKA):

اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کو اُس پہاڑ سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جو کسی حالت میں بھی اپنی جگہ سے نہیں سرکتا۔ (سید العرب۔عمر ابو النصر ص۔۵۲ بحوالہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنوں اور غیروں کی نظر میں از سید عبدالصبور طارق)

☆19-لین پول(LANE POLE):

ابوبکر رضی اللہ عنہ فیصلہ کرتے وقت متین و عادل ہوتے تھے۔ وہ دل کے نرم اور کریم النفس تھے اور خدمتِ اسلام کے بے لاگ جزبہ سے سرشار۔ (ایک مسجد میں تعلیم)

(STUDIES IN A MOSQUE)

20-انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا عیسائی مصنف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اعلیٰ سیرت اور بلند اخلاق کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتا ہے:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے ساتھی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غیر متزلزل ایمان رکھتے تھے۔ واقعہ معراج پر لوگوں نے شک کیا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو بلا چوں و چرا تسلیم کرلیا۔ اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ''صدیق'' پڑ گیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنے کی سعادت ملنے والی ہے تو فرطِ مسرت سے آنسو نکل آئے۔ آپ نے مسلمان غلاموں کو کفار کے پنجہ سے آزاد کرایا۔ اسلام کے لئے ہر قربانی دی۔ ہر مصیبت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مفارقت کبھی گوارا نہ کی۔ اسی لئے حبشہ کی ہجرت بھی نہ کی۔ قرآن مجید میں ہجرت کے بیان میں آپ کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ نے تمام مشکلات کا ثابت قدم رہ کر مقابلہ کیا۔ مانعینِ زکوٰۃ اور لشکرِ اُسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے معاملہ میں مستقل

مزاجی کا ثبوت دیا۔(اسلامی تاریخ وتمدن ص ۵۶۶)

ہے کرتا یاد قرآن میں خدا صدیق اکبر کو
بڑا ہی مرتبہ اُونچا مِلا صدیق اکبر کو
رکھا ہے ساتھ اپنے قبر میں، بھی شاہِ عالم نے
کرے پھر کون آقا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے جدا صدیق اکبرؓ کو

☆ عہدِ صدیقی میں فوجی نظام اور مغربی مصنفین کی رائے ☆

مغربی مصنفین نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ سیدنا حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کی بیدار مغزی، روشن ضمیری، احکام و ہدایات اور غلطیوں پر بروقت تنبیہ کا نتیجہ یہ تھا کہ پوری فوج اور اس کے اُمراء ہر وقت ہوشیار رہتے تھے، اُن میں ڈسپلن قائم رہتا تھا، بلند تر نصب العینِ زندگی نظر کے سامنے رہتا تھا اور ان میں کبھی اخلاقی پس ماندگی پیدا نہیں ہوتی تھی اور حقیقت یہی ہے کہ مادی اسباب و آلات سے قطع نظر یہی چیزیں ایک فوج کی کامیابی کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔

☆ 1-پروفیسر فلپ[1] کے ہٹی لکھتے ہیں(PHILIP.K.HITTI):

مسلمان عرب فوجوں کی طاقت کا اصل راز نہ تو ان کی اسلحہ جنگ کی برتری میں ہے اور نہ اُن کی اعلیٰ درجہ کی تنظیم میں ہے بلکہ درحقیقت اس اعلیٰ کیرکٹر(CHARACTER)اور اعلیٰ اخلاقی کردار میں ہے۔ جس کے پیدا کرنے میں بلاشبہ ان کے مذہب کا بہت بڑا حصہ تھا۔ اور اس صبر و تحمل کی طاقت میں ہے جس کو ریگستانی زندگی سے بڑا سہارا ملا تھا۔

2-وخوئی[2] (DR. GUEGE) اقرار کرتا ہے کہ:

حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فوجوں کو جو ہدایات دی تھیں۔ ان میں اعتدال اور معقولیت کی جو روح کارفرما ہے، اس کے باعث ان کی بجا طور سے داد دینی پڑتی ہے۔

[1] امریکی مورخ [2] مشہور ولندیزی مستشرق(ORIENTALIST)

یہی مستشرق اپنی کتاب ''فتوحات شام'' میں (از ص ۱۰۴ تا ۱۰۶) لکھتا ہے کہ:

درحقیقت شام میں لوگ عربوں کی جانب بہت مائل ہو گئے تھے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا۔ کیونکہ عربوں نے مفتوحین سے، جو برتاؤ کیا اگر اس کا مقابلہ وہاں کے سابق مالکوں کے بے اصول ظلم سے کیا جائے تو بڑا ہی سخت فرق نظر آتا ہے۔ شام کے جو عیسائی ''کالسی ڈون'' (CHALCEDON) کو نہیں مانتے تھے۔ قیصر روم کے حکم سے ان کے ناک کان کاٹے جاتے اور ان کے گھر ڈہائے (گرائے) جاتے تھے۔ اس کے برخلاف عرب مسلمان جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہدایات پر عمل کرتے تھے۔ وہ مقامی باشندوں کا دل موہ لینے لگے اور سب سے زیادہ اپنی بات کا پاس کرتے رہے۔ ان فتوحات کے پندرہ سال بعد ایک ''نسطوری پادری'' لکھتا ہے:

''یہ عرب جن کو خدا نے آج کل حکومت عطا کی ہے۔ ہمارے بھی مالک بن گئے ہیں۔ مگر وہ عیسائی مذہب سے بالکل برسرِ پیکار نہیں۔ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ ہمارے پادریوں اور فریسوں کا احترام کرتے ہیں۔ اور ہمارے گرجاؤں اور عبادت خانوں کو جاگیریں (DONS) عطا کرتے ہیں''۔

☆ 3- مشہور پادری کارالیفس فرانسیسی انسائیکلوپیڈیا میں شہر انطاکیہ کے حالات لکھتے ہوئے رقمطراز ہوتا ہے (C.KARALEVSKI):

مسلمان عربوں کو یعقوبی عیسائیوں (JACOBITES) نے بھی اپنے نجات دہندوں کی حیثیت سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی جدت جس کا یعقوبی عیسائیوں نے دلی خوشی سے استقبال کیا، یہ تھی کہ ہر مذہب کے پیروؤں کو ایک خود مختار وحدت قرار دیا جائے اور اسی مذہب کے روحانی سرداروں کو ایک بڑی تعداد میں دینوی عدالتی اقتدار عطا کیا جائے''۔

ریو بن لیوی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس وقت متاثر کن حیثیت کے مالک تھے، انہوں نے اپنے بجائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خسر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔۔۔۔ وہ فوج جو شام بھجوانے کے لیے تیار کھڑی تھی، اس کی روانگی کا فیصلہ بہت اہم تھا۔ اس وقت کی واضح طور پر اہم ضرورت یہ تھی کہ اس کو مختلف قبائل کی بغاوتیں کچلنے کے لیے روانہ کیا جاتا، مگر اس کے برعکس خلیفہ اول نے پیغمبر اسلام کے ارادے کو اولین حیثیت دی۔ تعداد کے لحاظ یہ فوج بڑی نہیں تھی۔ یہ فوج تیزی سے اپنی مہم پر روانہ ہوئی۔ اور پھر جلد ہی واپس آ گئی۔ اس وقت مدینے کی حالت بہت ابتر تھی۔ وہ اسلامی اتحاد جس کا مشاہدہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری دور میں کیا گیا تھا۔ اب مفقود نظر آتا تھا۔ یہ اتحاد اس وقت پھر نظر آنے لگا، جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو کچلنے کے لیے فوج بھجوائی اور اس فوج نے کامیاب آپریشن کیے۔ اس سے بہت سے دوسرے قبائل کی وفاداریاں بھی حاصل ہوگئیں''۔

(THE SOCIAL STRUCTURE OF ISLAM)

(بحوالہ قومی ڈائجسٹ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمبر)

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضیٰ سوزِ صدیق رضی اللہ عنہ دے

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

ایڈورڈ گبن[1] (EDWARD GIBBON):

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمات کا اپنے مخصوص تنقیدی انداز میں اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''مسلمان عربوں کی فتوحات کی تیز رفتاری کو دیکھتے ہوئے یہ گمان ہوتا ہے کہ

[1] مغربی مورخ (اسلام سے بے جا تعصب رکھنے والا۔ (م ی ک)۔

پہلے خلفاء بذاتِ خود عساکر مجاہدین کی سالاری کرتے تھے۔ اور شوقِ شہادت میں سب سے آگے ہوتے مگر ایسا نہ تھا۔ اس میں کلام نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، اور عثمان رضی اللہ عنہ کی جرات ، بہادری اور ایثار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایامِ آزمائش اور ازاں بعد غزوات میں آزمائی جا چکی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو بہشت میں جانے کا یقین دلایا تھا۔ لہٰذا جہاں انہوں نے دنیاوی لذتوں سے پرہیز کیا۔ وہاں انہوں نے خطرات جنگ سے بھی پرہیز کیا۔ اس امر کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ جس وقت یہ لوگ منصب خلافت پر مامور ہوئے۔ اس وقت یا تو وہ بڑی عمر کے تھے یا کم ازکم پختہ سالی کو پہنچ چکے تھے۔ علاوہ ازیں اندروں ملک میں ان کے ذمے اپنے مقدس مذہب اسلام کی بہت سی ذمہ داریاں تھیں۔ لیکن بحیثیت حکمران، عدل وانصاف کے اُمور ان سے متعلق نہ تھے۔ جو کہ اشد ضروری تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوا جنہوں نے بیت المقدس کے محاصرہ کے وقت طویل سفر اختیار کیا تھا، باقی خلفاء صرف فریضہ حج کی ادائیگی کیلیے مدینہ سے مکہ جاتے رہے۔ ان کا باقی وقت فتوحاتِ اسلام کی خبریں سننے یا مسجد نبوی میں اشاعتِ اسلام کے لیے خطبے دینے میں گزرا۔

کفایت شعاری اور سادہ زندگی یا تو ان کی جبلی عادت ہوسکتی ہے یا پھر ان کا نیک خیال اور عمل۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان خلفاء نے سادہ زندگی بسر کر کے تمام شاہانِ عالم کی شان وشوکت اور طرز و بود و ماند کی توہین کی ہے۔

(HISTORY OF SARACENS)

☆ فریڈسی اُنیل:

ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین تھے۔ تجارت سے انہوں نے بہت دولت کمائی۔ اپنے دور کے قانون اور روایات کے متعلق ان کے علم کی بنا پر ان کی بہت عزت کی جاتی تھی۔ وہ خوابوں کی تعبیر کی بھی ماہر تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ ہجرت کے وقت بھی وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

تھے۔ اگلے دس کٹھن سالوں میں وہ پیغمبر ﷺ کے انتہائی قابل اعتماد رفیق اور پیروکار رہے۔ محمد ﷺ نے انہیں اپنا جانشین نامزد کیا اور ان کی وفات کے بعد ایک غیر رسمی اسمبلی نے ان کا خلیفہ کی حیثیت سے انتخاب کر لیا۔

خالد رضی اللہ عنہ جیسے قابل جرنیل کی مدد سے وہ عرب کے باغی قبائل کے خلاف کامیاب لڑائیاں لڑتے رہے۔ جب ملک میں ان کے اقتدار کو استحکام مل گیا تو وہ بیرونی فتوحات کی طرف متوجہ ہوئے ۶۳۳ء میں خالد رضی اللہ عنہ نے ایران میں ایک کامیاب مہم سر کی، مگر بڑی کامیابی شام کے خلاف حاصل کی گئی۔ اسلام کی فتوحات جاری تھیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔ انہوں نے اپنی جگہ عظیم فاتح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔

(کولیرز انسائیکلو پیڈیا جلد اول بحوالہ قومی ڈائجسٹ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمبر مرتبہ محمد اسلم ڈوگر)

☆ مارٹن لنگز:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد جنہوں نے اسلام قبول کیا، ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، زید رضی اللہ عنہ اور پیغمبر ﷺ کے دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ علی رضی اللہ عنہ کی عمر صرف دس سال تھی۔ زید رضی اللہ عنہ کا اس وقت مکے میں کوئی اثر ورسوخ نہیں تھا۔ مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ صرف پسند کیا جاتا تھا۔ بلکہ انتہائی عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ وسیع العلم، بلند اخلاق اور موثر شخصیت کے مالک تھے۔ بہت سے لوگ ان سے اپنے معاملات کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے آتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے ان تمام افراد کو جن پر ان کا اثر تھا اور جن پر وہ اعتماد کرتے تھے۔ پیغمبر ﷺ کی پیروی کرنے کے لیے کہنا شروع کر دیا۔ اس طرح ان کے ذریعے بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

(MUHAMMAD بحوالہ مذکورہ)

☆ ہنری سٹوبی:

''پیغمبر اسلام کی زندگی میں قرآن مجید ایک کتاب کی صورت میں جمع نہیں ہوا تھا۔ مگر ان کے جانشین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جو مختلف سورتوں میں لکھا ہوا تھا، اکٹھا کیا اور اس کی ایک مکمل نقل اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ کرا دی''۔

(RISE AND PROGRESS OF ISLAM)

☆ ای آئی روزنتھال:

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ تھے۔ انہوں نے اپنی نجی اور عوامی زندگی میں پیغمبر اسلام کی مکمل اتباع کی''۔

(ISLAM IN THE MODERN NATIONAL STATE)

☆ جان ایل اپیسٹو:

ہمارے خیال کے مطابق اسلامی ممالک میں شاذونادر ہی اسلامی اُصولوں کے مطابق حکومت کی گئی ہے۔ غالباً صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں ہی اسلامی اُصولوں پر سختی سے عمل درآمد کیا گیا۔

(ISLAM AND THE DEVELOPMENT)

☆ وان گرونیبام:

ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اپنے وقت سے بہت آگے تھے۔

(MODERN ISLAM بحوالہ مذکورہ)

☆ ڈاکٹر ایف آر جے ورہوین:

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے وفادار ساتھی اور اُس دور کی ایک طاقتور شخصیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسلم معاشرے کی قیادت سنبھالی۔ وہ اسلام کے سنہری دور کے پہلے خلیفہ تھے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد یہ دور چالیس سال تک رہا، اس دوران حکومت کا مرکز مدینہ رہا۔ حضرت

محمد ﷺ کے انتہائی قریبی ساتھیوں کی زوردار قیادت نے ریاست اور مذہب کو ملا کر مذہبی حکومت کی صورت دے دی۔(ISLAM)

☆ جے جیرسٹی ولسن:

''حضرت محمد ﷺ کی وفات پر مسلمانوں میں بہت بے یقینی پیدا ہوگئی تھی مگر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے جمع ہونے والے ہجوم سے کہا:

''جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا۔، وہ جان لے کہ حضرت محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا اُسے یقین ہونا چاہیے کہ اللہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اُس کے لیے موت نہیں''۔

عمر رسیدہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو ابتدائی دور میں مسلمان ہوئے تھے، مسلمانوں کے پہلے خلیفہ بنے۔(INTRODUCING ISLAM)

☆ ایوری مین انسائیکلوپیڈیا:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ محمد ﷺ کی چہیتی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد اور ان کے جانشین تھے۔ وہ مکہ کے ایک معزز شہری تھے۔ اسلام کے ابتدائی پیروکاروں میں سے تھے۔ جب پیغمبر اسلام ﷺ نے مدینہ ہجرت کی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ اُن کے ساتھ تھے۔ حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد جب انصار اور مہاجرین کے درمیان جانشینی کا معاملہ پیدا ہوا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت کر لی۔ اس پر وہاں موجود دوسرے لوگوں نے انہیں خلیفہ تسلیم کرلیا۔ ان کا دورِ حکومت دو سالوں پر محیط ہے۔ مگر اس دوران نہ صرف اسلام نے عرب پر بالا دستی حاصل کی، بلکہ شام اور ایران کی فتح کا آغاز بھی ہوا۔(جلد اول)

☆ دی انسائیکلوپیڈیا کولمبیا:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت با اثر قریشی تھے۔ وہ رسولِ اکرم ﷺ کے انتہائی قریبی

دوست تھے۔ پیغمبر ﷺ کے خاندان سے باہر سب سے پہلے اُنہوں نے اسلام قبول کیا۔ مسلمان ہونے کے بعد اُنہوں نے پورے جوش وخروش سے اسلام کی خدمت کی۔ ہجرت کے دوران محمد ﷺ کے واحد رفیق تھے۔ بعد ازاں حضور اکرم ﷺ کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی، تو تعلق مزید مضبوط ہو گئے ۶۳۲ء میں جب حضرت محمد ﷺ کا انتقال ہوا۔ تو یہ بات بالکل واضح تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ درحقیقت ہم یہ یقین کر سکتے ہیں کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ نے بستر پر اُن کا انتخاب کیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دو سالہ دورِ حکومت اسلام کے لیے بہت اہم تھا۔ اس دور میں مقامی مخالفت کو کچل دیا گیا اور اسلام، عرب کی زندگی کا معمول بن گیا اور اس کے بعد اس نے عالمی مذہب کی صورت اختیار کرنے کے لیے واضح انداز میں پھیلنا شروع کر دیا۔

(قومی ڈائجسٹ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمبر عنوان غیر مسلم مؤرخین نے ان کی عظمت کا کلمہ پڑھ لیا مرتبہ محمد اسلم ڈوگر)

☆ سید ذاکر حسین جعفری:

سید ذاکر حسین جعفری دہلوی ایک بہت بڑے شیعہ عالم اپنی کتاب تحفۃ الاحباب فی تاریخ الاصحاب باب دوم صفحہ ۱۴۰ پر رقمطراز ہیں:

> ''جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت مکمل ہو گئی تو ابوبکر نے رونا شروع کر دیا اور تین دن تک برابر روتے رہے اور کہتے رہے کہ لوگو! میری بیعت توڑ دو میں خلافت کا اہل نہیں ہوں جبکہ تم میں علی رضی اللہ عنہ جیسا شخص موجود ہے پس میں تم سے اپنی بیعت توڑتا ہوں ہے کوئی تم میں مجھ سے کراہت کرنے والا؟ کوئی تم میں مجھ سے بغض رکھنے والا؟ پس ہر بار سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے تھے اور کہتے تھے خدا کی قسم میں تم سے بیعت نہیں توڑوں گا اور نہ تم کو ہرگز اپنی بیعت فسخ کرنے دوں گا''۔

☆ سید امیر علی:

نامور شیعہ مورخ اور جسٹس سید امیر علی اپنی مشہور عالم تصنیف سپرٹ آف اسلام میں رقمطراز ہیں کہ:

''پیروان محمد ﷺ کو فتنہ سے بچانے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً رضی اللہ عنہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی''۔

☆ پھر جسٹس امیر علی اپنی ایک اور کتاب ''تاریخ اسلام'' میں لکھتے ہیں کہ:

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی بزرگی اور اپنے اثر ورسوخ کی بنا پر آنحضرت علیہ السلام کے جانشین منتخب کر لیے گئے آپ رضی اللہ عنہ کی دانائی، فراست اور اعتدال پسندی مسلّم تھی (اسی لیے آنحضرت علیہ السلام کے بعد) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتخاب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آنحضرت علیہ السلام کے خاندان کے افراد نے تسلیم کر لیا۔ (تاریخ اسلام ص ۴۲)

☆ جسٹس سید امیر علی اپنی مشہور و معروف اور گراں قدر تصنیف'' اے شارٹ ہسٹری آف دی سارسنز'' یعنی عربوں کی مختصر تاریخ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صرف دو سال چھ مہینے حکومت کرنے کے بعد ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ (بمطابق ۲۳ اگست ۶۳۴ء) کو اس دنیا سے چل بسے آپ کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ بہت وجیہ تھے آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ دُبلا اور بدن چھریرا تھا عمر کے تقاضے سے آپ رضی اللہ عنہ کی کمر خمیدہ ہوگئی تھی''۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے قریش پر آپ کو بہت زیادہ اقتدار حاصل تھا آپ رضی اللہ عنہ قریش کے بڑے بڑے قاضیوں میں سے تھے آپ اپنی دولت اور سرداری کے سبب مکہ میں بہت ممتاز تھے۔ اپنے ہادی ﷺ کی طرح آپ کی عادات بہت سادہ تھیں۔ آپ نرم دل مگر مستقل مزاج تھے۔ آپ نے اپنی تمام قوتوں کو ملکت کے نظم ونسق اور لوگوں کی بھلائی پر صرف کیا۔ آپ رات کے وقت کنگالوں اور بے کسوں کی امداد کے لیے

مدینے کے گلی کوچوں میں گھومتے۔ اپنے انتخاب کے بعد تھوڑی مدت تک آپ اپنی ذاتی آمدنی سے اپنے اخراجات کی کفالت کرتے رہے۔ چونکہ خلافت کے فرائض کے لیے زیادہ وقت نہیں نکال سکتے تھے۔ اس لیے آپ نے بیت المال سے چھ ہزار درہم سالانہ لینے منظور کر لئے۔ زندگی کے آخری لمحات میں آپ رضی اللہ عنہ کو بیت المال سے روپیہ لینے کا اتنا رنج ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی جائیداد کے ایک حصے کو فروخت کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ اس سے وہ رقم بیت المال میں جمع کروائی جائے۔ جو آپ رضی اللہ عنہ وہاں سے لے چکے تھے۔

☆ خلافت:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے کے سلسلے میں سید امیر علی تحریر کرتے ہیں کہ:

''عربوں میں قبیلوں کی سرداری موروثی نہیں بلکہ انتخابی ہوتی ہے۔ عام حق رائے دہی کی انتہائی صورت پر عمل کیا جاتا ہے۔ سردار کے چنے جانے میں قبیلے کے ہر ممبر کی آواز ہوتی ہے۔ یہ انتخاب متوفی سردار کے خاندان کے زندہ ارکان کی بزرگی کی بنا پر ہوتا ہے۔ یہی پرانی قبائلی رسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی میں عمل میں لائی گئی کیونکہ حالات کی نزاکت کا یہ تقاضا تھا کہ اس مسئلے میں تاخیر نہ کی جاتی۔ (تاریخ اسلام ص ۴۲-۴۳)

''سادگی کانگرسیوں کی اجارہ داری نہیں ہے۔ میں رام اور کرشن کا تذکرہ نہیں کروں گا کہ وہ تاریخی نہیں بلکہ اساطیری حیثیت رکھتے ہیں میں اس سلسلے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام لینے پر مجبور ہوں کہ ایک وسیع مملکت کے کارفرما ہونے کے باوجود اُنہوں نے فقیر بوریہ نشین اپنی زندگیاں بسر کیں۔''

(مہاتما گاندھی Young India, August37)

☆سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بحیثیت محبّ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عشق و محبت کے پیکر اور ایثار و وارفتگی کا نمونہ تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسالہ (وضو کے وقت جسم سے بہہ کر گرنے والا پانی) کو زمین پر گرنے نہیں دیتے تھے۔ تیروں کی بارش میں سپر بن کر آگے کھڑے ہو جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان نچھاور کرنا ان کی عین تمنا اور ایک نگاہِ التفات کو پا لینا ان کے لئے زندگی کا حاصل تھا۔ آنسوؤں سے مسکراہٹ تک اُنہوں نے حیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا کو کتاب ذہن میں منقش کر لیا تھا۔ یہ سارے ہی آسمانِ عشق و محبت کے ستارے تھے مگر جو محبت کا سوز اور عشق کا گداز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں نظر آتا ہے وہ تاریخ محبت کے کسی اور صفحہ پر نہیں ملتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ آسمان محبت کے نیّر اعظم، وارفتگان رسالت کے مقتداء، حسنِ نبوت کی تجلی اول اور مظہر انوارِ رسالت تھے۔

محبت کے ایک مرحلہ میں طالب کے نزدیک مطلوب کا وجود ہی حسنِ تمام ہوتا ہے۔ جو وصف اس کے محبوب میں ہو وہ حسن ہے اور جو صفت اس کے محبوب میں نہ ہو وہ قبح سے عبارت ہوتی ہے وہ محبوب کی صرف مدح سن سکتا ہے برائی کے لئے اس کے کان بہرے ہوتے ہیں جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> ''حُبُّكَ: الشیء یعمی و یصم'' کسی شے کی محبت تمہیں اس کا عیب دیکھنے سے اندھا اور اس کا عیب سننے سے بہرا کر دیتی ہے۔ اگر واقع میں محبوب میں نقص ہو تو وہ محبّ کو نظر نہیں آتا تو جس کا محبوب ہو ہی حُسن مطلق اور بے عیب تو اُسے اپنے محبوب کی شان میں عیب سننا کب گوارا ہو سکتا ہے''۔

ابو جہل نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھ کر کہا ''تم سا بد صورت کوئی نہیں''۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ تڑپ کر بے ساختہ پکار اُٹھے، ''حضور ﷺ آپ جیسا تو حسین کوئی نہیں''۔

جب محبت شدید ہوتی ہے تو محبّ کے ذہن میں ہر وقت محبوب کا فکر زبان پر اس کا ذکر اور دل میں اُس کی یاد رہتی ہے وہ اس کے علاوہ کسی بات کو سوچ نہیں سکتا۔ اس کے بغیر کسی کو دیکھ نہیں سکتا۔ چنانچہ مشہور ہے: ''من احب شيئا اكثر ذكره'' جس کو جس کسی سے محبت ہوتی ہے وہ اُسی کی یاد میں رہتا ہے۔ تبھی تو جب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ تمہیں دنیا میں کیا پسند ہے؟ تو بے اختیار بولے:''النظر الى وجه رسول الله ﷺ'' ۔ بس حضورؐ کے رُخِ زیبا کو دیکھنا۔ (منبہات ابن حجر ص ۲۱ بحوالہ مقالاتِ سعیدی)

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انگشتری دی کہ ''اس پر اللہ کا نام لکھوا لاؤ''۔ انگشتری پر بس اللہ کا نام ہو رسول ﷺ کا نام نہ ہو۔ عقل محض نے یہ مان لیا مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مزاج نہیں مانا، بے پناہ محبت نہیں مانی، چنانچہ اللہ کا نام لکھوا کر لائے اور اس کے رسول ﷺ کا نام بھی لکھوا کر لائے جب انگوٹھی حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچی تو اس پر اللہ محمد اور ابوبکر لکھا ہوا تھا۔ پوچھا تمہیں تو صرف اللہ لکھانے کے لیے کہا تھا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ''حضور ﷺ آپ ﷺ کا نام تو میں نے لکھایا ہے کیونکہ مجھے پسند نہ آیا کہ میں اللہ کے نام سے آپ ﷺ کا نام جُدا کر دُوں'' اپنا نام میں نے نہیں لکھوایا۔

جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا ''اللہ فرماتا ہے: ابوبکر کا نام ہم نے لکھایا ہے۔ ابوبکر کو ہمارے نام سے آپ کے نام کی جدائی پسند نہیں اور ہمیں آپ کے نام سے ابوبکر کے نام کا فراق ناپسند ہے۔ (تفسیر کبیر جلد اول ص ۱۰۷ بحوالہ مذکورہ)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہر عمل اتباع رسول ﷺ اور ہر سانس رضائے رسول ﷺ میں صرف ہوتا تھا۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ منشائے رسالت کے مطابق اور مزاجِ رسول ﷺ میں ڈھلا ہوا تھا۔

جب محبت کی عطائیں اور عشق کی نوازشیں ہوتی ہیں تو محبوب کے جلوے فقط محب

کے ظاہر پر اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ اس کے باطن کو بھی نوازتے ہیں ابوبکر کی سیرت وکردار، فطرت اور مزاج، غرض ہر جگہ تجلّیات رسالت فروزاں تھیں۔ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں اللہ پر اتنا عظیم توکل تھا کہ مالِ دنیاوی نہ ہونے پر بھی مطمئن رہتے تھے۔ یہی مزاج حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بن گیا تھا۔ تبھی توکل کا کُل مال اطمینان سے راہِ خدا میں دیدیا تھا اور یہ کوئی اتفاق نہیں (مشکوٰۃ ص ۵۶۶) بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت کا بے پناہ اثر تھا کہ جس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حیات، حیاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تھی۔ اسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات بھی وفاتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تھی۔ جس طرح خیبر میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک میں یہود یہ کا زہر پہنچا اور فی الفور اس کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال نہیں ہوا بلکہ کچھ عرصہ کے بعد اس کے اثر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ اسی طرح غارِ ثور میں ابوبکر کے جسم میں سانپ کا زہر پہنچا جس کا فوراً اثر نہیں ہوا اور چند سالوں کے بعد اسی اثر سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا۔

جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے کبھی غیر حاضر نہیں رہے۔ ہر غزوہ میں آپ کی ڈھال اور ہر سفر میں پابہ رکاب رہتے تھے۔ ہر خدمت کے موقع پر حاضر رہتے تھے، ہر ضرورت پر کام آتے تھے۔ غارِ ثور میں تین دن اور تین راتیں اس طرح گزریں کہ تجلّیاتِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا شرکت و بالواسطہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر منعکس ہو رہی تھیں رسالت کی خوشبوؤں سے ابوبکر کا دل و دماغ مہک رہا تھا اور انوارِ رسالت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں اس طرح جذب ہو رہے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سراپائے رسول کا مظہر بن گئے تھے حتیٰ کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ پہنچے تو دیکھنے والے دھوکہ کھا گئے اور لوگوں نے سمجھا یہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (اس واقعے کی تفصیل ہم پہلے عرض کر چکے ہیں) کہتے ہیں کہ تلوں کو اگر ایک رات پھولوں میں بسا دیا جائے تو وہ تل پھولوں کے مظہر ہو جاتے ہیں اور ان کا تیل بھی خوشبو دار ہوتا ہے۔ جب پھولوں کا قرب ایک رات میں تلوں کو اپنا مظہر بنا دیتا ہے تو جسے

تین راتیں رسول اللہ ﷺ کا قرب حاصل رہا ہو وہ کیونکر مظہر رسول نہ ہو گیا ہوگا۔
تبھی جب ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے تو اس شان سے پہنچے کہ چہرہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تھا، جمال رسول اللہ ﷺ کا، قامت ابوبکر کی تھی چال رسول اللہ ﷺ کی تھی۔ گفتار رسول اللہ ﷺ کی تھی انوار رسول اللہ کے ایسا لگتا تھا جیسے حضور ﷺ اپنے ساتھ آئینہ لے آئے ہوں۔ جبھی تو لوگوں کو اشتباہ ہو گیا کہ ان دونوں میں سے کون رسول اللہ ﷺ ہیں؟ پس لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ سمجھ کر ان سے ملنے لگے اور تب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چادر ڈال کر حضور ﷺ پر سایہ کیا تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے، اصل یہ ہیں کہ عکس میں ہوں۔ آقا یہ ہیں، غلام میں ہوں۔

اور محبت کا آخری مرحلہ یہی ہے کہ محبوب محب کی ذات میں اس طرح سما جائے کہ محب میں اپنا کچھ نہ رہے۔ رنگ و رُوپ، جمال و کمال سب محبوب کا اور محب و محبوب میں فرق نہیں مابین' پیا کی جیتی جاگتی تفسیر بن جائیں۔ سفرِ ہجرت کے اس آخری موڑ پر محبِ رسول ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس معراج پر نظر آتے ہیں جہاں دُوئی مٹ جاتی ہے اور وحدتِ محض رہ جاتی ہے۔ غالباً ایسے ہی مقام کے لیے کہا گیا ہے کہ ؎

تو من شدی من تو شدم من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(مقالات سعیدی حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی ص ۱۸۱)

خصوصیاتِ صدیقی:

۱ ان کے ذریعہ سے جو لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے ان میں سے کئی بزرگ عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔

۲ یہی وہ بزرگ جنہوں نے مکہ میں سب سے پہلے مسجد تعمیر کی جب کفار مسلمانوں کو کعبہ میں داخل نہ ہونے دیتے تھے۔

۳ یہی شب ہجرت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ غارِ ثور میں تھے۔

۴ انہوں نے اپنے مال سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ و حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جیسے ساتھ

قدیم الاسلام بزرگوں کو کفار کی غلامی سے آزاد کروایا تھا۔

۵ انہی کا ذکر صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

۶ انہی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک میں جب سب سے زیادہ فوج کا اجتماع ہوا، نشانِ اعلیٰ عطا فرمایا تھا۔

۷ انہی کے حکم سے قرآن پاک صحیفہ واحد میں لکھا گیا اور مصحف کے نام سے موسوم ہوا۔ ان کی تعریف میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اشعار بکثرت پائے جاتے ہیں۔

☆ حضرت یوشع بن نون سے مشابہت ☆

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو فرعون کے چنگل سے چھڑا کر لے آئے تو اُنہوں نے بنی اسرائیل کو ایک قوم کے خلاف جہاد کا حکم دیا لیکن: ''بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کے حکم جہاد کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا اور یوں گستاخانہ ان کی جناب کہا ''فاذهب انت وربك فقا تلا انا ههنا قعدون'' (۵-۲۴) (تو اور تیرا خدا دونوں جاؤ اور لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں) بنی اسرائیل کا یہ قصور چالیس سال کے بعد معاف ہوا اور پھر انہوں نے حضرت موسیٰ کے خلیفہ حضرت یوشع بن نون کے ساتھ جہاد کیا اور ظفریاب ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد ہمایوں میں بھی ایسا ہی واقعہ کچھ گنوار لوگوں کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ (ترجمہ)

> (اے نبی!) اعراب (بادیہ نشینوں) کو جو تیرے ساتھ بچھڑ گئے تھے کہہ دیجئے کہ عنقریب تم کو ایک سخت جنگ جو قوم کے ساتھ لڑنے کی دعوت دی جائے گی یا تو اُن سے تمہاری لڑائی ہو گی یا مسلمان ہو جائیں گے۔ اگر تم نے اس وقت حکم مانا تب اللہ تعالیٰ تم کو بہترین اجر عطا فرمائے گا۔)

''سورہ فتح کا نزول ۷ ہجری میں ہوا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں ان ''مخلفین'' کو کبھی دعوت نہ دی گئی تھی کیونکہ قرآن مجید ہی نے ان مخلفین کو جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ چلنے کی ایک دفعہ اجازت بھی چاہی تو یہ بھی بتا دیا تھا۔

(اے نبی! کہہ دیں کہ اب تم کو میری معیت میں خروج کا کبھی موقع نہ ملے گا اور میری معیت میں تم کسی دشمن سے جنگ نہ کرو گے۔ (ص ۹-۸۳)

البتہ ۱۱ ہجری میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جملہ اشخاص و اقوام "دعوت الی الجہاد" دی تھی اور جند در جند عساکر ان کی دعوت پر جمع ہوئے تھے۔ اس واقعہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت آشکارا ہے کہ بنی اسرائیل اور مسلمان دونوں کا قصور ایک ہی تھا۔ ان کا گناہ چالیس سال کی آوارہ گردی و حیرانی کے بعد معاف ہوا تھا اور مسلمانوں کا قصور چار سال کے اندر ہی اندر۔ ضمناً یہ بھی ثابت ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دعوت فی الواقع الٰہی حکم تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بالکل یوشع بن نون کی خلافت کی سی تھی، یہ تشبیہ کامل ہو جاتی ہے۔ جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ارض موعودہ کی بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی دی تھی اور بشارت یوشع بن نون کے ہاتھ پر پوری ہوئی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ارض موعود کی فتح کی نوید مسلمانوں کو دی تھی اور اس کا ایفاء ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہی کے مبارک عہد میں ہوا تھا۔"

(رحمت اللعٰلمین" جلد دوئم ص ۲۷۸ مصنف قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کب کی ☆

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف تھے اور اُن کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اُنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی بادل نخواستہ اور بہ امر مجبوری یا ایک "خاص نظریہ" کے تحت کی تھی۔ گویا دوسرے لفظوں میں اُنہوں نے بظاہر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی لیکن دل سے وہ ان کے مخالف تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کب کی۔ اس کے متعلق مورخین میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض مورخین کہتے ہیں کہ چھ ماہ کے توقف کے بعد کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ فوراً ہی کر لی تھی۔ عہدِ حاضر کے نامور مصری عالم اور مورخ

ڈاکٹر محمد حسین ہیکل نے اپنی مشہور اور بلند پایہ کتاب ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ'' میں دونوں قسم کے مؤرخین کے بیانات نقل کئے ہیں۔ اوّل الذکر مؤرخین کے بیانات درج کرنے کے بعد ڈاکٹر محمد حسین ہیکل رقمطراز ہیں:

''یہ تو ہیں وہ روایتیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن ان کے برعکس بعض ایسی روایتیں بھی ہیں جن میں اس امر سے صراحتاً انکار کیا گیا ہے کہ بنو ہاشم اور بعض مہاجرین بیعت سے علیحدہ رہے۔

ان روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ سقیفہ کی خاص بیعت کے بعد عام بیعت کا وقت آیا تو مہاجرین اور انصار بالاجتماع آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت میں شریک تھے۔ چنانچہ طبری میں مذکور ہے کہ کسی شخص نے سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔

''کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے وقت مدینہ میں موجود تھے؟ اُنہوں نے جواب دیا ''ہاں''۔ اس شخص نے پوچھا ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کب کی گئی؟ اُنہوں نے جواب دیا۔ ''اُسی روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات سخت ناپسند تھی کہ وہ ایک بھی روز بغیر خلیفہ کے زندگی گزاریں''۔

اس پر اس شخص نے پوچھا۔ کیا کسی شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مخالفت بھی کی''؟ اُنہوں نے جواب دیا ''نہیں۔ سوائے مرتدین کے یا ان لوگوں کے جو حالتِ ارتداد کے قریب پہنچ چکے تھے۔'' پوچھا گیا۔ ''کیا مہاجرین میں سے بھی کسی نے بیعت کرنے سے انکار کیا؟ جواب دیا۔ ''نہیں۔ مہاجرین نے تو اس بات کا انتظار بھی نہ کیا کہ کوئی شخص انہیں آکر بیعت کے لیے بُلائے بلکہ اُنہوں نے خود ہی آکر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی''۔

☆ ایک روایت یہ بھی مذکور ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر میں یہ خبر ملی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیعت لینے کے لیے تشریف فرما ہیں تو ان کے بدن پر ایک قمیص

کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا لیکن وہ اسی حالت میں گھر سے باہر نکل آئے اور جلد جلد قدم اُٹھاتے ہوئے مسجد میں پہنچ گئے۔ مبادا بیعت کرنے میں دیر ہو جائے۔ جب بیعت کر لی تو اس کے بعد گھر سے اور کپڑے منگوا کر پہنے۔

☆ بیعت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق درمیانی رائے ☆

بعض روایات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں درمیانی راہ اختیار کی گئی ہے۔ ان روایات کا ملخص یہ ہے کہ بیعت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے حاضرین پر نظر دوڑائی تو زبیر رضی اللہ عنہ کو نہ پایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُنہیں بُلا بھیجا اور کہا:

''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر عم زاد اور حواری! کیا آپ مسلمانوں کی لاٹھی کو توڑنا چاہتے ہیں'' کیا بیعت نہ کر کے مسلمانوں کی قوت کو کمزور کرنا چاہتے ہیں)۔

اُنہوں نے کہا۔ ''یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے سرزنش نہ کیجیے۔ میں بیعت کرتا ہوں''۔ چنانچہ اُنہوں نے کھڑے ہو کر بیعت کر لی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر ایک نظر دوڑائی تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود نہیں۔ آپ نے اُنہیں بھی بلایا اور کہا۔ ''اے رسول اللہ کے برادر عم زاد اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب داماد! کیا آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی لاٹھی کو توڑنا چاہتے ہیں؟''

اُنہوں نے جواب دیا۔ ''خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔'' اور یہ کہہ کر بیعت کر لی''۔

☆ ڈاکٹر محمد حسین ہیکل کہتے ہیں۔ کہ جن لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلا توقف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تھی، ان میں سے اکثر کا خیال ہے کہ ان کی بیعت نہ کرنے سے متعلق روایات عباسیوں کے عہد میں بعض مخصوص سیاسی اغراض کے پیش نظر گھڑی گئیں۔ کچھ لوگ کہتے

ہیں کہ یہ روایات عباسیوں سے بھی پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگوں کے دوران میں بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کی چشمک کے باعث وضع کی گئیں۔

''موخر الذکر گروہ کا بیان ہے کہ عراق اور فارس کی فتح کے بعد وہاں ایرانی نسل لوگوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوگیا جس نے اپنے فائدے کی خاطر اس قسم کی روایات وضع کرنی شروع کیں۔ سلطنت اسلامیہ پر امویوں کے قبضے کی وجہ سے یہ لوگ کھلم کھلا ان روایات کی تشہیر تو نہ کر سکتے تھے۔ لیکن خفیہ طور پر ان کی اشاعت وسیع پیمانے پر کرتے تھے۔ اور اس انتظار میں تھے کہ کب موقع ملے، اور وہ کھلم کھلا اپنے عقائد کا اظہار کرسکیں۔ ابو مسلم خراسانی کے خروج نے اُن کی دیرینہ آرزو پوری کر دی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اور جس طرح ان روایات کا سہارا لے کر بنو عباس نے سلطنت حاصل کی، وہ تاریخ کا ایک خونیں باب ہے''۔

☆ ابوبکرؓ کی پُر امن خلافت ☆

ڈاکٹر صاحب تحریر کرتے ہیں کہ: ''خواہ مؤرخین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم کی بیعتِ خلافت کے متعلق کتنا ہی اختلاف ہو لیکن اس امر پر سب متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روز اول ہی سے خلافت کا کاروبار بغیر کسی شور و شر اور فتنہ و فساد کے سنبھال لیا۔ اس سلسلے میں ایک بھی روایت موجود نہیں جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ بنی ہاشم کے کسی فرد یا کسی اور شخص نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کیخلاف مسلح بغاوت یا اعلانِ جنگ کرنے کا ارادہ کیا ہو۔ چاہے اس کا باعث لوگوں کے دلوں میں اس بلند ترین مرتبے کا احساس ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''اگر میں بندوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا''۔ یا وہ شرفِ قربت ہو جو ہجرت کے موقع پر انہیں حاصل ہوا۔ یا ان کے وہ فضائل ومحاسن ہوں جن کے باعث لوگوں کے دلوں میں ان کی قدر و منزلت کا احساس پیدا ہو

گیا تھا۔ یا وہ مدد ہو جو وہ ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ سے روا رکھتے تھے یا یہ واقعہ ہو کہ آپ ﷺ نے اپنی آخری علالت میں اُنہیں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ بہ ہر حال ان کی بیعت کا سبب خواہ کوئی بھی ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ نہ ان کے مقابلے میں کوئی شخص اُٹھا اور نہ کوئی شخص جس نے ایک مرتبہ ان کی بیعت کر لی تھی، بیعت سے کنارہ کشی کرنے والوں کے پاس گیا''۔(ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ باب دوئم)

☆علی رضی اللہ عنہ (شیرِ خدا)☆

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنہیں بجا طور پر شیرِ خدا بھی کہا جاتا ہے' نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت ڈر کر یا دب کر کی تھی، تو کوئی سچا مسلمان ایک لمحہ کے لیے بھی اس بے ہودہ بات کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوسکتا۔ بھلا اللہ کا شیر اور انسانوں سے ڈرے! قطعاً ناممکن ہے۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کرنا چاہتے تو دنیا کی کوئی طاقت اُنہیں ایسا کرنے پر مجبور نہیں کرسکتی تھی۔ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح اپنا سر کٹا دیتے۔ اپنی آل اولاد کو قربان کر دیتے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت ہرگز نہ کرتے۔ ہم اس بات کے تصور کو بھی ذہن میں لانے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ جو کام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کر گزرے، حضرت علی شیرِ خدا میں اس کے کرنے کی ہمت و جرات نہیں تھی۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہرگز خلاف نہیں تھے۔ ہوسکتا ہے کہ انہیں وقتی طور پر خلافت نہ ملنے کا افسوس ہوا ہو جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے لیکن اتنا سو فیصد یقینی ہے کہ اُنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت انتہائی خلوص دل کے ساتھ کی تھی۔ ان کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اُنہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت اوپرے دل سے کی تھی یعنی ان کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ، تو ان کی عظیم اور بلند و بالا شخصیت پر یہ زبردست الہام ہے اور بلا شبہ ان کی حد درجہ توہین کے مترادف ہے کیونکہ اللہ کے شیروں کے جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر بھی ہوتا ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ان کے دلوں میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ۔ کیونکہ اسی کو دوسرے لفظوں میں منافقت بھی کہتے ہیں۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

☆ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں ☆

حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کیسا سمجھتے تھے۔ ان کے متعلق کیا خیالات رکھتے تھے اوران کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔اس کے متعلق ہم کسی اور کی نہیں بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی متعدد معتبر روایات ذیل درج کرتے ہیں۔ یہ روایات ہم نے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۸۴۹ ہجری تا ۹۱۱ ہجری) کی مشہور و معروف کتاب ''تاریخ الخلفاء'' سے لی ہیں ان روایات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ او حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے باہمی تعلقات کا بھی پورا اندازہ ہو جائے گا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

۱ احمد اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں عمرو بن سفیان سے بسند حسن روایت کی ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگِ جمل میں فتح یاب ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''اے لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امارت کے معاملہ میں ہم سے کوئی وصیت نہیں کی۔ ہم نے اپنی رائے ہی سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور انہوں نے دین کی اقامت و استقامت کی، حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا مناسب سمجھا۔ پس اُنہوں نے بھی دین کی اقامت و استقامت کی اور دین کو ان کے زمانہ میں مخالفین سے آرام ملا''۔

۲ حاکم نے مستدرک اور بیہقی نے دلائل میں ابو وائل سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا۔ ''آپ ہم پر کسی کو خلیفہ کیوں مقرر نہیں فرماتے؟'' آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ نہیں مقرر کیا تو میں کیسے مقرر کروں۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی بہتری چاہی تو اُنہیں اپنے میں سے کسی بہتر شخص کے خلیفہ بنانے پر مجتمع کر دے گا۔ آنحضرت کے بعد سب سے بہتر کے خلیفہ بنانے پر لوگوں کو مجتمع

کیا''۔

۳ ابن سعید حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ ہم نے اپنے امر میں غور کیا تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز میں آگے کیا تھا۔ یعنی امام بنایا تھا۔ تو ہم نے اپنے دنیاوی معاملات کے لیے بھی اسی شخص کو مقدم کیا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ پس ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا۔'' [1]

☆ (۴) حاکم نے مستدرک میں نزال بن اسبرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ''اے امیر المؤمنین! ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حال سے خبر دیجیے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کا نام صدیق، حضرت جبرائیل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے کہلوایا ہے۔ وہ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہمارے دین کے لیے پسند کیا تھا۔ پس ہم نے انہیں اپنی دنیا کے لیے پسند کیا''۔ (اسناد اس حدیث کے جید ہیں)

☆ (۵) دار قطنی اور حاکم نے ابو یحییٰ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ''میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے سنا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان پر صدیق رکھا

---

[1] بیعت خلافت کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایسا ہی قول ''رحمۃ اللعالمین'' (مصنفہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری) میں ''الاستیعاب'' کے حوالہ سے یوں درج کیا گیا ہے:

(ترجمہ) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند شب و روز بیمار رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز کے لیے عرض کیا جاتا تو فرما دیتے کہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں نے غور کیا کہ نماز تو اسلام کا رکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے اس لیے ہم نے دنیا کی حکومت کے لیے بھی اسی پر رضا مندی ظاہر کر دی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا اور اسی لیے ہم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔'' (جلد دوئم۔ ص ۱۵۰ فٹ نوٹ)

ہے"۔

(یعنی اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق رکھا ہے)(سیرۃ الصدیق)

☆ (۶) طبرانی بسندِ جید اور صحیح، حکیم بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ: "اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام "صدیق" آسمان سے نازل کیا ہے"۔

☆ (۷) ابویعلی حاکم اور احمد، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگِ بدر کے دن مجھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم میں سے ایک کی مدد جبرائیل کرتا ہے اور دوسرے کی میکائیل"۔

☆ (۸) ابنِ عساکر نے طریق حارث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"مردوں میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ شرف بہ اسلام ہوئے ہیں"۔

☆ (۹) ابنِ عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشرف باسلام ہوتے ہی اپنا اسلام ظاہر کر دیا تھا اور لوگوں کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف بلانا شروع کیا تھا"۔

☆ (۱۰) بزار اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (ایک دن لوگوں سے) فرمایا: "مجھے بتلاؤ کہ تمام لوگوں سے کون زیادہ شجاع ہے؟" اُنہوں نے کہا کہ "آپ"۔ (اس پر) آپ نے فرمایا کہ: "میں تو صرف اس شخص سے لڑتا ہوں جو (شجاعت و بہادری میں) میرا ہم پلّہ اور برابر ہو۔ (اور یہ کوئی شجاعت نہیں)۔

تم مجھے لوگوں سے زیادہ شجاع کا نام بتاؤ۔ اُنہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ ایسا کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "شجاع ترین شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ کیونکہ یومِ بدر میں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک سائبان سا بنا دیا تھا پھر ہم

نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کون رہے گا؟ تا کہ مشرکین میں سے کوئی آپ ﷺ کی طرف بارادہ شر نہ آنے پائے۔ بخدا ہم میں سے کسی کی ہمت نہ پڑی مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ننگی تلوار لے کر آنحضرت ﷺ کے سر پر (قریب) کھڑے ہو گئے اور جو شخص آنحضرت ﷺ کی طرف آیا۔ آپ اُس پر حملہ کرتے۔ پس آپ سب لوگوں سے شجاع ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کو قریش نے پکڑ لیا اور کوئی آپ ﷺ کو گھسیٹتا، کوئی دھکے دیتا اور وہ کہتے جاتے تھے کہ تو ہی ہے جس نے ایک خدا بنا رکھا ہے۔ بخدا ہم میں سے کوئی بھی آگے نہ بڑھا مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، کسی کو مارتے، کسی کو گھسیٹتے اور کسی کو دھکا دیتے اور کہتے جاتے۔ ''تمہیں خدا کی مار۔ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے''۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر اوپر اُٹھالی اور رو پڑے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کی داڑھی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا ''میں تمہیں قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ مومن آلِ فرعون اچھا ہے یا ابوبکر رضی اللہ عنہ''۔ لوگ خاموش رہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ بخدا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک ساعت مومن آلِ فرعون جیسوں کی ہزار ساعت سے بہتر ہے۔ وہ شخص (یعنی مومن آلِ فرعون) اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور اس شخص (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے اپنے ایمان کو ظاہر کیا''۔

☆ (۱۱) بخاری رحمۃ اللہ علیہ محمد بن علی رضی اللہ عنہ بن ابوطالب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا۔ ''رسول اللہ ﷺ کے بعد کون شخص افضل ہے؟'' آپ نے فرمایا۔ ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔'' میں نے عرض کیا پھر کون ہے''؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ'' پھر آپ نے اس خوف سے کہ مبادا آپ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں کہا کہ'' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو مسلمانوں سے ایک

معمولی شخص ہوں۔"

☆ (۱۲) احمد وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس اُمت میں سب سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

☆ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درجہ تواتر کو پہنچی ہے (یعنی یہ حدیث متواتر ہے) (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب کا قول ہے کہ اَسّی بزرگوں نے اس حدیث کو حضرت شیرِ خدا سے روایت کیا ہے۔

(سیرۃ الصدیق بحوالہ ازالۃ الخفاء)

☆ (۱۳) ابن عساکر نے ابویعلیٰ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "جو شخص مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے گا۔ میں اُس پر کذاب کی حد لگاؤں گا"۔

☆ (۱۴) ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اور میں اُس وقت حاضر تھا۔ غائب نہیں تھا۔ اور نہ میں مریض تھا تو جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند کیا، ہم نے اُسے اپنی دنیا کے لیے پسند کیا۔"

☆ علماء کرام لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت ا کے زمانہ ہی میں امام ہونے کے قابل مانے جانے لگے تھے۔

☆ (۱۵) طبرانی اوسط میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس خدا تعالیٰ کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم نے جس نیکی میں سبقت لینی چاہی اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے سبقت لے گئے"۔ نیز اوسط ہی میں جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں میری محبت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہوسکتا۔"

☆ (۱۶)دار قطنی افراد میں اور خطیب اور ابن عساکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں نے تجھے مقدم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا مگر اُس نے (حضرت) ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) کی تقدیم کے سوا کسی اور کی تقدیم سے انکار کر دیا۔''

☆ (۱۷)دار قطنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (مانعین زکوٰۃ سے) جنگ کرنے کے لیے مدینہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے باگ پکڑ کر کہا:

''اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں جاتے ہو؟ میں آپ سے وہی بات کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے جنگ اُحد میں کہی تھی۔ اپنی تلوار میان میں کیجئے اور اپنے آپ کو تکلیف پہنچا کر ہمیں دردمند نہ کیجئے بخدا اگر (خدانخواستہ) آپ کو کوئی تکلیف پہنچی تو شیرازہ اسلام کبھی درست نہ ہوگا''۔

☆ (۱۸)ابو یعلیٰ کہتے ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''قرآن مجید کے بارے میں سب سے زیادہ اجر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو ملے گا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ ہی نے سب سے پہلے قرآن شریف کو (کتابی شکل میں) جمع کیا تھا۔''

(۱۹ ابنِ عساکر روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کفنایا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ ''مجھے کوئی شخص جو اپنا نامہ اعمال لے کر خدا تعالیٰ سے ملا ہے۔ اس مکفون سے زیادہ عزیز نہیں۔''

(تاریخ الخلفاء، ترجمہ مولوی محمد بشیر صدیقی)

☆ ائمہ اہل بیت کے ارشادات ☆

☆ (۱) ایک شخص نے حضرت امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہو کر استفسار کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی جناب میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کیا مرتبہ تھا؟ فرمایا ''وہی مرتبہ جو اس وقت بھی ہے''۔ (یعنی روضۂ اقدس میں سب سے زیادہ قرب حاصل ہے)

(امام احمد، امام سیوطی نے بھی یہ روایت بیان کی ہے)

☆ (۲) ابی حفصہ سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن حنفیہ اور امام جعفر صادق سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت رائے طلب کی۔ دونوں نے کہا کہ ''وہ دونوں امام عادل تھے۔ ہم ان کو دوست رکھتے ہیں اور ان کے دشمن سے بیزار ہیں''. پھر امام جعفر صادق نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے سالم کیا کوئی انسان اپنے جد کو گالی دے سکتا ہے؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے جد ہیں''۔ مجھ کو میرے جد حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں ان دونوں سے محبت نہ رکھتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے بے زار نہ ہوں''۔ (امام محمد)

☆ (۳) حضرت امام محمد باقر سے روایت ہے کہ ''جو شخص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو نہیں جانتا۔ وہ سنت کو نہیں جانتا''۔ (امام محمد)

☆ (۴) حضرت امام باقر کا قول ہے کہ ''میں نے کسی کو اپنے اہلِ بیت میں نہیں دیکھا جو ان دونوں (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ) سے محبت نہیں رکھتا تھا''۔

(امام محمد)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری اپنی مشہور و معروف اور بلند پایا تصنیف ''رحمۃ اللعالمین'' میں لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق کی والدہ ما جدہ اُمّ فروہ ہیں جو ابو بکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم الفقیہ کی بیٹی ہیں۔ اُمّ فروہ کی والدہ اسماء رضی اللہ عنہا بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اسی لیے امام جعفر صادق فخر افرمایا کرتے تھے۔

☆ ''ولدنی ابوبکر مرتین'' (مجھے ولادت میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دوہرے واسطے ہیں) (جلد دوئم۔ص ۱۲۳)

ایک اور مصنف رقمطراز ہے کہ شیعوں کی ایک معتبر ترین کتاب ''احقاق الحق'' میں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد تحریر ہے:

''جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے نانا ہیں کیا کوئی آدمی اپنے اجداد کو گالی دینا پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی شان اور عزت نہ دے۔ اگر میں صدیق رضی اللہ عنہ کی عزت وعظمت اور تعظیم وتکریم کو تسلیم نہ کروں۔ (ترجمہ احقاق الحق)

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر آپ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ:

''میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں دو طرح سے شامل ہوں۔''

آپ کے اس ارشاد کی تشریح اسی کتاب نیز دیگر متعدد معتبر کتب شیعہ میں بدیں الفاظ مرقوم ہے۔

''امام جعفر صادق کی ماں ام فروہ، قاسم بن محمد بن ابوبکر کی بیٹی تھیں اور فروہ کی ماں اسماء عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں''۔

گویا آپ کی والدہ کا شجرہ نسب دو طریقوں سے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے اور اس بات پر آپ کو فخر تھا۔ (''حقیقت مذہب شیعہ'' مصنفہ حکیم فیض عالم صدیقی راجوروی طبع ثانی ۱۹۷۸ء لاہور بحوالہ ''صافی شرح اصول کافی ص ۲۱۴ کشف الغمہ ص ۱۲۵، ۲۲۲، جلاء العیون احتجاج طبرسی ص ۲۰۵، ۲۴۸ بحوالہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مصنفہ سید عبدالصبو طارق۔ لاہور)

☆ سید عبدالصبور طارق لکھتے ہیں کہ جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے اسے پڑھ کر بھی اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہلِ بیت اطہار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے یا اُنہیں اچھا نہیں سمجھتے تھے تو پھر اسے بدترین تعصب ہی کا نام دیا جا سکتا ہے اور یہ

بات ہر ذی فہم اور صاحبِ شعور کو بخوبی معلوم ہے کہ تعصب بلا شبہ اندھا اور بہرا ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ حق کے خلاف باطل کی حمایت کرتا ہے۔

کوئی ماننا چاہے تو یہ چند مثالیں ہی کافی ہیں ورنہ ہزار مثالیں بھی بے کار ہیں۔

طوفانِ نوح لانے سے اے چشم فائدہ!
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

☆کراماتِ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ☆

☆(1) کھانے میں عظیم برکت

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت کے تین مہمانوں کو اپنے گھر لائے اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے اور گفتگو میں مصروف رہے، یہاں تک کہ رات کا کھانا آپ رضی اللہ عنہ نے دسترخوانِ نبوت پر کھا لیا اور بہت زیادہ رات گزر جانے کے بعد مکان پر واپس تشریف لائے۔ ان کی بیوی نے عرض کیا کہ آپ اپنے گھر پر مہمانوں کو بلا کر کہاں غائب رہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تک تم نے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی صاحبہ نے کہا کہ میں نے کھانا پیش کیا مگر ان لوگوں نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ اپنے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر بہت زیادہ خفا ہوئے اور وہ خوف و دہشت کی وجہ سے چھپ گئے اور آپ کے سامنے نہیں آئے۔ پھر جب آپ کا غصہ فرو ہو گیا تو آپ مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لئے بیٹھ گئے اور سب مہمانوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھا لیا۔ ان مہمانوں کا بیان ہے کہ جب ہم کھانے کے برتن میں سے لقمہ اٹھاتے تو جتنا کھانا ہاتھ میں آتا تھا، اس سے کہیں زیادہ کھانا برتن میں نیچے سے اُبھر کر بڑھ جاتا تھا اور جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو کھانا بجائے کم ہونے کے برتن میں پہلے سے زیادہ ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے متعجب ہو کر اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ برتن میں کھانا پہلے سے کچھ زائد نظر آتا ہے۔ بیوی صاحبہ نے قسم کھا کر کہا واقعی یہ کھانا تو پہلے سے تین گنا بڑھ گیا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کھانے کو اُٹھا کر بارگاہِ رسالت میں لے گئے۔ جب صبح ہوئی تو ناگہاں مہمانوں کا ایک قافلہ دربارِ رسالت میں

اترا جس میں بارہ قبیلوں کے بارہ سردار تھے اور ہر سردار کے ساتھ بہت سے دوسرے شتر سوار بھی تھے۔ ان سب لوگوں نے یہی کھانا کھایا اور قافلہ کے تمام سردار اور تمام مہمانوں کا گروہ اس کھانے کو شکم سیر کھا کر آسودہ ہو گیا لیکن پھر بھی اس برتن میں کھانا ختم نہیں ہوا۔ (بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۵۰۶ مختصراً بحوالہ کراماتِ اولیاء)

(2) شکم مادر میں کیا ہے؟

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض وفات میں اپنی صاحبزادی اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! آج تک میرے پاس جو مال تھا وہ آج وارثوں کا مال ہو چکا ہے اور میری اولاد میں تمہارے دونوں بھائی عبدالرحمٰن و محمد اور تمہاری دونوں بہنیں ہیں، لہٰذا تم لوگ میرے مال کو قرآنِ حکیم کے حکم کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لینا۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان! میری تو ایک ہی بہن "بی بی اَسماء" ہیں۔ یہ میری دوسری بہن کون ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میری بیوی "بنت خارجہ" جو حاملہ ہے اس کے شکم میں لڑکی ہے، وہ تمہاری دوسری بہن ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام "اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا" رکھا گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۰ اُردو ترجمہ)

☆ اس حدیث کے بارے میں حضرت علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمتہ نے تحریر فرمایا کہ اس حدیث سے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں ثابت ہوتی ہیں:

☆ اول: یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کو قبل وفات یہ علم ہو گیا تھا کہ میں اسی مرض میں دنیا سے رحلت کروں گا، اس لئے بوقت وصیت آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کہ میرا مال آج میرے وارثوں کا مال ہو چکا ہے۔"

☆ دوم: یہ کہ حاملہ کے شکم میں لڑکا ہے یا لڑکی، اور ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں کا علم یقیناً غیب کا علم ہے جو بلاشبہ و بالیقین پیغمبر کے جانشین حضرت امیر المؤمنین ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کی دو عظیم کرامتیں ہیں۔

(ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص 21، حجۃ اللہ جلد دوم ص 860)

☆ ضروری انتباہ:

حدیث مذکور بالا اور علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ "مَافِی الْاَرْحَامِ" (جو کچھ ماں کے پیٹ میں ہے اس کا علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہو گیا تھا، لہٰذا یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ قرآن حکیم کی سورہ لقمان (لقمٰن) میں جو "یَعْلَمُ مَافِی الْاَرْحَامِ ط" آیا ہے، یعنی خدا کے سوا کوئی اس بات کو نہیں جانتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدا کے بتائے ہوئے کوئی اپنی عقل وفہم سے نہیں جان سکتا کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ لیکن خداوند تعالیٰ کے بتا دینے سے دوسروں کو بھی اس کا علم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام وحی کے ذریعے اور اولیائے امت کشف وکرامت کے طور پر خداوند قدوس کے بتا دینے سے یہ جان لیتے ہیں کہ ماں کے شکم میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ مگر اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی، ازلی وابدی اور قدیم ہے اور انبیاء واولیاء کا علم عطائی وفانی اور حادث ہے۔ اللہ اکبر!

کہاں خداوند قدوس کا علم اور کہاں بندوں کا علم؟ دونوں میں بے انتہا فرق ہے۔

☆ (3) نگاہِ کرامت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاتِ حسرت آیات کے بعد جو قبائل عرب مرتد ہو کر اسلام سے پھر گئے تھے ان میں قبیلہ کندہ بھی تھا۔ چنانچہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس قبیلہ والوں سے بھی جہاد فرمایا اور مجاہدین اسلام نے اس قبیلہ کے سردارِ اعظم یعنی اشعث بن قیس کو گرفتار کر لیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر اس کو دربارِ خلافت میں پیش کیا۔ امیر المؤمنین کے سامنے آتے ہی اشعث بن قیس نے بآوازِ بلند اپنے جرمِ ارتداد کا اقرار کر لیا اور پھر فوراً ہی توبہ کر کے صدقِ دل سے اسلام قبول کر لیا۔ امیر المؤمنین نے خوش ہو کر اس کا قصور معاف کر دیا اور اپنی بہن حضرت "اُمِّ فروہ" رضی اللہ عنہا سے اس کا نکاح کر کے اس کو اپنی قسم قسم کی عنایتوں اور نوازشوں سے سرفراز

کر دیا۔ تمام حاضرین دربار حیران رہ گئے کہ مرتدین کا سردار جس نے مرتد ہو کر امیر المؤمنین سے بغاوت اور جنگ کی اور بہت سے مجاہدین اسلام کا خون ناحق کیا۔ ایسے خونخوار، باغی اور اتنے بڑے خطرناک مجرم کو امیر المؤمنین نے اس قدر کیوں نوازا؟ لیکن جب اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے صادق الاسلام ہو کر عراق کے جہادوں میں اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر ایسے ایسے مجاہدانہ کارنامے انجام دیئے کہ عراق کی فتح کا سہرا انہیں کے سر رہا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ قادسیہ اور قلعۂ مدائن و جلولا و نہاوند کی لڑائیوں میں انہوں نے سرفروشی و جانبازی کے جو حیرتناک مناظر پیش کیے، انہیں دیکھ کر سب کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ واقعی امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نگاہِ کرامت نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی ذات میں چھپے ہوئے کمالات کے جن انمول جوہروں کو برسوں پہلے دیکھ لیا تھا وہ کسی اور کو نظر نہیں آئے تھے۔ یقیناً یہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک بہت بڑی کرامت ہے۔

(ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص 39)

☆ اسی لئے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عام طور پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے علم میں تین ہستیاں ایسی گزری ہیں جو فراست کے بلند ترین مقام پر پہنچی ہوئی تھیں:

☆ اول: امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ ان کی نگاہِ کرامت کی نوری فراست نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کمالات کو تاڑ لیا تھا اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلافت کے لئے منتخب فرمایا جس کو تمام دنیا کے مورخین اور دانشوروں نے بہترین قرار دیا۔

☆ دوم: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی صفورا رضی اللہ عنہا کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روشن مستقبل کو اپنی فراست سے بھانپ لیا اور اپنے والد حضرت شعیب علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ علیہ السلام اس جوان کو بطورِ اجیر کے اپنے گھر پر رکھ لیں جبکہ انتہائی کسمپرسی کے عالم میں فرعون کے ظلم سے بچنے کے لئے حضرت

موسیٰ علیہ السلام اکیلے ہجرت کر کے مصر سے ''مدین'' پہنچ گئے تھے، چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اپنے گھر پر رکھ لیا اور ان کی خوبیوں کو دیکھ کر اور ان کے کمالات سے متاثر ہو کر اپنی صاحبزادی حضرت بی بی صفورا کا نکاح ان سے کر دیا اور اس کے بعد خداوند قدوس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت و رسالت کے شرف سے سرفراز فرما دیا۔

☆ سوم: عزیز مصر کہ انہوں نے اپنی بیوی حضرت زلیخا کو حکم دیا کہ اگر چہ حضرت یوسف علیہ السلام ہمارے زرخرید غلام بن کر ہمارے گھر میں آئے ہیں، مگر خبردار! تم ان کے اعزاز و اکرام کا خاص طور پر اہتمام و انتظام رکھنا، کیونکہ عزیز مصر نے اپنی نگاہِ فراست سے حضرت یوسف علیہ السلام کے شاندار مستقبل کو سمجھ لیا تھا کہ گو یہ آج غلام ہیں، مگر یہ ایک دن مصر کے بادشاہ ہوں گے۔

(تاریخ الخلفاء ص 57، ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص 33)

☆(4) کلمہ طیبہ سے قلعہ مسمار☆

امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں قیصر روم سے جنگ کے لئے مجاہدین اسلام کی ایک فوج روانہ فرمائی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس فوج کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ یہ اسلامی فوج قیصر روم کی لشکری طاقت کے مقابلے میں صفر کے برابر تھی، مگر جب اس فوج نے رومی قلعہ کا محاصرہ کیا اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ مارا تو کلمہ طیبہ کی آواز سے قیصر رُوم کے قلعہ میں ایسا زلزلہ آ گیا کہ پورا قلعہ مسمار ہو کر اس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور دمِ زدن میں قلعہ فتح ہو گیا۔ بلاشبہ یہ امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت ہی شاندار کرامت ہے، کیونکہ آپ نے اپنے دست مبارک سے جھنڈا باندھ کر اور فتح کی بشارت دیکر اس فوج کو جہاد کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ (ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص 40)

☆(5) خون میں پیشاب کرنے والا

ایک شخص نے امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر

المؤمنین! میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میں خون میں پیشاب کر رہا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انتہائی غیظ وغضب اور جلال میں تڑپ کر فرمایا کہ تو اپنی بیوی سے حیض کی حالت میں صحبت کرتا ہے۔ لہٰذا اس گناہ سے توبہ کر اور خبردار! آئندہ ہرگز ہرگز کبھی بھی ایسا مت کرنا۔ وہ شخص اس اپنے چھپے ہوئے گناہ پر نادم وشرمندہ ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تائب ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص 72 بحوالہ کرامات صحابہ ص 49)

☆ (6) سلام سے دروازہ کھل گیا:

جب حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقدس جنازہ لے کر لوگ حجرۂ منورہ کے پاس پہنچے تو لوگوں نے عرض کیا کہ

"اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ" یہ عرض کرتے ہی روضہ منورہ کا بند دروازہ خود بخود کھل گیا، رتمام حاضرین نے قبر انور سے یہ غیبی آواز سنی: "اُدْخِلُوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ" (یعنی حبیب کو حبیب کے دربار میں داخل کر دو) حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح اجازت حاصل ہونے کے بعد پہلوئے نبوت میں آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔ (تاریخ کبیر جلد 5 ص 478، شواہد النبوۃ ص 263)

صحابہ جب جنازہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا لائے
چلے آؤ میرے پیارے ندا آئی یہ اندر سے
ترے ذوقِ محبت کو شرف اللہ نے یہ بخشا
کہ حاصل ہے حضوری دائمی تجھ کو پیمبر کی

☆ (7) کشفِ مستقبل:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفاتِ اقدس سے صرف چند دن پہلے رومیوں سے جنگ کے لئے ایک لشکر کی روانگی کا حکم فرمایا اور اپنی علالت ہی کے دوران اپنے دست مبارک سے جنگ کا جھنڈا باندھا اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں یہ نشانِ اسلام دے کر انہیں اس لشکر کا سپہ سالار بنایا۔ ابھی یہ لشکر مقامِ "جرف" میں خیمہ زن تھا اور عساکر اسلامیہ کا اجتماع ہو ہی رہا تھا کہ وصال کی خبر پھیل گئی اور یہ لشکر مقامِ "جرف"

سے مدینہ منورہ واپس آ گیا۔ وصال کے بعد ہی بہت سے قبائل عرب مرتد اور اسلام سے منحرف ہوکر کافر ہو گئے نیز مسیلمۃ الکذاب نے اپنی نبوت کا دعویٰ کر کے قبائل عرب میں ارتداد کی آگ بھڑکا دی اور بہت سے قبائل مرتد ہو گئے۔ اس انتشار کے دور میں امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تختِ خلافت پر قدم رکھتے ہی سب سے پہلے یہ حکم فرمایا کہ ''جیش اسامۃ'' یعنی اسلام کا وہ لشکر جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت روانہ فرمایا اور وہ واپس لوٹ آیا ہے، دوبارہ اس کو جہاد کے لئے روانہ کیا جائے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہِ خلافت کے اس اعلان سے انتہائی متوحش ہو گئے اور کسی طرح بھی یہ معاملہ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسی خطرناک صورت حال میں جب کہ بہت سے قبائل اسلام سے منحرف ہو کر مدینہ منورہ پر حملوں کی تیاریاں کر رہے ہیں اور جھوٹے مدعیانِ نبوت نے جزیرۃ العرب میں لوٹ مار اور بغاوت کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ اتنی بڑی اسلامی فوج کا جس میں بڑے بڑے نامور اور جنگ آزما صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود ہیں، ملک سے باہر بھیج دینا اور مدینہ منورہ کو بالکل عساکر اسلامیہ سے خالی چھوڑ کر خطرات مول لینا کسی طرح بھی عقل سلیم کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوسکتا چنانچہ صحابۂ کبار کی ایک منتخب جماعت جس کے ایک فرد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں، بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے جانشین پیغمبر! ایسے مخدوش اور پر خطر ماحول میں جبکہ مدینہ منورہ کے چاروں طرف مرتدین نے شورش پھیلا رکھی ہے، یہاں تک کہ مدینہ منورہ حملہ کے خطرات درپیش ہیں۔ آپ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانگی سے روک دیں تا کہ اس فوج کی مدد سے مرتدین کا مقابلہ کیا جائے اور ان کا قلع قمع کر دیا جائے۔

یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے جوش غضب میں تڑپ کر فرمایا کہ خدا کی قسم! مجھے پرندے اُچک لے جائیں یہ مجھے گوارا ہے لیکن میں اس فوج کو روانگی سے روک دوں جس کو اپنے دست مبارک سے جھنڈا باندھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا، یہ ہرگز ہرگز کسی حال میں بھی میرے لئے (نزدیک) قابل قبول نہیں ہوسکتا، میں اس لشکر کو

ضرور روانہ کروں گا اور اس میں ایک دن کی بھی تاخیر برداشت نہیں کروں گا چنانچہ آپ نے تمام صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود اس لشکر کو روانہ کر دیا۔ خدا کی شان کہ جب جوشِ جہاد میں بھرا ہوا عساکر اسلامیہ کا یہ سمندر موجیں مارتا ہوا روانہ ہوا تو اطراف و جوانب کے تمام قبائل میں شوکت اسلام کا سکہ بیٹھ گیا اور مرتد ہو جانے والے قبائل یا وہ قبیلے جو مرتد ہونے کا ارادہ رکھتے تھے، مسلمانوں کا یہ دل بادل لشکر دیکھ کر خوف و دہشت سے لرزہ براندام ہو گئے اور کہنے لگے کہ اگر خلیفہ وقت کے پاس بہت بڑی فوج ریزرو (RESERVE) موجود نہ ہوتی تو وہ بھلا اتنا بڑا لشکر ملک کے باہر کس طرح بھیج سکتے تھے؟ اس خیال کے آتے ہی ان جنگجو قبائل نے جنہوں نے مرتد ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا پلان بنایا تھا، خوف و دہشت سے سہم کر اپنا پروگرام ختم کر دیا بلکہ بہت سے پھر تائب ہو کر آغوشِ اسلام میں آ گئے اور مدینہ منورہ مرتدین کے حملوں سے محفوظ رہا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا لشکر مقام ''اُبنیٰ'' میں پہنچ کر رومیوں کے لشکر سے مصروف پیکار ہو گیا اور وہاں بہت ہی خوں ریز جنگ کے بعد لشکر اسلام فتح یاب ہو گیا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بے شمار مالِ غنیمت لے کر چالیس دن کے بعد فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اور اب تمام صحابہ کرام انصار و مہاجرین پر اس راز کا انکشاف ہو گیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرنا عین مصلحت کے مطابق تھا، کیونکہ اس لشکر نے ایک طرف تو رومیوں کی عسکری طاقت کو تہس نہس کر دیا اور دوسری طرف مرتدین کے حوصلوں کو بھی پست کر دیا۔

☆ یہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک عظیم کرامت ہے کہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات آپ رضی اللہ عنہ پر قبل از وقت منکشف ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس فوج کشی کے مبارک اقدام کو اس وقت اپنی نگاہِ کرامت سے نتیجہ خیز دیکھ لیا تھا جبکہ وہاں تک دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا وہم و گمان بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

(تاریخ الخلفاء ص 51، مدارج النبوۃ جلد 6 ص 409 تا 411 وغیرہ)

☆(8) مدفن کے بارے میں غیبی آواز:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو کہاں دفن کیا جائے؟ بعض لوگوں نے کہا کہ ان کو شہدائے کرام کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے اور بعض حضرات چاہتے تھے کہ آپ کی قبر شریف جنت البقیع میں بنائی جائے، لیکن میری دلی خواہش یہی تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ میرے اسی حجرہ میں سپرد خاک کئے جائیں جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر منور ہے یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور خواب میں یہ آواز میں نے سنی کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ ''ضُمُّو الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ'' (یعنی حبیب کو حبیب سے ملا دو) خواب سے بیدار ہو کر میں نے لوگوں سے اس آواز کا ذکر کیا تو بہت سے لوگوں نے کہا کہ یہ آواز ہم لوگوں نے بھی سنی ہے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر بہت سے لوگوں کے کانوں میں یہ آواز آئی ہے۔ اس کے بعد تمام صحابہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر اطہر روضہ منورہ کے اندر بنائی جائے۔ اس طرح آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے اقدس میں مدفون ہو کر اپنے حبیب کے قرب خاص سے سرفراز ہو گئے۔

(شواہد النبوۃ ص 150 از حضرت العلام نور الدین جامی علیہ الرحمۃ)

☆(9) دشمن خنزیر و بندر بن گئے:

حضرت امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے ثقات سے نقل کیا ہے کہ ہم لوگ تین آدمی ایک ساتھ یمن جا رہے تھے۔ ہمارا ایک ساتھی جو کہ کوفی تھا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں بد زبانی کر رہا تھا، ہم لوگ اس کو بار بار منع کرتے تھے مگر وہ اپنی اس حرکت سے باز نہیں آتا تھا جب ہم لوگ یمن کے قریب پہنچ گئے تو ہم نے اس کو نمازِ فجر کے لئے جگایا تو وہ کہنے لگا میں نے ابھی ابھی یہ خواب دیکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سرہانے تشریف فرما ہوئے اور مجھے فرمایا کہ ''اے فاسق! خداوند تعالیٰ نے تجھ کو ذلیل و خوار فرمایا اور تو اسی منزل میں مسخ ہو جائے گا۔'' اس کے بعد فوراً

ہی اس کے دونوں پاؤں بندر جیسے ہو گئے اور تھوڑی دیر میں اس کی صورت بالکل ہی بندر جیسی ہوگئی۔ ہم لوگوں نے نمازِ فجر کے بعد اس کو پکڑ کر اونٹ کے پالان کے اوپر رسیوں سے جکڑ کر باندھ دیا اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ غروب آفتاب کے وقت جب ہم ایک جنگل میں پہنچے تو چند بندر وہاں جمع تھے جب اس نے بندروں کے غول کو دیکھا تو رسی تڑوا کر یہ اونٹ کے پالان سے کود پڑا اور بندروں کے غول میں شامل ہو گیا۔ ہم لوگ حیران ہو کر تھوڑی دیر وہاں ٹھہر گئے تا کہ ہم یہ دیکھ سکیں کہ بندروں کا غول اس کے ساتھ کس طرح پیش آتا ہے، تو ہم نے یہ دیکھا کہ یہ بندروں کے پاس بیٹھا ہوا ہم لوگوں کی طرف بڑی حسرت سے دیکھتا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ گھڑی بھر کے بعد جب سب بندر وہاں سے دوسری طرف جانے لگے تو یہ بھی ان بندروں کے ساتھ چلا گیا۔ (شواہد النبوۃ ص 153)

☆ اسی طرح امام مستغفری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرد صالح سے نقل کیا ہے کہ کوفہ کا ایک شخص جو حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بھلا کہا کرتا تھا ہر چند لوگوں نے اس کو منع کیا مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ تنگ آ کر ہم لوگوں نے اس کو کہہ دیا کہ تم ہمارے قافلے سے الگ ہو کر سفر کرو چنانچہ وہ ہم لوگوں سے الگ ہو گیا۔ جب ہم لوگ منزل مقصود پر پہنچ گئے اور کام پورا کر کے وطن کی واپسی کا قصد کیا تو اس شخص کا غلام ہم لوگوں سے ملا۔ جب ہم نے اس سے کہا کہ کیا تم اور تمہارا مولیٰ ہمارے قافلہ کے ساتھ وطن جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ یہ سن کر غلام نے کہا کہ میرے مولیٰ کا حال تو بہت ہی برا ہے۔ ذرا آپ لوگ میرے ساتھ چل کر اس کا حال دیکھ لیجئے۔ غلام ہم لوگوں کو ساتھ لے کر ایک مکان میں پہنچا وہ شخص اداس ہو کر ہم لوگوں سے کہنے لگا کہ مجھ پر تو بڑی افتاد پڑ گئی ہے۔ پھر اس نے اپنی آستین سے دونوں ہاتھوں کو نکال کر دکھایا تو ہم لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس کے دونوں ہاتھ خنزیر کے ہاتھوں کی طرح ہو گئے تھے۔ آخر ہم لوگوں نے اس پر ترس کھا کر اپنے قافلہ میں شامل کر لیا، لیکن دورانِ سفر ایک جگہ چند خنزیروں کا ایک جھنڈ نظر آیا اور یہ شخص بالکل ہی ناگہاں مسخ ہو کر آدمی سے خنزیر بن گیا

اور خنزیروں کے ساتھ مل کر دوڑنے بھاگنے لگا، مجبوراً ہم لوگ اس کے غلام اور سامان کو اپنے ساتھ کوفہ تک لائے۔ (شواہد النبوۃ ص 154)

☆(10) شیخین کا دشمن کتا بن گیا:

اسی طرح امام مستغفری رحمتہ اللہ علیہ ایک بزرگ سے ناقل ہیں کہ میں نے ملک شام میں ایک ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کی جس نے نماز کے بعد حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں بددعا کی۔ جب دوسرے سال میں نے اسی مسجد میں نماز پڑھی تو نماز کے بعد امام نے حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے حق میں بہترین دعا مانگی۔ میں نے نمازیوں سے پوچھا کہ تمہارے پرانے امام کو کیا ہوا؟ تو لوگوں نے کہا آپ ہمارے ساتھ چل کر اس کو دیکھ لیجئے! میں جب ان لوگوں کے ساتھ ایک مکان میں پہنچا، تو یہ دیکھ کر مجھ کو بڑی عبرت ہوئی کہ ایک کتا بیٹھا ہوا ہے اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ تم وہی امام ہو جو حضرات شیخین کے لئے بددعا کیا کرتا تھا تو اس نے سر ہلا کر جواب دیا کہ ہاں!

(شواہد النبوۃ ص 156) اللہ اکبر! سبحان اللہ! کیا عظیم الشان ہے شانِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی! بالخصوص یارِ غارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی۔ کیا خوب کہا ہے کسی مداحِ صحابہ نے ؎

بیچ میں شمع تھی اور چاروں طرف پروانے — ہر کوئی اس کے لئے جان جلانے والا
دعویٰ الفت احمد تو سبھی کرتے ہیں — کوئی نکلے تو ذرا رنج اُٹھانے والا

کام اُلفت کے تھے وہ جن کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا
کیا نہیں یاد تمہیں ''غار'' میں جانے والا

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقوالِ زرّیں وارشاداتِ عالیہ ☆

☆۱- اللہ سے عافیت، عفو اور یقین واطمینان طلب کیا کرو۔

☆۲- رویا کرو اللہ کے خوف سے اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت بنالیا کرو۔

☆۳- سو درہم میں سے اڑھائی درہم بخیلوں اور دنیا داروں کی زکوٰۃ ہے اور صدیقوں کی زکوٰۃ تمام مال کا صدقہ کردینا ہے۔

☆۴- تم میں سے کوئی شخص کسی مسلمان کی تحقیر نہ کرے کیونکہ بہت سے کم درجے والے اللہ کے نزدیک بڑا درجہ رکھتے ہیں۔

☆۵- عبادت ایک پیشہ ہے، دکان اس کی خلوت ہے، راس المال اس کا تقویٰ ہے اور نفع اس کا جنت ہے۔

☆۶- عزت ہم نے تقویٰ میں پائی اور غناء یقین میں اور شرافت تواضع میں۔

☆۷- صدقہ فقیر کے سامنے عاجزی سے باادب پیش کر کیونکہ خوشدلی سے صدقہ دینا قبولیت کا نشان ہے۔

☆۸- آپس میں قطع رحمی نہ کرو۔ بغض وحسد نہ کرو۔ اللہ کے فرمانبردار بندے اور آپس میں بھائی بھائی رہو جیسا کہ اللہ نے حکم دیا۔

☆۹- نہیں حاصل ہوتی دولت ساتھ آرزو کے، نہیں حاصل ہوتی جوانی ساتھ خضاب کے، نہیں حاصل ہوتی صحت ساتھ دواؤں کے۔

☆۱۰- مکار اور بدخلق جنت میں داخل نہ ہوگا۔

☆۱۱- گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے مگر گناہ سے بچنا واجب تر ہے۔

☆۱۲- مرنے کی خواہش رکھو زندگی ملے گی۔

☆۱۳- مصیبت میں صبر کرنا سخت ہے مگر صبر کے ثواب کو ضائع نہ ہونے دینا سخت تر ہے۔

☆۱۴- اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن ہر دو کو دیکھتا ہے۔

☆۱۵- زبان کو شکوہ سے روک، خوشی کی زندگی عطا ہو گی۔

☆۱۶- زیادہ گفتگو کرنے سے بعض باتیں تو یاد رہتی ہیں مگر بعض بھول جاتی ہیں۔

☆۱۷- تین عادتیں ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں پائی جائیں گی وہ خود اس کے لئے وبال بن جائیں گی۔ ظلم و تعدیٰ' بدعہدی اور مکر و فریب

☆۱۸- جہادِ کفار (جہاد) اصغر ہے اور جہاد نفس جہاد اکبر ہے۔

☆۱۹- وہ قوم ذلیل ہو جاتی ہے جو اپنے معاملات میں کسی عورت کی رائے یا مشورہ پر بھروسہ کرتی ہے۔

☆۲۰- اللہ اس پر رحمت کرتا ہے جو بذاتِ خود اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

☆۲۱- خوفِ الٰہی بقدرِ علم ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ سے بے خوفی بقدرِ جہالت

☆۲۲- دوسروں سے احسان کرنا انسان کو برائی کے غلبہ سے محفوظ رکھتا ہے۔

☆۲۳- خلقت سے تکلیف دور کر کے خود اٹھا لینا حقیقی سخاوت ہے۔

☆۲۴- کاش! میں ایک پودا ہوتا جسے کاٹ کر کھا لیا جاتا۔

☆۲۵- خدائی آنکھیں تمہاری نگرانی کرتی رہتی ہیں۔

☆۲۶- جسے رونے کی طاقت نہ ہو، وہ رونے والوں پر رحم ہی کیا کرے۔

☆۲۷- علم کے سبب کسی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا، بخلاف مال کے۔

☆۲۸- جو شخص اللہ کی محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے پھر اس کو طلب دنیا کی فرصت نہیں ملتی۔ انسانوں کو اس سے وحشت ہوتی ہے۔

☆۲۹- عورتوں کو سونے کی سرخی اور زعفران کی زردی نے ہلاک کر رکھا ہے۔

☆۳۰- سب سے بڑی دانائی زہد و تقویٰ اختیار کرنا ہے اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور میں مبتلا ہو جانا ہے۔ سب سے بڑی سچائی امانت داری ہے۔ سب سے بڑا جھوٹ بددیانتی ہے۔

☆۳۱- مصیبت کی جڑ کی بنیاد انسان کی گفتگو ہے۔

☆۳۲- علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال کفار، فرعون و قارون وغیرہ کی۔

☆۳۳- دل مردہ ہے اور اس کی زندگی علم ہے۔ علم بھی مردہ ہے اور اس کی زندگی طلب کرنے سے ہے۔

☆۳۴- جو اللہ تعالیٰ کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔

☆۳۵- تین عادتیں ایسی ہیں کہ جن میں وہ پائی جائیں گی وہ اللہ کے برگزیدہ بندوں میں شمار ہوگا جو توبہ کرنے والے سے خوش ہوتا ہو جو گنہگار کے حق میں دعائے مغفرت کرتا ہو جو اسلام سے روگردانی کرنے والے کو اسلام کی طرف بلاتا ہو۔

☆۳۶- اللہ اس پر رحمت کرتا ہے جو بذات خود اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

☆۳۷- وہ علماء حق تعالیٰ کے دشمن ہیں جو امراء کے پاس جاتے ہیں اور وہ امراء حق تعالیٰ کے دوست ہیں جو علماء کے پاس جاتے ہیں۔

☆۳۸- بُروں کی ہم نشینی سے تنہائی بدرجہا بہتر ہے اور تنہائی سے صلحاء کی صحبت بدرجہا بہتر ہے۔

☆۳۹- اخلاص یہ ہے کہ اعمال کا عوض نہ چاہے۔ دنیا کو آخرت کے لئے اور آخرت کو اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دے۔

☆۴۰- جس پر نصیحت اثر نہ کرے وہ جانے کہ میرا دل ایمان سے خالی ہے۔

☆حیاتِ صدیق رضی اللہ عنہ ایک نظر میں☆

☆ بڑے مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔

☆ بلا تردّد اسلام لائے۔

☆ اسراء کی تصدیق کر کے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا لقب پایا

☆ اخلاص اور دیانت کے صلے میں ''امن الناس'' کا خطاب پایا

☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیق غار تھے۔

☆ ان کے گھر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے غار میں کھانا پہنچتا رہا۔

☆ ان کے گھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن بلائے تشریف لے آتے۔

☆ بوقت طلب اپنا تمام اثاثہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔

☆ ان کی تنہا ذات کو قرآن حکیم میں ''صاحب النبی'' کا لقب ملا۔

☆ درس گاہِ نبوت کے پہلے طالب علم تھے۔

☆ غزوہ بدر میں آپ کو الحاح وزاری کرتے ہوئے دیکھ کر تشفی دی۔

☆ آپ کو بدر میں ''میمنہ'' کا سردار بنایا گیا۔

☆ اسیران بدر کی رہائی کے سلسلے میں ان کی رائے تسلیم کی گئی۔

☆ غزوہ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جم کر کھڑے ہوئے۔

☆ ۹ ہجری میں ''امیر الحج'' کا خطاب بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا۔

☆ غزوہ تبوک میں اپنا سارا مال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں نثار کر دیا۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ثابت قدم رہے۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی وجہ سے عام تشویش ایک ہی خطبہ دے کر رد کر دی۔

☆ فتنۂ ارتداد کا غیر معمولی ثابت قدمی سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

☆ منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کے لئے تیار کھڑے ہوئے۔

☆ حضور علیہ السلام کی رحلت کے بعد آپ ﷺ کے سارے قرض ادا کئے۔

☆ سابقون الاوّلون میں سب سے اوّل قرار پائے۔

☆ بوڑھوں اور مسکینوں کی خبر گیری ان کا شعار تھا۔

☆ حضور ﷺ نے اپنے بعد ان کی اقتداء کا حکم فرمایا۔

☆ آپ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے محافظ ختم نبوت ہیں، جھوٹے مدعیان نبوت کی سرکوبی سب سے پہلے آپ نے کی۔

☆ انہوں نے قیصر و کسریٰ کے ممالک کی جانب پیش قدمی کا آغاز کیا۔

☆ عشرہ مبشرہ کے سرخیل ہیں۔

☆ خلافت: ۲ سال تین ماہ ۱۱ دن۔ وصال: ۲۲ جمادی الاخری بروز دوشنبہ ۱۳ ھج مطابق 23 اگست 634ء مدفن، گنبد خضریٰ پہلوئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

☆ اولاد: ۱- پہلی بیوی قتیلہ بنت عبدالعزیٰ سے عبداللہ رضی اللہ عنہ، اسماء رضی اللہ عنہا، اسلام نہ لانے کی وجہ سے طلاق دیدی تھی۔

۲- دوسری بیوی اُم رومان رضی اللہ عنہا سے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ۔، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (ام المؤمنین رضی اللہ عنہا)

۳- تیسری بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا (بیوہ جعفر بن ابی طالب) سے محمد رضی اللہ عنہ (جو مصر میں مقتول ہوئے)

۴- چوتھی بیوی بنت خارجہ انصاریہ سے اُم کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں (جو آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں)

☆ عہدیداران خلافت:

☆ کاتب: عثمان عفان رضی اللہ عنہ ۲- زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۳- عبد بن الارقم رضی اللہ عنہ

☆ قاضی: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

☆ حاجب: شدید (جوان کے غلام تھے)

☆ نقش خاتم: -------------- نعم القادر اللہ

عمال خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ

۱-عتاب بن اسید عامل مکہ ۲-عثمان بن العاص عامل طائف ۳-مہاجرین بنی امیہ عامل صنعاء (یمن) ۴- زیاد بن لبید عامل حضر موت ۵- یعلی بن اُمیہ ۶-ابوموسیٰ الاشعری عامل یمن ۷-معاذ بن جبل عامل جند ۸- علاء بن الحضرمی عامل بحرین ۹-عیاض بن غنم عامل دُومۃ الجندل ۱۰-مثنیٰ بن حارث عامل عراق

☆متفرقات☆

☆ ۱۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ سب سے پہلے اسلام کس نے قبول کیا تو آپ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور تم نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار تو سنے ہوں گے۔

(ابیات)

اذ تذكرت الشجر من اخي ثقة
واذكر اخاك ابا بكر بما فعلا
خير البرية اتقاها واعدلها
بعد النبي (صلی اللہ علیہ وسلم) واوفاها لملحملا
والثاني الثاني المحمود مشهده
واول الناس ممن صدق الرسلا

(تاریخ الخلفاء، سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

(ترجمہ ابیات)

"جب تم کسی کا رنج وغم یاد کرو تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی یاد رکھو۔ وہ دنیا میں سب سے زیادہ متقی اور عادل تھے۔ سوائے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آپ سب سے زیادہ وفادار اور صلح کار تھے اور فرائض کو پورا کرنے والے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع ہونے والے اور یار غار تھے۔

اور آپ ہی سب سے پہلے رسول اللہ کی تصدیق کرنیوالے تھے۔

☆۳۔ روایات میں آتا ہے کہ جب مہاجرین مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ میں آئے تو اس جگہ کی ہوا میں سڑاند اور بدبو تھی اور یہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی۔ اکثر مہاجرین بیمار ہو گئے ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ بخار کی شدت نے ان کو پریشان کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ بخار میں مبتلا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حال پوچھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

كل امرء مصبح في اهله

والموت ادنى من شراك نعله

"ہر شخص اپنے اہل وعیال کے ساتھ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ موت جوتے کے تسمہ سے بھی قریب تر ہوتی ہے"۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس حالت کو دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور کیفیت عرض کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی۔

"یااللہ! جس طرح تو نے ہمیں مکہ مکرمہ کی محبت عطا فرمائی ہے اسی طرح مدینہ طیبہ کی محبت بھی عطا فرما' اس سے زیادہ عطا فرما اور ہمارے لئے اس کے صاع اور مد (پیمانے) میں برکت عطا فرما اور ہمارے لئے اس کی آب و ہوا کو صحت بخش بنا دے اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل فرما دے"۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بیماروں کو تندرستی اور صحت کی دولت عطا فرمائی اور اس وقت سے لے کر آج تک اور قیامت تک مدینہ طیبہ کی آب و ہوا کو صحت بخش بنا دیا گیا اور وہاں کی سڑاند اور بیماری جحفہ کی طرف منتقل ہو گئی۔ (متفق علیہ)

☆۴۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک سے کچھ پہلے میں نے خواب دیکھا کہ میرے گھر میں تین چاند اترے

ہیں۔ میں نے اپنا یہ خواب والد محترم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ آپ سب سے بہتر تعبیر کرنے والے تھے۔ آپ نے تعبیر فرمائی کہ تمہارا خواب سچا ہے۔ تمہارے گھر میں مخلوق سے دنیا کے تین بہترین افراد دفن ہوں گے۔ چنانچہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور ان کے حجرہ میں مدفون ہوئے تو فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ تمہارے حجرہ کا پہلا اور بہتر چاند ہے۔

(موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' تاریخ الخلفاء سیرت خلفائے راشدین)

☆۴- بارگاہ رسالت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام بہت معتبر تھا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت عالیہ میں اگر کسی وجہ سے جلال پیدا ہو جاتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضبناک ہو جاتے تو آپ رضی اللہ عنہ ہی کی وساطت سے صحابہ کرام عفو درگزر کی درخواست کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل بن ہشام کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تو بنو ہشام بن مغیرہ نے اس بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت مانگی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اجازت نہ دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضبناک ہو کر بیت اطہر سے نکلے یہاں تک کہ منبر پاک پر چڑھے اور لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیں میں نے ان کو اجازت نہیں دی اور میں کبھی ان کو اجازت نہیں دوں گا مگر یہ کہ ابن ابی طالب اس بات کا ارادہ کرے کہ میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے میری بیٹی تو میرے جود کا ٹکڑا ہے مجھ کو وہ بات خلجان میں ڈالتی ہے جو اسے خلجان میں ڈالتی ہے اور مجھے وہ بات ایذا دیتی ہے جو اسے ایذا دیتی ہے اور اللہ کے نبی کی بیٹی اللہ کے دشمن کی بیٹی کے ساتھ ہرگز جمع نہ ہوگی۔ میں ڈرتا ہوں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے دین کے بارے میں فتنے میں نہ ڈالی جائے میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں مگر اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی

بیٹی ایک گھر میں کبھی بھی جمع نہ ہوں گی''۔

پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو چہرہ اطہر پر برہمی کے نمایاں آثار دیکھ کر باہر چلے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو چہرہ انور پر بشاشت کے اثرات ظاہر ہو گئے اور برہمی کے آثار جاتے رہے''۔ سبحان اللہ۔

(بخاری شریف' ابوداؤد شریف)

☆۵- حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعائیں

(ترجمہ)

۱- الٰہی! میری عمر کا بہترین حصہ آخری عمر ہو میرا بہترین عمل خاتمہ والا ہو۔ میرا بہترین دن تیری ملاقات کا ہو۔

۲- الٰہی! میں تجھ سے اس چیز کا سوال کرتا ہوں جو میرے کام کے انجام میں اچھی ہو۔ الٰہی آخری عطیہ جو مجھے عطا فرمائے وہ تیری رضوان ہو اور جنات نعیم کے بلند درجات ہوں۔

۳- جب کوئی شخص آپ کی مدح وتعریف کرتا تو فرمایا کرتے۔

الٰہی! تو میرے نفس کو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے اور میں اپنے نفس کا علم ان لوگوں سے زیادہ رکھتا ہوں۔ الٰہی مجھے ایسا ہی نیک بنا دے جیسا کہ لوگ میری نسبت گمان رکھتے ہیں جسے یہ نہیں جانتے وہ مجھے بخش دے اور ان کے قول کی مجھے پکڑ نہ ہو۔

امین اللھم ربنا۔

☆ ۶ – وکان حب رسول اللہ قدعلموا

خیر البریۃ لم یعدل بہ رجلا (سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ)

(ترجمہ) ''سب جانتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیارے تھے وہ بہترین خلق تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے برابر کسی کا درجہ نہ سمجھتے تھے''۔ (تاریخ الخلفاء اردو ترجمہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

☆ ۷- شریعت اسلامیہ کا دوسرا بڑا ستون اور ماخذ رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ ہیں۔ روایت حدیث میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام یہ ہے کہ اسلامی فقہ کے جلیل القدر امام سیدی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند کو جس حدیث سے شروع کیا ہے اس کے راوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاصابہ فی تمیز الصحابہ'' میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوموسیٰ اشعری اور سات کبار تابعین کے اسماء گرامی درج کئے ہیں جنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے احادیث کی روایات کی ہیں۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور عالم کتاب ''تاریخ الخلفاء'' میں ایک سو بیاسی (۱۸۲) ایسی روایات جمع کر دی ہیں جس کے راوی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

☆ ۸- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخلفاء جلد ۲ میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عملی اور عقلی قوت انبیاء کرام علیہ السلام کے مشابہ تھی۔

☆ ۹- اہل علم و دانش سے یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ قرآن پاک میں سورۃ النساء کے لفظ ''کلالہ'' کے مفہوم و معنی کا تعین ایک پیچیدہ اور اہم مسئلہ تھا۔ قربان جایئے حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ''بصیرت'' اور ''تفقہ فی الدین'' پر' نبوت کے صبح و شام ان کے ذہن پر رچے بسے تھے۔ ان کا سینہ علوم نبوت کا خزینہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس لفظ کا مفہوم اور معنی متعین فرما دیا۔ سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا خیال بھی یہی تھا۔ استیعاب لابن عبدالبر میں ہے کہ اسلام سے قبل ایسے لوگوں کی تعداد جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے بہت کم تھی۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ چنانچہ کاتبان وحی کی

فہرست میں آپ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔

☆ ۱۰- علماء اسلام نے تعبیر رویاء کو علوم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل سمجھا ہے۔ امت مسلمہ میں جس کو بھی اس میں مہارت حاصل ہوئی' وہ محض فیضان نبوت اور نگاہ کرم ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی رویائے صالحہ کو نبوت کا چھیالیسواں (۴۶واں) حصہ فرمایا گیا ہے۔ اس علم میں اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت یوسف علیہ السلام کو جو کمال بخشا تھا اس کا تفصیلی ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ فن تعبیر رویاء کے امام حضرت جعفر صادق اور علامہ ابن سیرین کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تعبیر رویاء کے سب سے بڑے عالم تھے۔

☆ ۱۱- ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام الصوفیاء کرام کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے تصفیہ وتزکیہ باطن کے واسطے کلمہ طیبہ کا طریقہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تلقین کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تصوف صدیقی'' کے ذیل میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ان تمام اوصاف کی تلقین لکھی ہے جو اساس تصوف ہے۔ مثلاً توکل' احتیاط' تواضع' خدا کی مخلوق پر شفقت' رضا' خوف الٰہی' طریقہ نقشبندیہ جو اب تک عالم میں فیض رساں ہے اس کا سلسلہ بواسطہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

☆ ۱۲- وہ لوگ مقام صدیق رضی اللہ عنہ سے یقیناً آگاہ نہیں' جو یہ سمجھتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار کے دہانے پر کفار کے قدم دیکھ کر ڈر گئے تھے' اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ڈر دور کرنے کے لئے کہا کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے کیونکہ قرآن حکیم ڈر کے لیے ''خوف'' اور غم کیلئے حزن کا لفظ استعمال کرتا ہے اور قرآن حکیم نے اس موقع پر خوف کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ حزن کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ڈر اور غم میں فرق یہ ہے کہ ڈر کم دلی کا نتیجہ ہوتا ہے اور غم فطرت کا تقاضا ورنہ غار میں چھپنے کی نوبت ہی پیش نہ آتی۔

قارئین محترم! تاریخ و سیر کی کتابوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ و صدیق رضی اللہ عنہ کی فطرت ہی ایک نہیں' تاریخ وصال بھی ایک اور یوم وصال بھی ایک' وفات کا سبب اور وفات کی بیماری بھی ایک' بیماری کی نوعیت' شدت اور مدت بھی ایک' وفات و تدفین کا وقت بھی ایک' زندگی کے آخری الفاظ اور ہدایات بھی' مدت عمر بھی اور عمر کی سرگرمیاں بھی ایک' خمیر کی مٹی اور قبر کی مٹی بھی ایک۔

پہلوئے مصطفیٰ میں بنا آپ کا مزار
پہنچی وہاں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

یہ تو ہے نبی ﷺ و صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت و معیت۔! حق تو یہ ہے کہ نبی ﷺ کے اس رفیق رضی اللہ عنہ کو خدا کی بھی ایسی ہی معیت حاصل تھی۔ جیسی خود نبی ﷺ کو حاصل تھی اور یہ سب کچھ نبی ﷺ کی دوستی' نبی ﷺ کی محبت اور نبی ﷺ کی رفاقت کا ثمر تھا کہ خدا نے نبی ﷺ کے دوست کو اپنا دوست قرار دیا اور اس دوستی کے اظہار کے لئے وہی لفظ استعمال کیا جو اس سے پہلے خدا نے اپنے نبی ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے استعمال کیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد رفیق رسول ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا۔ یہ لفظ ہے خلیل اللہ! (صدیق خلیل اللہ) رحمت کائنات ﷺ فرماتے ہیں۔ ابوبکر خلیل اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے جانشین کے طور پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی دوسرے کو مقرر کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

خدا نے مرتبہ بالا کیا صدیق اکبر کا　　　کلام اللہ نے خطبہ پڑھا صدیق اکبر کا

☆۱۳۔ حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی زمینی یا آسمانی خدا کے ہاں مقبول نہیں' جب تک ابوبکر رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے کا قائل نہ ہو۔ (مکتوبات)

☆۱۴۔ ''جو شخص ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت نبوت اور اس کی افضلیت کا قائل نہیں' اس کی

کوئی نیکی اللہ کے ہاں مقبول نہیں''۔ (جامع ترمذی)

☆۱۵- حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے خطیب ہیں' جنہوں نے کعبۃ اللہ میں تقریر کی اور لوگوں کے سامنے خدا کی توحید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت کو پیش کیا''۔ (خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بس)

☆۱۶- رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اللہ نے آسمان کی طرف اٹھایا تو میں کسی آسمان سے نہیں گزرا مگر میں نے اس میں اپنا نام اور اپنے نام کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہوا دیکھا''۔ (ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)

☆۱۷- حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں کو قرآن اتقیٰ اور اکرم کا لقب دیتا ہے۔ دونوں کو قرآن بشارت و خوشخبری دیتا ہے۔ دونوں سے محبت کرنے والوں کو قرآن محبوب الٰہی کہتا ہے۔ دونوں کے اصحاب کو قرآن مسلمانوں کے لئے نرم تر اور کافروں کے لئے سخت تر قرار دیتا ہے۔ دونوں کو قرآن فضل الٰہی کا مستحق ٹھہراتا ہے دونوں کو قرآن ''لاتحزن'' کی خوشخبری دیتا ہے۔

دونوں کی قبر انور ''ریاض الجنۃ'' کہلائی۔ دونوں اقلیم فقر کے تاجدار بنے۔ دونوں تاحیات بیت المال میں دولت جمع نہیں ہونے دی۔ جو آیا وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ غرض یہ دونوں ازل میں ایک تھے۔ دنیا میں بھی ایک رہے۔

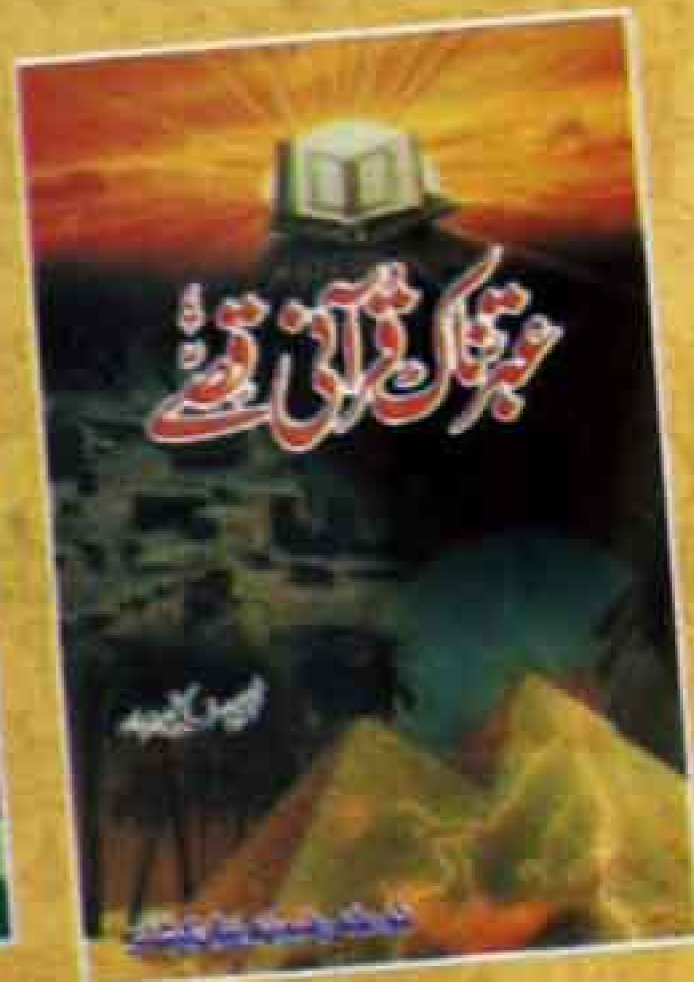
☆ قارئین محترم! اُس دور کے انسان ان دونوں ہستیوں کا نام الگ الگ ذکر نہیں کرتے تھے' جہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام آتا تھا' صدیق رضی اللہ عنہ کا نام ضرور آتا تھا۔ اسی طرح جہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوتا تھا' وہاں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر بھی لازماً ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ شعرائے عرب بھی اپنے کلام میں دونوں کا ایک ساتھ ذکر کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوطالب کا ایک شعر ملاحظہ فرمایئے۔

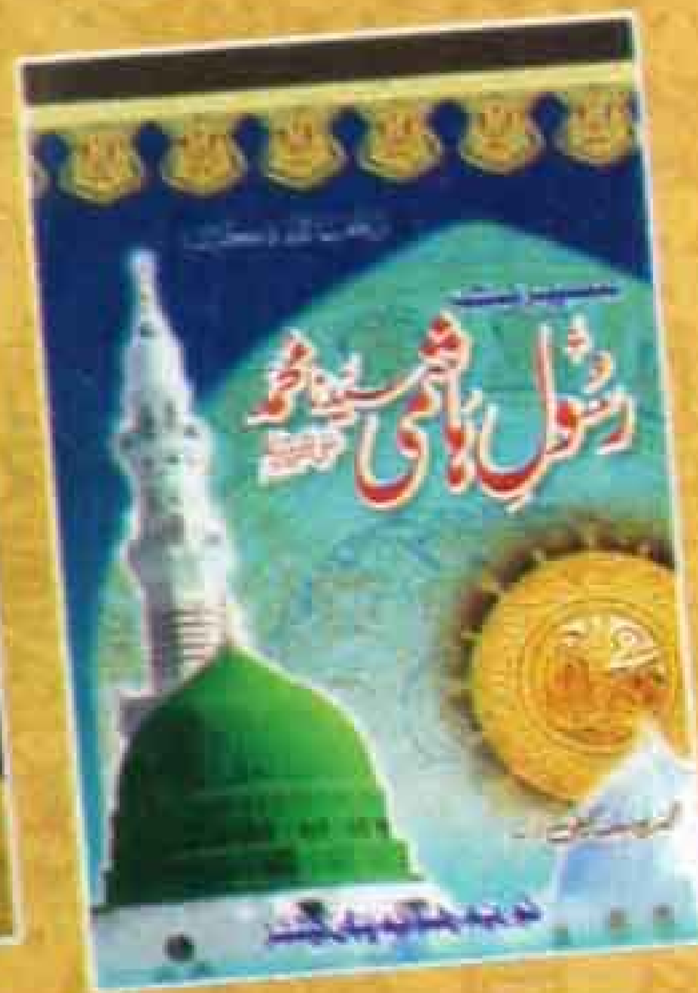
وهم رجعوا سهل بن بيضاء راضيا
فسر ابوبكر بها و محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(ترجمہ) اہل مکہ نے سہیل بن بیضا کو خوش کر کے واپس بھیجا۔ پس اس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں خوش ہو گئے)

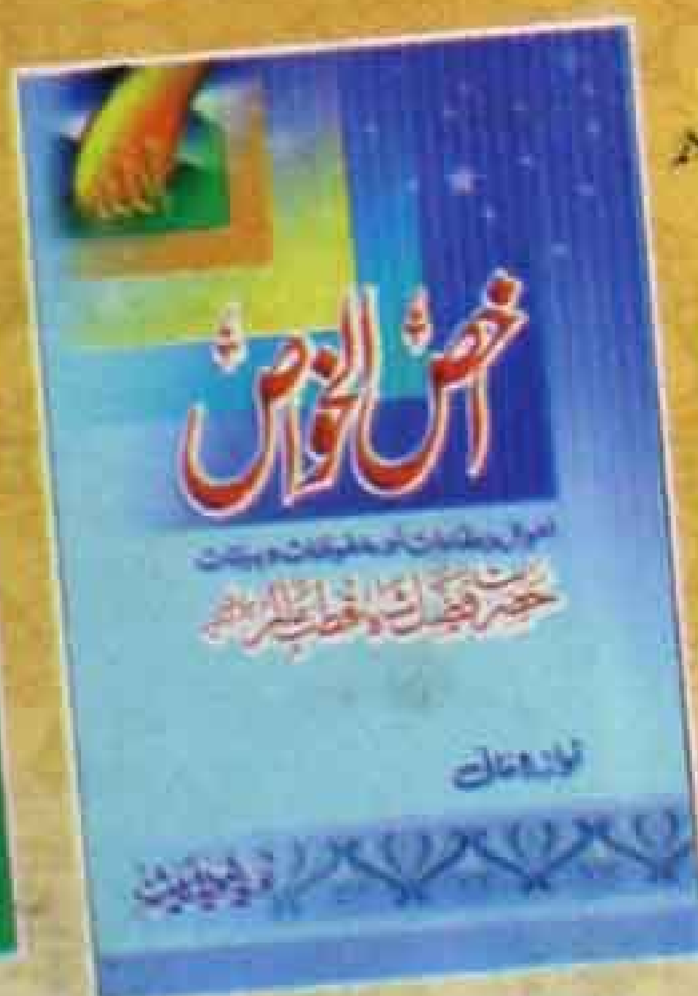
ادھر جبرائیل و میکائیل سے ہے مشورہ ان کا
ادھر صدیق و فاروق سے ہیں انجمن آرا

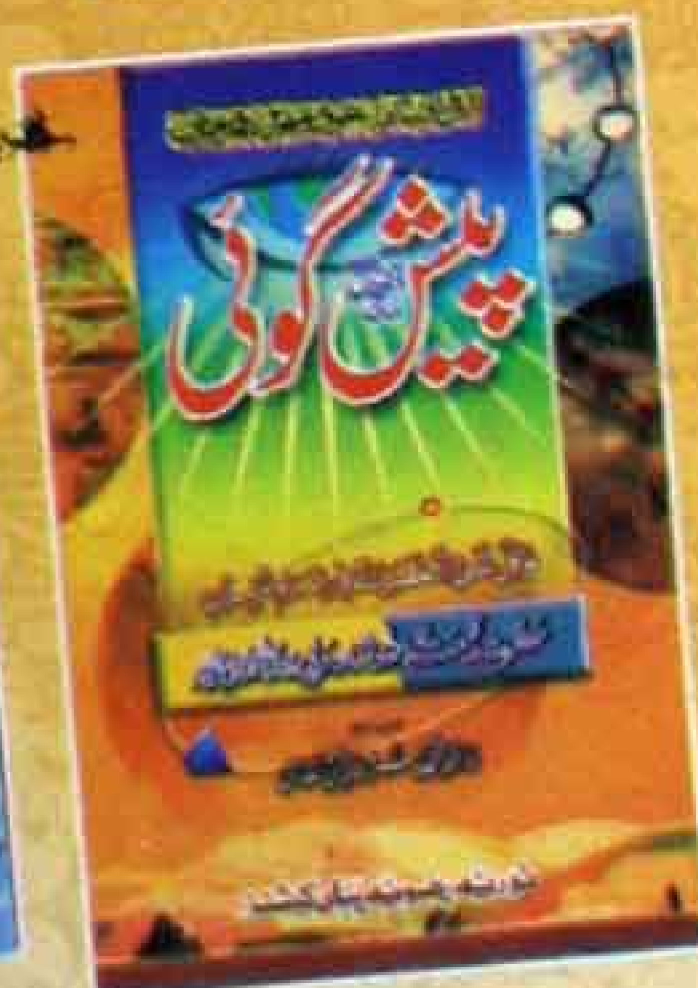




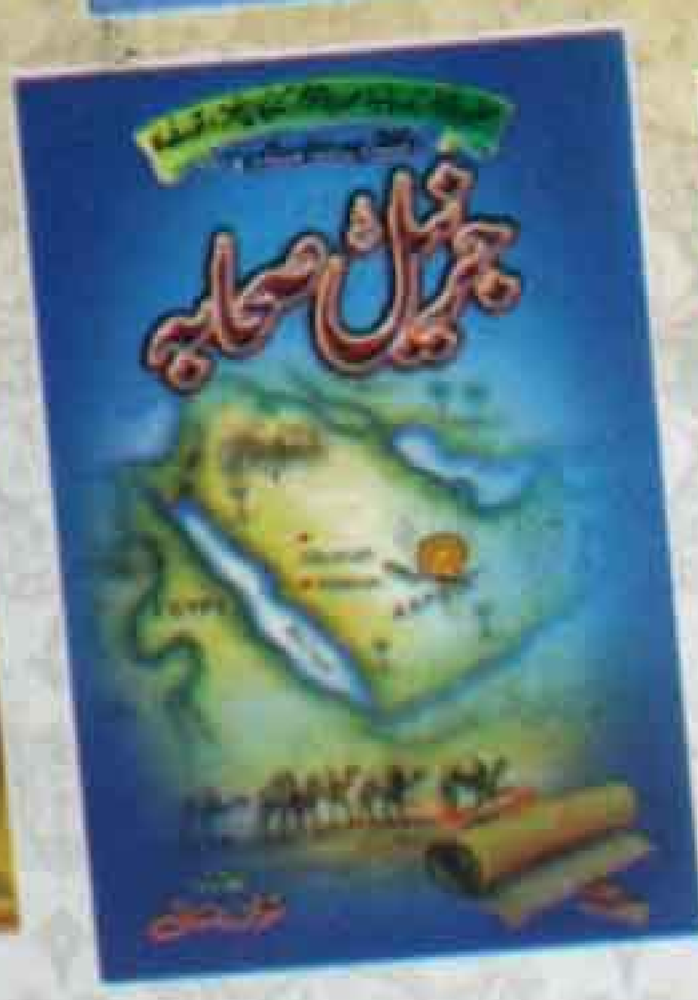














نوریہ رضویہ پبلی کیشنز
۱۱۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور